وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّأْتِيْ مِنْ بَعْدِي اسْمُهٗ أَحْمَدُ

عَسٰى أَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

القول المحمود

فی

شان الموعود

مولوی محمد احسن صاحب امروہوی کے رسالہ القول الممجد فی تفسیر اسمہ احمد

کا مسکت خصیم مدلل بہ آیات قرآن و حدیث سید الانس والجان جواب

مؤلفہ

عالم حقائق آگاہ مولنا سید محمد سرور شاہ صاحب مقیم قادیان

صفر المظفر ۱۳۳۵ھ مطابق دسمبر ۱۹۱۶ء

وزیر ہند سٹیم پریس امرتسر میں باہتمام بھائی بہادر سنگھ طبع ہوئی

بار اول

قیمت ۸/

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

مولوی محمد احسن صاحب امروہوی وہی محمد احسن صاحب جنکا قلم کبھی کبھی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تائید میں چلا کرتا تھا اپنی آخری عمر میں حضرت نبی اللہ محمد ثانی جری اللہ فی حلل الانبیاء کے بعض مراتب مسلمہ مصدقہ کی تردید کی طرف متوجہ ہوئی ہیں چنانچہ آپنے ایک رسالہ القول الممجد کے نام سے لکھا ہے جسمیں ایسے ایسے گل کھلائے ہیں کہ پڑھکر حیرت ہوتی ہے اوائل میں اس رسالہ کے جواب کی ضرورت نہ سمجھی گئی کیونکہ اسکی تردید کے لئے خود اسی کے اندر بہت سا مصالحہ موجود ہے مگر جب دیکھا گیا کہ مولوی صاحب موصوف کو اسپر خاص ناز ہے اور اسی توشۂ آخرت سمجھتے ہیں تو ماہ رمضان المبارک میں مولٰنا سید محمد سرور شاہ صاحب نے اسکا جواب لکھدیا حضرت خلیفہ ثانی فضل عمر ایدہ اللہ کہ مطابق الہام الٰہی بہت تحمل و درگذر والے اور حسب وصیت حضرت خلیفہ اول رض پرانے احباب سے چشم پوشی فرماتے ہیں نہیں چاہتے تھے کہ مولٰنا کی لغزشوں اور بےعلمی کی باتوں کا اعلان ہو بلکہ آپکا منشا رہتا کہ مولٰنا کو انکی بعض غلطیوں پر توجہ دلائی جائے وہ خود ہی سمجھ جائینگے اور اصلاح کر لینگے لیکن جب نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ ایکطرف حضرت اقدس ع کے الہامات پر گستاخانہ حملے ہونے لگے۔ اور دوسری طرف اصحاب پیغام سے انکے کھلے کھلے تعلقات قائم ہو گئے تو ضروری معلوم ہوا کہ مولویصاحب موصوف کو انکا حق پر نہ ہونا اور باطل کے پیچھے اپنی گذشتہ اعمال حسنہ کھونا دکھایا جائے اسلئے یہ کتاب اب شائع کیجاتی ہے جو ماہ نومبر میں لکھی گئی اور دسمبر کے آخر میں چھپی اللہ تعالےٰ اسے نافع للناس بنائے ہماری جماعت کے احباب خصوصاً علمی ذوق رکھنے والے احباب اسے خرید کر پڑھیں دوسروں کو سنائیں سمجھائیں اور استطاعت والے اسکی متعدد کاپیاں خرید کر مستحقین تک مبایعین ہوں یا غیر مبایعین پہنچائیں بلکہ غیر احمدی علم دوست انصاف پسند لوگوں کو بھی دکھائیں والسلام - ملنے کا پتہ - تشحیذ قادیان پنجاب) ۸ر دسمبر 1916

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

القول المحمود فی شان المحمود

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین وعلی آلہ واصحابہ وخلفاءہ الراشدین المہدیین ؕ

امّا بعد واضح ہو کہ یکم رمضان مبارک کو القول المجد فی تفسیر اسمہ احمد نام ایک رسالہ میرے دیکھنے میں آیا۔ جس کے ٹائٹل پیج پر لکھا ہوا تھا من رشحات القلم کالاحسن لاحسن المناظرین السید محمد احسن ..... الامر وھواہ ؕ لیکن جوں جوں میں اس رسالہ کی عبارت کو پڑھتا جاتا حیرت بڑھتی جاتی۔ کیونکہ اس میں بہت سی باتیں نہ صرف برخلاف علم ہیں بلکہ برخلاف تشریحات حضرت اقدس ؑ ہیں اس لئے ضروری معلوم ہوا۔ کہ اس پر کچھ لکھا جائے فاکتب و باللہ التوفیق

اسمہٗ احمد کی پیشگوئی حضرت اقدس ؑ نے اپنے پر چسپان فرمائی

حضرت اقدس مسیح موعود ؑ نے اپنی کتابوں میں متعدد مقامات پر لکھا تھا کہ پیشگوئی و مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد ؐ کا مصداق میں ہوں اور گو بعض مقامات پر اس کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر بھی چسپان کیا تھا۔ لیکن تاہم ایسی عبارتیں آپکی صاف صاف موجود تھیں کہ جن سے صاف صاف

اس امر کی تصریح پائی جاتی تھی کہ اسکے اصلی اور حقیقی مصداق آپ ہی ہیں۔ چنانچہ ازالہ اوہام جلد اصفحہ ۶۷۳ میں لکھا "اور اس آنے والے کا نام جو احمد رکھا گیا ہے وہ بھی اس کے مثیل ہونے کی طرف اشارہ ہے کیونکہ محمد جلالی نام ہے اور احمد جمالی۔ اور احمد اور عیسی اپنے جمالی معنوں کی رُو سے ایک ہی ہیں۔ اسی کی طرف یہ اشارہ ہے ومبشراً برسولٍ یاتی من بعدی اسمہ احمد۔ مگر ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلّم فقط احمد ہی نہیں بلکہ محمد بھی ہیں یعنی جامع جلال وجمال ہیں۔ لیکن آخری زمانے میں برطبق پیشگوئی مجرّد احمد جو اپنے اندر حقیقت عیسویّت رکھتا ہے بھیجا گیا۔"

اور اعجاز المسیح صفحہ ۱۲۲ و ۱۲۴ میں ہے۔

"واشار عیسٰی بقولہ کزرع اخرج شطاہ الی قوم اٰخرین منہم وامامہم المسیح بل ذکر اسمہ احمد بالتصریح۔ واشار بھذا المثل الذی جاء فی القراٰن المجید۔ الی ان المسیح الموعود لا یظہر الا کنبات لین لا کالشئ الغلیظ الشدید۔ ثم من عجائب القراٰن الکریم۔ انہ ذکر اسم احمد حکایتاً عن عیسٰی وذکر اسم محمد حکایتاً عن موسٰی۔ لیعلم القاری ان النبی الجلالی اعنی موسٰی اختار اسماً یشابہ شانہ اعنی محمدن الذی ھو اسم الجلال۔ وکذالک اختار عیسٰی اسم احمد الذی ھو اسم الجمال بما کان نبیاً جمالیاً وما اُعطی لہ شئ من القھر والقتال فحاصل الکلام ان کلا منہما اشار الی مثیلہ التام فاحفظ ھذہ النکتۃ فانہا تنجیک من الاوھام وتکشف عن ساق الجلال والجمال وتری الحقیقۃ بعد رفع الفدام۔ واذا قبلت ھذا فدخلت فی حفظ اللہ وکلاءہ من کل دجال۔ ونجوت من کل ضلال" (ترجمہ) اور عیسٰی نے کزرع اخرج شطاءہٗ کے ساتھ ان سے پیچھے آنیوالی قوم اور ان کے امام مسیح کی طرف اشارہ کیا ہے بلکہ اسمہ احمد کہکر صریح طور پر اس امام کا نام بھی بتا دیا ہے۔ اور اس مثال میں جو قرآن کریم میں مذکور ہوئی ہے۔ حضرت عیسٰے نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ مسیح موعود کا ظہور نرم ونازک پودے کے مشابہ ہوگا

ضرت پیر سے مشابہت نہیں رکھتا ہوگا۔ پھر منجملہ قرآنی لطائف کے ایک یہ نکتہ ہے
کہ احمد کا نام تو عیسےٰ کی پیشگوئی میں ذکر کیا ہے اور محمد کا حضرت موسیٰ کی پیشگوئی میں
تاکہ پڑھنے والے کو یہ نکتہ معلوم ہو جائے کہ جلالی نبی یعنی موسیٰ نے ایسا نام پیشگوئی میں
اختیار کیا۔ کہ جو اسکے اپنے حال کے موافق تھا یعنی محمد جو جلالی نام ہے اور اسی طرح
حضرت عیسےٰ نے اسم احمد کو پیشگوئی میں ظاہر کیا جو جمالی نام ہے کیونکہ حضرت
عیسےٰ جمالی نبی تھے اور قہر و قتال سے انہیں کچھ حصہ نہیں دیا گیا تھا۔ خلاصہ کلام
یہ کہ (موسیٰ و عیسیٰ میں سے) ہر ایک نے اپنے مثیل تام کی طرف اشارہ کیا۔ اس
نکتہ کو یاد رکھو۔ کیونکہ یہ تمام اوہام سے نجات دینے والا ہے اور جلال اور جمال
دونوں کو خوب واضح کرتا ہے اور پردہ اٹھا کر اصل حقیقت دکھا دیتا ہے۔ اور
جب تم اس کو تسلیم کر لوگے اور اسے مان لوگے تو اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں داخل
ہو کر ہر ایک دجال سے بچ جاؤ گے اور ہر ایک گمراہی سے نجات پا جاؤ گے۔"

تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۶ میں فرماتے ہیں:۔

"آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت اوّل کا زمانہ ہزار پنجم تھا۔ جو اسم احمد
کا مظہر تجلّی تھا۔ مگر بعثت دوم جس کی طرف آیت کریمہ واٰخرین منہم لما یلحقوا بہم
میں اشارہ ہے وہ مظہر تجلّی اسم احمد ہے جو اسم جمالی ہے جیسا کہ آیت مبشراً
برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد اسی کی طرف اشارہ کر رہی ہے" صـ ۹۶

"آنحضرت صلعم کے دو بعث ہیں ایک بعث محمدی جو جلالی رنگ میں ہے۔ جو
ستارہ مریخ کی تاثیر کے نیچے ہے۔ جس کی نسبت بحوالہ توریت قرآن شریف میں یہ آیت
ہے محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینہم
دوسرا بعث احمدی جو جمالی رنگ میں ہے جو ستارہ مشتری کی تاثیر کے نیچے
ہے جس کی نسبت بحوالہ انجیل قرآن شریف میں یہ آیت ہے ومبشراً برسول
یاتی من بعدی اسمہ احمد"

حضرت خلیفہ اوّل فرماتے ہیں:۔

الحکم نمبر ۲۳ جلد ۱۵ مورخہ ۱۴/۲۱ ستمبر ۱۴ء "مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد کی پیشگوئی حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہی کے متعلق مانتا ہوں کہ یہ صرف حضرت مسیح موعود کے متعلق ہے اور وہی احمد رسول ہیں"۔

اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح اوّل نے اپنے درسوں اور اپنی تقریروں میں بارہا فرمایا اور لوگوں نے سنا کہ حضرت مرزا صاحب ہی وہ احمد ہیں۔ جس کی بشارت اسمہ احمد میں دی گئی ہے بلکہ اخبار بدر میں یہ بھی شائع ہو گیا تھا۔

۱۰ دسمبر ۱۹۱۲ء بعد ظہر مسجد اقصیٰ میں سورہ صف کے پڑھنے سے قبل کسی نے کہا کہ اس سورت کو کھول کر بیان کرو۔ حالانکہ حضرت صاحب تمام ضروری باتوں کو کھول کر بیان فرماتے تھے اور عام تراجم سے جہاں اختلاف ہو وہ بھی خصوصیت سے بتلا دیتے تھے۔ مگر افسوس ہے کہ نادان لوگ بے فائدہ سوالات سے باز نہیں آتے اس سورت کی تفسیر میں آپ نے ثابت کیا کہ جس احمد کی بشارت اس سورت شریف میں ہے وہ مثیل مسیح ہے۔ حضرت موسیٰ نے اپنے مثیل کے متعلق پیشگوئی کی تھی اور حضرت مسیح نے اپنے مثیل کے متعلق پیشگوئی کی ہے فرمایا کہ میں اپنی ذوقی باتیں کم بیان کیا کرتا ہوں۔ مسائل تو صرف احمد کے متعلق کھول کر بیان چاہتا ہے۔ یہاں تو خدا نے احمد کے بعد نور کی طرف بھی قرآن شریف میں اشارہ کر دیا ہے۔ آگے دین کا لفظ بھی ہے۔ اور اس نور کو نہ ماننے کے متعلق بھی کہا ہے۔ ولو کرہ الکافرون

(کلام امیر ضمیمہ بدر ۱۹ دسمبر ۱۹۱۲ء)

ایک وقت تمام جماعت کا اس پر اجماع تھا

مگر باوجود ان تصریحات کے کسی احمدی نے نہ حضرت اقدس پر اعتراض کیا۔ اور نہ خلیفۃ المسیح اوّل پر کہ یہ غلط ہے کہ اسکے اصل مصداق آنحضرتؐ نہیں۔ بلکہ مرزا صاحب ہیں۔ بلکہ اس میں آنحضرت صلعم کی سخت توہین ہے۔

ذاتی مخالفت کی وجہ سے اس مسئلہ میں اختلاف

لیکن اسکے بعد جب وہ زمانہ آیا۔ کہ حضرت سیدنا مرزا

بشیر الدین محمود احمد صاحب کو خداوند تعالیٰ نے اپنے وعدوں کے مطابق حضرت مسیح موعود کا خلیفہ بنا دیا۔ اور آپ نے اپنے درس میں یہ بیان فرما دیا۔ کہ اس کے مصداق گو اس لحاظ سے آنحضرتؐ اولاً اور بالذّات ہیں کہ یہ وصف احمدیت اولاً اور اصالتاً آپ میں پائی گئی ہے اور آپ کے واسطہ سے یہ وصف حضرت مسیح موعود کو ملی ہے مگر یہ پیشگوئی ہے جس میں اسمہ سے وہ اسم مراد ہو سکتا ہے جو کہ والدین نے رکھا ہو اور جس کے ساتھ ندا اور خطاب ہوتا ہو۔ اور آنحضرتؐ کے لئے ایسا ثابت نہیں کہ آپ کا نام بزرگوں کی طرف سے احمد رکھا گیا ہو۔ بخلاف حضرت مسیح موعود کے کہ آپکا نام احمد ہے۔ اور اصالتاً یہ پیشگوئی اسی رسول کی ہے جس کا نام احمد ہو لہٰذا اس کے اصل مصداق حضرت مسیح موعود ہیں۔ تو لاہوری پارٹی نے اس پر شور مچانا شروع کر دیا کہ غضب ہو گیا۔ آنحضرتؐ کی سخت توہین کی گئی کہ احمدیت کا تاج آپ سے چھین کر مرزا صاحب کے سر پر رکھا گیا اور یہ بہت بڑا ظلم ہے اور میاں صاحب نے یہ اسلئے کیا ہے تاکہ اس ذریعہ سے مرزا صاحب کو نبی ثابت کریں۔ اور نبی ثابت کر کے دوسرے مسلمانوں کو کافر کہیں۔

حضرت فضل عمر کا مسلک دربارہ اسمہ احمد

اس پر حضرت فضل عمر خلیفۃ المسیح ثانی نے القول الفصل میں اپنے مسلک کو کھول کر تحریر فرمایا اور اعتراض مذکور کا جواب دیا۔ چنانچہ القول الفصل میں آپ نے اپنے مسلک کو اس عبارت کے ساتھ بیان فرمایا:۔

"ان حوالوں سے آپ کو یہ تو معلوم ہو گیا ہو گا کہ اس پیشگوئی کا مصداق حضرت نے اپنے آپ کو قرار دیا ہے اب رہا یہ سوال کہ پھر آپ نے اس آیت کو آنحضرتؐ پر کیوں چسپاں کیا ہے تو اس کا یہ جواب ہے کہ جس قدر پیشگوئیاں آپ کی امت کی ترقی کی نسبت ہیں۔ ان کے پہلے مظہر تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہیں اگر آپ احمد نہ ہوتے۔ تو مسیح موعود کیونکر احمد ہو سکتا تھا۔ مسیح موعود کو تو جو کچھ ملا ہے

وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طفیل ملا ہے۔ اگر ایک صفت کی نفی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کی جاوے تو ساتھ ہی اس کی نفی حضرت مسیح موعود سے ہو جاویگی۔ کیونکہ جو چیز چشمہ میں نہیں وہ گلاس میں کیونکر آسکتی ہے۔ پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم احمد تھے اور اس پیشگوئی کے اوّل مظہر تو وہ تھے۔ لیکن اس میں ایک ایسے رسول کی پیشگوئی ہے جس کا نام احمد ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی صفت احمد تھی نام احمد نہ تھا۔ اور دوسرے جو نشان اسکے بتلائے گئے ہیں وہ اس زمانے میں پورے ہوئے ہیں اور مسیح موعود پر پورے ہوئے ہیں اور آپ کا نام احمد تھا اور آپ احمد کے نام پر ہی بیعت لیا کرتے تھے اور خدا نے بھی آپ کا نام احمد رکھا۔ اور آپ نے اپنے نام کا بھی حصہ اپنی اولاد کے ناموں کے ساتھ ملایا اس لئے سب باتوں پر غور کرتے ہوئے وہ شخص جس کی نسبت خبر دی گئی تھی مسیح موعود ہی ہے۔ ہاں اس لحاظ سے کہ آپ کے کل کمالات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لئے ہوئے تھے۔ اولین مصداق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو قرار دینا ضروری ہے مگر اسلئے کہ آپ صفت احمدیت کے سب سے بڑے مظہر تھے۔ نہ اسلئے کہ آپکا نام احمد تھا۔ کیونکہ آپ کا نام درحقیقت احمد نہ تھا۔ اور ہم جھوٹ نہیں بول سکتے بخاری کی حدیث سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں احمد ہوں اور ماحی ہوں اور عاقب ہوں اور ماحی اور عاقب آپ کے نام نہیں۔ بلکہ صفات ہیں۔ اسی طرح احمد بھی آپ کی صفت ہے نام نہیں ؎

مابہ النزاع کیا ہے مگر باوجود اس تصریح کے ان نیک نیت لوگوں نے نہ خاموشی اختیار کی اور نہ حضرت صاحب اور خلیفۃ المسیح اول کی تصریحات کا کچھ جواب دیا اور نہ اپنی اس وقت کی خاموشی کی کوئی وجہ بیان کی اور یونہی شور مچاتے رہے۔ یہانتک کہ مصنّف رسالہ ہٰذا کو بالآخر سیدنا فضل عمر خلیفۃ المسیح ثانی کے اس مسلک کے برخلاف لکھنے کا خیال پیدا ہوا۔ اور یہ رسالہ اس ارادہ کو پورا کرنے کے لئے لکھدیا۔ لیکن محل نزاع کی تعیین کے لئے القول الفصل کی عبارت مندرجہ بالا کافی ہے ناظرین خوب اس پر غور کرکے دیکھ لیں۔ کہ سیّدنا فضل عمر ایدہ اللہ بنصرہٖ نے کس

آھ صریح کے ساتھ اسکو بیان فرمایا ہے کہ آنحضرت احمد تھے اور احمدیت کی صفت سے
آپ اصالتاً اور بالذات متّصف اور حضرت اقدس ع بھی اس صفت احمدیّت کے
ساتھ متّصف ہیں۔ مگر نہ اصالتاً اور بالذات اعنی بلا واسطہ بلکہ آپ بطفیل اور بذریعہ
آنحضرت ص اس وصف احمدیت کے ساتھ متّصف ہیں اور وصف احمدیت کے لحاظ
سے آنحضرت ص اس پیشگوئی کے مصداق اول ہیں اور حضرت مسیح موعود اس وصف کے
لحاظ سے آنحضرت کے طفیل اور آپ کے واسطہ سے اسکے مصداق ہیں۔

پس اس میں بھی نزاع نہیں کہ احمد آنحضرت ص کی اولا اور بالذات صفت ہے۔ ہم
بھی اسکے قائل ہیں اور ہمارے مخالف بھی اسکے قائل ہیں۔

اور اس میں بھی کوئی نزاع نہیں ہے کہ وصف کے لحاظ سے آنحضرت ص اسکے
مصداق اول ہیں اور حضرت مسیح موعود اس لحاظ سے اسکے مصداق ثانیاً اور بطفیل
آنحضرت ہیں اسکے بھی ہم دونوں قائل ہیں۔

ان چار باتوں میں نزاع نہیں ہے

پس یہ چار امر ہیں جن میں نزاع نہیں۔ اور فریقین ان
چاروں کے قائل ہیں۔

(۱) احمد آنحضرت ص کی صفت اولاً اور اصالتاً ہے۔

(۲) احمد حضرت مسیح موعود کی صفت ثانیاً اور بواسطہ آنحضرت ص ہے

(۳) وصف احمدیّت کے لحاظ سے اسمہ احمد کی پیشگوئی کے مصداق اوّل
آنحضرت ہیں۔

(۴) وصف احمدیت کے لحاظ سے اسمہ احمد کی پیشگوئی کے مصداق ثانیاً
اور بواسطہ آنحضرت ص مسیح موعود ہیں۔

پس ناظرین ان چار امروں کو بھی یاد رکھیں اور اسکو بھی کہ ان چار امروں میں فریقین
کا کوئی نزاع نہیں۔ بلکہ دونوں فریق ان چاروں پر اتفاق رکھتے ہیں۔

اور ظاہر ہے کہ جو امر فریقین میں مسلّم ہوتا ہے مباحثہ اور مقابلہ میں اس پر دلائل
دینے کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی۔

جس بات میں نزاع ہے

اور یہاں پر چار امور اور ہیں اور وہ یہ ہیں

(۱) احمد آنحضرت صلعم کا وہ اسم نہیں ہے جو کہ وصف کے مقابل ہوتا ہے اعنی وہ اسم جو کہ بچپن میں بزرگوں کی طرف سے نام رکھا گیا ہو۔ اور جس کے ساتھ زندگی میں عام طور پر خطاب اور ندا ہوتی ہو

(۲) یہ کہ احمد حضرت مسیح موعود کا ایسا اسم اور نام ہے۔

(۳) اس اسم کے لحاظ سے اسمہ احمد کی پیشگوئی کے مصداق آنحضرت صلعم نہیں ہیں۔

(۴) یہ کہ اس اسم کے لحاظ سے اسمہ احمد کی پیشگوئی کے مصداق حضرت مسیح موعود ہی ہیں۔

سیدنا فضل عمر خلیفۃ المسیح ثانی ان آخری چار امور کے مدعی ہیں مگر ظاہر ہے کہ ان آخری چار امور میں سے اصل مقصود اور اصل دعویٰ آخری اور چوتھا امر ہے یعنی اس اسم احمد کے لحاظ سے اسمہ احمد کی پیشگوئی کے مصداق حضرت مسیح موعود ہی ہیں۔ اور باقی تین امور پہلے اصل دعویٰ اور مدعی کے لئے بطور مقدمہ اور بناء کے ہیں اور بس۔ اور فریق ثانی کا نزاع اصالتاً اسی چوتھے امر میں ہے۔ اور پہلے تین امروں میں بالتبع ہے۔

خلاصہ براہین مولوی محمد احسن امروہوی

(ب ۱) احمد آنحضرت صلعم کی وصف جلالی ہے۔ اور صف وغیرہ کے قرینہ سے جلالی نبی کی یہ پیشگوئی ہے اور وہ آنحضرت صلعم ہیں۔ اور مرزا صاحب ظلی نبی بالواسطہ اسکے مصداق ہیں۔

(ب ۲) احمد کے معنے ستائش کنندہ کے ہیں۔ جو جلالی وصف ہے لہذا اسکے مصداق جلالی نبی ہے جو کہ آنحضرت صلعم ہیں اور مرزا صاحب ظلی طور پر اعنی بواسطہ آنحضرت اسکے مصداق ہیں۔

(ب ۳) انجیل میں جس نبی کی پیشگوئی ہے۔ اسکو تسلی۔ حیات النبی

روح الحق - معزی - رئیس - شریعت کا ماہ والا - ما ینطق عن الھوی - بڑا سزا دہندہ بتایا گیا ہے - اور یہ سب صفات آنحضرت صلعم میں ہی اصالتاً اور حقیقتاً ہیں اور مرزا صاحب میں جو ہے بروزی اور ظلّی طور پر ہی لہٰذا اس پیشگوئی کے حقیقی مصداق آنحضرت صلعم ہیں نہ مرزا صاحب -

(ب ۴) مبشراً الخ سے پہلے ہے مصدقاً لما بین یدی من التورات - اور اسکے ساتھ اسکی طرف اشارہ کیا ہے کہ میں اس نبی کی بشارت دیتا ہوں جس کی بشارت تورات میں دی گئی ہے اور تورات میں تو آنحضرت ہی کی بشارت ہے نہ کہ مرزا صاحب کی -

(ب ۵) حدیث شفاعت میں آیا ہے کہ مقام محمود کو پانے والے تنہا آنحضرت ہی ہیں - اور اس کا سرّ یہی ہے کہ صفت احمدیّت میں کوئی بھی آپ کی برابری نہیں کر سکتا لہٰذا اس پیشگوئی کے مصداق آنحضرت ہیں نہ کوئی اور

(ب ۶) فتوح شام میں لکھا ہے کہ تبع نے آپ کے ظہور سے پہلے شعروں میں آپ کا ذکر کیا ہے - اور ان میں آپ کو احمد کہا ہے - ایضاً

فتوح شام میں ہے کہ یوقنا رئیس حلب نے ابو عبیدہ کو کہا کہ جس رسول کی بشارت تورات و انجیل میں ہے وہ یہی آپ کا رسول ہے نیز یہ کہ ہرقل نے کہا کہ یہ وہی نبی ہے جس کی بشارت مسیح نے دی ہے - نیز یہ کہ خالد بن ولید کے رجز میں آپ کو احمد کہا گیا ہے رفاعہ کے شعروں میں جنہیں اس نے اپنے بیٹے عامر مرتد کو نصیحت کی تھی آپکو احمد کہا ہے نیز یہ کہ کسی مجاہد کے رجز میں احمد آیا ہے - میمان راہب نے کہا کہ آپ عیسیٰ کی بشارت ہیں - سہیل راہب نے کہا کہ دین اسلام وہی دین ہے جس کی بشارت عیسیٰ نے دی ہے ایضاً

بحیرہ راہب سے نقل کیا ہے کہ آنحضرت عیسیٰ کی بشارت ہیں ایک طویل حدیث میں آیا ہے کہ صفتی احمد المتوکل اور دوسری حدیث میں ہے ولبشری عیسیٰ بن مریم ایضاً سمیت احمد قال ابن فارس وغیرہ و بہ تسمی نبینا محمد اھ

احمد ای الہم اللہ اہلہ ان یسموہ بہ لما علم من جمیل صفاتہ۔ لہذا اس پیشگوئی کے اصلی مصداق آپ ہی ہیں

(ب) کنز العمال میں ہے انا دعوۃ ابی ابراھیم وبشری عیسیٰ بن مریم وایضاً صفتی احمد المتوکل۔ وکان آخر من بشر بی عیسےٰ بن مریم و بی المسیح عیسےٰ بن مریم۔ دعوۃ ابی ابراھیم وبشارۃ عیسیٰ۔ قال رسول اللہ لی خمسۃ اسماء انا محمد وانا احمد وانا الماحی یمحو اللہ بی الکفر وانا الحاشر الذی یحشر الناس علیٰ قدمی وانا العاقب۔ کان رسول اللہ یسمی لنا نفسہ باسماء فقال انا محمد وانا احمد الخ لہذا آنحضرت ہی احمد ہیں اور وہی اسکے حقیقی مصداق ہیں۔

(ب) بخاری کتاب التفسیر میں ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد کی تفسیر میں ہے ان لی اسماء انا محمد وانا احمد وانا الماحی الذی یمحو اللہ بی الکفر وانا الحاشر الذی یحشر الناس علیٰ قدمی وانا العاقب

اور حضرت صاحب نے ”زندگی بخش جام احمد ہے“ الخ فرمایا ہے مقدمہ تفسیر اتقان میں ہے قیل لموسیٰ یا موسیٰ انما مثل کتاب احمد فی الکتاب بمنزلہ وعاء فیہ لبن الخ

تفسیر حسینی میں ہے و مژدہ دہندہ ام بفرستادہ کہ می آید بدین کامل و شرع شامل از پس زمان من کہ نام او احمد است یعنی ستائیدہ تر۔

کشاف میں ہے قالوا یا روح اللہ ھل بعدنا من امۃ قال ھم امۃ محمد حکماء وعلماء الخ

اتقان میں ہے محمد سمّی فی القرآن باسماء کثیرۃ منہا محمد واحمد فائدہ ابن ابی حاتم عن عمر بن مرۃ خمسۃ سموا قبل ان یکونوا محمد ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد

راغب نے کہا ہے وخص لفظ احمد فیما بشر بہ عیسیٰ تنبیھًا علے

انه احمد منه ومن الذین قبله - اور تفسیر کبیر میں ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا۔
ولکن اذا جاء روح الحق الیکم یلہمکم ویوید کم بجمیع الحق ولا یتکلم بدعۃ من
تلقاء نفسہ۔ ایضاً کبیر میں ہے فان قیل المراد بفارقلیط . . . هو عیسٰی یحیی
بعد الصلب نقول ذکر الحوار یون فی آخر الانجیل ان عیسٰی لما جاء بعد الصلب
ما ذکر شیئاً من الشریعۃ وما علمہم شیئاً من الاحکام وما لبث عندہم الا لحظۃ
وما تعلم الا قلیلاً۔

کتاب عجائب القصص فارسی میں ہے - چوں آمنہ مادر رسول پیش از احوال شُے بمدینہ
بردہ بود ام ایمن باایشاں بود - ویکماہ آنجا اقامت نمودہ بودند - چوں رسول بعد از ہجرت
بمدینہ رسید بعض از کہ در وقت اقامت بمدینہ بروے گذشتہ بود یاد می کرد میفرمود
کہ یہودے بمن نگریست - روزے مرا تنہا دید گفت اے غلام نام تو چیست گفتم احمد
در پشت من نظر کرد شنیدم کہ گفت ایں پیغامبر ایں امت است الخ ایضاً ام ایمن گفتہ
است کہ . . . کہ دو مرد از یہود در میانہ روز آمدند وگفتند کہ احمد را بیروں آور الخ ایضاً
سفیان ہزلی گفتہ . . . . ناگاہ دیدیم کہ سوارے درمیان آسمان وزمین استادہ میگوید اے
خواب کنندگاں برخیزید ایں وقت خواب نیست - احمد بیروں آمدہ است -

(۹) نبی کریم نے نہایت کثرت کے ساتھ حمد کی ہے - لہٰذا آپکا دنیا میں نام
محمد اور فرشتوں میں احمد ہُوا - فتح البیان میں ہے هو علم منقول من الصفۃ
وهی تحتمل ان تکون مبالغۃ من الفاعل فیکون معناہ انه اکثر حمد الله
من غیرہ - اور من المفعول فیکون معناہ انه محمد بما فیه من خصال الخیر
اکثر ما یحمد غیرہ . . . وقال الکرخی انما خصه بالذکر لانه فی الانجیل مسمّی بهذا
الاسم ولانه فی اسماء احمد فذ باسم اسماوی لانه احمد الناس لربه - وفی بعض
حواشی البیضاوی ان له اربعۃ الاف اسم وان نحو سبعین منها من اسماء الله
تعالیٰ - لہٰذا آپ ہی اسکے حقیقی مصداق ہیں -

(۱۰) حضرت احاریین بھی بموجب باب ۳ اعمال سے اسکے منتظر رہے ہے - کما سیاتی

الحاصل حضرت عیسٰے نے ومصدقاً لما بین یدی من التورات الخ اسلئے فرمایا ہے کہ میں کل احکام تورات اور اسکی پیشگوئیوں کی جو کہ نبی آخر الزمان احمد کی نسبت وارد ہیں سب کی تصدیق کرتا ہوں۔ تاکہ یہود پر حجت ہو۔

پس یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ یہود انکار نو کریں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا اور ان کو چھوڑ کر ۱۳۰۰ سو سال بعد آنے والے کی نسبت اتمام حجت کیا جائے۔ لہذا اس کے حقیقی مصداق آنحضرت صلعم ہی ہیں۔

(ب ۱۱) اعمال ب۳ میں اس عظیم الشان نبی کی پیشگوئی جو فصل ۱۸ سفر مثنٰی میں ابتک موجود ہے۔ اسمیں اسکا زمانہ مابین تشریف حضرت مسیح اور تشریف آوری مسیح کے بیان کیا ہے۔ نیز اسکے زمانہ کو راحت وتازگی بخش کہا گیا ہے۔ نیز سب چیزیں اور سب خبریں واقع ہو جائیں۔ اور اس کا نسب نامہ بھی بتا دیا ہے کہ بنی اسرائیل کے بھائیوں یعنی بنی اسمٰعیل سے ہوگا۔ نیز جو اسکی نہ سنیگا۔ قوم میں سے نیست کیا جائیگا اور ظاہر ہے کہ یہ سب امور آنحضرت میں ہیں نہ حضرت جری اللہ فی حلل الانبیاء میں لہذا آنحضرت ہی اسکے حقیقی مصداق ہوئے نہ مسیح موعود

(ب ۱۲) اگر حضرت جری اللہ حقیقی طور پر احمد ہوں اور یہ مسلم ہے کہ آنحضرت بھی وصفی طور پر احمد ہی ہیں۔ تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ محمد عربی احمد اور حضرت جری اللہ بھی احمدؐ اور روح القدس دونوں کو لازم غیر منفک ہے۔ پس محمد عربی احمد۔ جری اللہ ظلی نبی اور روح القدس یہ تین چیزیں ہوتی ہیں وہ ایک بھی ہیں اور پھر تین بھی۔ تو توحید فی التثلیث اور تثلیث فی التوحید ہو۔ خصوصاً جبکہ من فرق بینی وبین المصطفٰی کا حقیقی طور پر لحاظ رکھا جائے۔ لہذا ثابت ہوا کہ اس پیشگوئی کے حقیقی مصداق آنحضرت صلعم ہیں نہ جری اللہ

(ب ۱۳) یہ امر تو مسلم الفریقین ہے کہ حضرت جری اللہ مشرع نبی نہیں ہیں پھر لفظ مجدد کے قول سے اس قدر نزاع کیوں حضرت جری اللہ کا یہ دعوٰی ہے من فرق بینی وبین المصطفٰی الخ یہ تو بخوبی ثابت ہے کہ الہام میں جہاں پر لفظ نبی

آیا ہے۔ اس سے مراد حضرت نبی اُمّی ہی ہیں نہ کوئی اور۔ اندریں صورت اگر اتحاد حقیقی لیا جائے تو مفاسد مذکورہ لازم آئینگے۔ اور مجازی ہو تو پھر نبی بھی مجازی ہونگے لہٰذا ثابت ہُوا۔ کہ اس پیشگوئی کے حقیقی مصداق محمد عربی ہی ہیں۔ نہ حضرت جری اللہ اور اگر مانا بھی جائے کہ آپ نے نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے تو پھر بھی آپ مجدد تو ضرور ہیں۔ بس آپ کو مجدد ہی کہا جائے اور نبی نہ کہا جائے جس سے آنحضرت صلعم کی ہتک ہوتی ہو اور لاتقولوا راعنا کے ساتھ اس سے منع کیا گیا ہے۔ اور نبی عربی کسی قرینہ معقول کی رُو سے مجدد نہیں اور کسی بعید معنے کی رُو سے جس نے مجدد کہا اس نے آپکی توہین کی اور خلاف کتاب وسنت کہا اسکے قول کی اتباع سے قرآن مجید اور حدیث منع کرتی ہیں

(ب ۱۴) فتح البیان میں واٰخرین منھم لما یلحقوا بھم کی تفسیر میں لکھا ہے واٰخرین منھم مجرور اً عطفاً علی الامیین الیٰ بعثہ فی الامیین . . . وبعثہ فی اٰخرین منھم اور منصوب۔ عطفاً علی الضمیر المنصوب فی یعلمھم ای ویعلم اٰخرین . . . . او عطفاً علی مفعول یزکیھم۔ ای یزکیھم ویزکی الاٰخرین الخ بس آخرین کا عطف خواہ کسی پر ہو۔ وہی ایک نبی امّی ہے نہ دو نبی ایسے کہ ایک نبی امّی اور ایک نبی ظلّی۔ پس اسکے معنی فتبارك من علم وتعلم کی مانند ہیں۔ اور اگر آخرین کو نبی قرار دیا جائے کہ متعلم نبی بھی نبی ہونا لازم ہے تو پھر سب امتیوں کا نبی ہونا لازم آئے گا۔ پس آیت مذکورہ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت جری اللہ نبی ہیں۔ اور اگر کوئی اصرار کرے تو پھر وہی تثلیث کا فساد لازم آئے گا۔

لہٰذا ثابت ہُوا کہ اسمہ احمد کی پیشگوئی کے حقیقی مصداق آنحضرت ہی ہیں۔ نہ حضرت جری اللہ۔

(ب ۱۵) اگر احمد علم ہے جیسا کہ اکثر والدین اپنی اولاد کے نام بطور علم رکھدیا کرتے ہیں اور علم بمنزلہ جامد کے ہوتا ہے جو کسی وصف پر دال نہیں ہوتا تو اس صورت میں نہ آنحضرت کی کوئی فضیلت نکلی اور نہ حضرت جری اللہ کی اور اگر وصف ہے تو اس صف میں آنحضرت کا مقابلہ کون کرسکتا ہے لہٰذا ثابت ہُوا کہ اسمہ احمد کے حقیقی مصداق

آنحضرت ہی ہیں۔

(ب ۱۶) مولوی روم نے فرمایا ہے ؎ بود در انجیل نام مصطفےٰ ۔ ۔ ۔ ۔ در پناہ نام احمد مستجیر ۔ نسل ایشاں نیز ہم بسیار شد + نور احمد ناصر آمد یار شد + واں گروہ دیگر از نصرانیاں + نام احمد داشتند بیتہاں + نام احمد چوں چنیں یاری کند ۔ تا کہ نورش چوں مددگاری کند + نام احمد نام جملہ انبیاء است ۔ چوں بیامد صد نود ہم پیش ما ست لا الہ گفت و الا اللہ گفت ۔ گو ہر احمد رسول اللہ سفت ۔ پس ثابت ہوا کہ اسمہ احمد کے حقیقی مصداق آنحضرت ہی ہیں نہ حضرت جری اللہ

(ب ۱۷) ہم سب مذاہب کو تحدی کرتے ہیں کہ جسقدر اوصاف حمیدہ اور محامد جمیلہ اللہ تعالےٰ کے آنحضرت کے ذریعہ سے دنیا میں ہوئے ہیں کسی اور نبی سے نہیں ہوئے پس ثابت ہوا کہ آنحضرت ہی اسم احمد کے حقیقی سزاوار ہیں اور لہٰذا وہی اسمہ احمد کی پیشگوئی کے حقیقی مصداق ہیں نہ حضرت جری اللہ۔

(ب ۱۸) جبکہ اسم احمد کا سزاوار کوئی دوسرا نہ ہوا۔ اور نہ ہوگا تو اسم محمد (جوکہ مبالغہ کے لئے ہے) کا بھی کوئی دوسرا سزاوار حقیقۃً نہیں ہو سکتا فثبت المدعی وھو المطلوب

(ب ۱۹) بعد نزول سورہ صف کے مندرجہ پیشگوئی کوئی اندرونی اہل اسلام کا اور بیرونی فرقہائے اہل اسلام بھی احمد کے آنیکا منتظر نہیں رہا پھر کیونکر کوئی دعوی کرسکتا ہے کہ اسکا اصل مصداق فلاں ہے لہذا ثابت ہوا کہ آنحضرت ہی اس پیشگوئی کے حقیقی مصداق ہیں نہ حضرت جری اللہ۔

(ب ۲۰) سورہ صف کے آخر میں فرمایا ہے یایھا الذین امنوا کونوا انصار اللہ کما قال عیسٰے بن مریم للحواریین من انصاری الی اللہ ۔ قال الحواریون نحن انصار اللہ الخ یہاں پر اشارات لطیفہ کے ساتھ اسکی تعیین کردی ہے کہ اسمہ احمد کی پیشگوئی کے مصداق آنحضرت ہی ہیں نہ کوئی اور ۔ اور وہ لطیف اشارات یہ ہیں ۔

(۱) صحابہ کی دو قسمیں تھیں انصار ۔ مہاجرین اور ان دونوں کی سعی اور نصرت سے

اسلام کی اشاعت ہوئی۔ اور انصار کا صفتی نام اس پر دال ہے اور حواریوں کا نام خداوند تعالیٰ نے حواری ہی رکھا ہے نہ انصار۔ اور لفظ انصار میں جلالی رنگ ہے اور اسمیں اس بات کا اشارہ ہے کہ اس سورت میں جس احمد کی پیشگوئی ہے وہ جلالی ہے اور اسم احمد بھی جلالی ہے۔

(۲) یہ کہ حضرت مسیح خاص بنی اسرائیل کی طرف مبعوث تھی۔ اور آنحضرت سب دنیا کی طرف۔ اسلئے یہاں پر رسول بتنوین تعظیم ذکر فرمایا جو کہ اسی پر صادق آتا ہے جس کی نبوت عام اور شامل ہو۔

(۳) پھر ولو کرہ الکفرون جلال عظیم کو ظاہر کر رہا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ جلال اور نبوت کا عموم و شمول جن کی طرف اشارات ہیں آنحضرت میں ہی پائے جاتے ہیں۔ اور ہیں لہٰذا اسمہ احمد کی پیشگوئی کے مصداق حقیقی آنحضرت ہی ہیں۔ نہ حضرت جری اللہ

(ب ۲۱) جنگ حنین میں جب دشمنوں کی طرف سے تیروں کی بارش برس رہی تھی اور آنحضرت کے ساتھیوں میں سے اکثروں کے پاؤں بھی اکھڑ گئے تو ایسے نازک وقت میں آپ دلدل آگے بڑھائی جاتے۔ اور یہ رجز زور سے پڑھتے جاتے کہ انا النبی لا کذب انا ابن عبد المطلب۔ پس حضرت جری اللہ اگر حقیقی اور کامل نبی ہوتے تو آپ پر لازم تھا کہ آپ بھی ایسے وقتوں میں یوں رجز پڑھتے انا النبی لا کذب ولا افترا۔ انا ابن غلام مرتضیٰ۔ اور محدث وغیرہ اپنی تحریرات میں نہ لکھتے۔

(ب ۲۲) آئینہ کمالات اسلام میں ہے مسیح کو آسمان کا حی وقیوم اور سید الانبیاء کو زمین کا مردہ ٹھہرادیں۔ حالانکہ مسیح کی گواہی قرآن کریم میں اس طرح پر لکھی ہے کہ مبشرا برسول یاتی من بعد اسمہ احمد (ترجمہ)۔ پس اگر مسیح ابتک اس عالم جسمانی سے گذر نہیں گیا تو اس سے لازم آتا ہے کہ ہمارے نبی بھی ابتک اس عالم میں تشریف فرما نہیں ہوئے کیونکہ نص اپنے کھلے کھلے الفاظ سے بتا رہی ہے۔ کہ جب مسیح اس عالم جسمانی سے رخصت ہو جاویگا تب آنحضرت صلعم اس عالم جسمانی میں تشریف لائینگے۔ اس حوالہ میں حضرت مسیح موعود نے اسمہ احمد کی پیشگوئی کو بطور نص کے آنحضرت صلعم کیلئے قرار دیا ہے۔

اربعین نمبر ۴ میں حضرت صاحب نے لکھا ہے تم سن چکے ہو کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دو نام ہیں (۱) ایک محمدؐ اور یہ نام توریت میں لکھا گیا ہے جو ایک آتشی شریعت ہے جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینہم (۲) دوسرا نام احمد ہے اور یہ نام انجیل میں ہے جو ایک جمالی رنگ میں تعلیم الٰہی ہے جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے ومبشراً برسولٍ یاتی من بعد اسمہ احمد۔ اس سے بھی صاف ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے اسمہ احمد کا مصداق آنحضرت ہی کو قرار دیا ہے ملا

نیز آئینہ کمالات اسلام میں فرمایا ہے کہ یہ نکتہ بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت بھی اسلام کے اندرونی مفاسد کے غلبہ کے وقت ہمیشہ ظہور فرماتی رہتی ہے۔ اور حقیقت محمدیہ کا حلول کسی کامل متبع میں ہو کر جلوہ گر ہوتا ہے اور جو احادیث میں آیا ہے کہ مہدی پیدا ہوگا اور اس کا نام میرا ہی نام ہوگا اور اس کا خلق میرا ہی خلق ہوگا۔ اگر یہ حدیثیں صحیح ہیں۔ تو یہ اسی نزول روحانیت کی طرف اشارہ ہے۔ لیکن یہ نزول کسی خاص فرد کے ساتھ مخصوص نہیں۔ صدہا ایسے بزرگ لوگ گذرے ہیں۔ کہ جن میں حقیقت محمدیہ متحقق تھی اور عند اللہ ظلیّ طور پر ان کا نام محمد یا احمد تھا ملا

اب کہاں ہیں وہ لوگ جو کہتے تھے کہ اس کے اصلی مصداق حضرت جری اللہ ہی ہیں۔ ان کا یہ خیال حضرت جری اللہ کے عقیدہ کے بالکل خلاف ہے۔ قرآن مجید میں جس قدر دلائل نبوت بیان ہوئی ہیں۔ خواہ عقلی ہوں یا نقلیہ یعنی وہ پیشگوئیاں جن کا حوالہ کتب سابقہ پر دیا گیا ہے۔ وہ صرف آنحضرت ہی پر صادق آتی ہیں لاغیر۔ کیونکہ یہ ثابت شدہ امر ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی ہی نہیں۔ خواہ نیا ہو یا پرانا۔ دوئم جو نزاع اہل کتاب کے ساتھ واقع تھا۔ وہ آپ ہی کی نبوت کا تھا۔ نہ مسیح موعود کی نبوت کا۔ پس یہ کس طرح ہو سکتا کہ جزوی امتی ظلی نبی کی نبوت کے لئے دلائل دیئے جائیں۔

سوم۔ کوئی موضوع حدیث بھی پیش نہیں ہو سکتی۔ کہ اہل کتاب کا مسیح موعود کی

نبوت میں تنازع ہوا تھا اسلئے فلاں آیت نازل ہوئی۔
(۲۴) کہا جاتا ہے۔ کہ یہ ایک پیشگوئی ہے اور اخبار غیبیہ میں اختلاف ہو ہی جاتا ہے۔
اور یہ غلط ہے کیونکہ اگر ایسی محقق الوقوع پیشگوئیمیں اختلاف جائز امر ہوتا۔ تو پھر یہود و نصاریٰ جو کہ آنحضرت کے لئے ان پیشگوئیوں کے ہونے سے انکار کر رہے ہیں۔ یہ کوئی قابل گرفت بات نہ ہوتی۔
لہٰذا ثابت ہوا کہ اسمہ احمد کے حقیقی مصداق آنحضرت ہی ہیں نہ جری اللہ

برہان خامس و عشرون

صفحہ ۱۰۵۔ پہلے انبیاء کی نبوت مختص الزمان اور مختص المکان بلکہ مختص القوم تھی مگر آنحضرت کی نبوت کل عالم اور اہل عالم کے لئے عام ہے۔ کیونکہ جس طرح اللہ کی صفت رب العلمین ہے۔ آپکی صفت رحمۃ للعالمین ہے۔
صفحہ ۱۰۶۔ گو لفظ نبی اور نبوت کا انبیاء سابقین کے زمانہ میں کلی تھا۔ لیکن آنحضرت صلعم کے زمانہ میں حقیقت نبوت کی محیط الکل ہوگئی ہے اسلئے لفظ نبی کا کلی کے معنوں میں باقی نہیں رہا۔ بلکہ جزئی ہو گیا ہے۔ پس لفظ شمسی کا تصور ذہنی میں تو کلی معلوم ہوتا ہے۔ لیکن خارج میں نبی صرف ایک جزئی ہی منحصر ہے۔ ہاں نور شمسی سے اور اجسام مثل آئینہ وغیرہ کے روشنی دیتے ہیں۔ مگر ان کو شمسی حقیقی نہیں کہہ سکتے۔ ہاں مجازاً و ظلاً بروزاً ان کو شمسی کہہ سکتے ہیں۔ اسی طرح آفتاب روحانی تو نبی عربی ہوئے اور ان کے فیض سے جو مکمل افراد روشنی پاتے ہیں۔ وہ مجازی ظلی بروزی طور پر تو نبی کہلا سکتے ہیں۔ لیکن حقیقتاً نبی نہیں کہلا سکتے۔
صفحہ ۱۰۷۔ واقعات پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حقیقتاً نبوت محمدیہ بلحاظ احکام اور شرائع کے کامل مکمل اور تمام پاتے ہیں۔ جس میں کسی ترمیم و تنسیخ کی ضرورت نہیں پائی

اور نہ کسی ملہم اور محدث یا جزوی و ظلی نبی نے اسی تیرہ سو کی مدت میں کوئی ترمیم کی ہے یہانتک کہ مسیح موعود بھی آ گئے۔ جن کو اسقدر الہامات اور کشوف اور رویا صادقہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے واقع ہوئے۔ کہ جن کی نظیر مجددین سابقین میں نہیں پائی جاتی۔

صفحہ ۱۰۹۔ کیا آپ میں حقیقت نبوت محمدیہ موجود تھی یا نہیں۔ اگر تھی تو وہ قوانین و احکام وغیرہ کہاں ہیں۔ اور اگر نہیں تھی تو پھر آپ ظلی مجازی وغیرہ نبی تھے۔ اور اس طرح تمام حدیثیں اور آیتیں واقعات کے مطابق ہوتیں۔ جن میں آنحضرت کو خاتم الانبیاء بیان کیا گیا۔

حقیقت نبوت محمدیہ تو بیشک مسیح موعود میں تو کیا اولین و آخرین میں سے کسی اور میں بھی نہیں۔ لیکن حقیقت نبوت پوچھو۔ تو وہ حضرت مسیح موعود میں یقینی اور قطعی موجود ہے۔

صفحہ ۱۱۰۔ جس طرح باوا نانک کو اوتار یعنی نبی کہا گیا۔ اسی طرح مسیح موعود کو الہام میں نبی کہا گیا۔

صفحہ ۱۱۱۔ نواسی کی حدیث سے آپکے نبی ہونے پر استدلال کیا جاتا ہے۔ حالانکہ آپ نے ازالہ حصہ اول صفحہ ۲۰۲ سے ۲۳۲ تک اسکے مضمون کو طرح طرح سے رد فرما دیا ہے۔

صفحہ ۱۱۲۔ نواسی کی حدیث کے استعارات کو حقیقت پر حمل کر کر ایک طوفان شرک کا برپا کر دیا ہے۔ اور باوجود قرائن قویہ کے ان استعارات کو قبول کرنا نہ چاہا۔ جن کی حمایت میں قرآن کریم شمشیر برہنہ لیکر کھڑا ہے

جب یہ حدیث و مشقی ساقط الاعتبار ہے گو اسکے الفاظ تمسک کیا جو نبی اللہ کے لفظ سے کیا جاتا ہے جو محض خلاف ہے۔

اصل میں نبی کی نسبت جو راوی نے اللہ کیطرف نسبت کر کے نبی اللہ کہا ہے۔ یہ بھی کتاب و سنت کے محاورہ کے خلاف ہے۔ کیونکہ اسلام میں صرف نبی کے معنے یہی ہیں۔ اللہ کی طرف سے وہ اخبار غیبیہ و احکام الہی کو بیان کرے نبی اللہ کہنے کی کوئی ضرورت ہی کیا ہے؟

یہ لفظ نبی اللہ کا راوی کی طرف سے مدرج معلوم ہوتا ہے۔ پھر اگر مدرج نہ ہو۔ تو ایسی ظنی حدیث سے نبوت کسطرح ثابت ہو سکتی ہے۔

صفحہ ۱۱۳- نبی کا لفظ جو حدیث میں آیا ہے- خود حضرت صاحب اسکو استعارہ مانتے ہیں فتوح الغیب میں جس کو حضرت صاحب اوائل مثل حرز جان سمجھتے تھے- اسمیں لکھا ہے انا نبی غیرہ-

صفحہ ۱۱۴- حدیث نواسمیں نبی اللہ کے کہنے کی وجہ یا تو یہ ہے کہ اسکے لغوی معنے یعنے خبر دینے والا اللہ کی طرف سے غیب سے اور یا راوی کا خیال ہو کہ حضرت عیسےٰؑ خود آوینگے اسلیئے راوی نے خود اپنی طرف لفظ نبی کے ساتھ لفظ اللہ کا بڑھا دیا-

صفحہ ۱۱۴- ممکن ہے کہ اسی حدیث کے جو اور بہت سے مضمون ہیں جو اسوقت تک واقع نہیں ہوئے- شاید کسی اگلے زمانہ میں کسی اور کے ہاتھ سے ہوں- جیسا کہ حضرت صاحب بھی آئندہ کو آنے والے صدہا مسیح لکھتے ہیں-

صفحہ ۱۱۰ حاشیہ- اور علماء کرام نے جو نبی کی تعریف لکھی ہے النبی انسان لیبلغھم ما اوحی اللہ الیہ- تو وہ تمام لاکھوں مسائل شریعت اسلام کے ما اوحی الیہ میں داخل ہیں- جس کی تبلیغ نبی امی نے کی- اور اب اسلام میں بھی حقیقت نبوت کی ہو گئی ہے-

صفحہ ۱۱۵- علیٰ ہذا نبوت موسوی میں اور نبوت عیسوی کی حقیقت بھی وہی تھی جس قدر انہوں نے ما اوحی الیہ کی تبلیغ کی- علیٰ ہذا کل نبیا کا حال سمجھ لو- مجاز حقیقت نہیں ہو سکتا- جس طرح کہ زید متبنّٰی بیٹا تھا- حقیقی بیٹا نہ تھا-

صفحہ ۱۰۰ پر برہان ۲۳ کے اخیر میں چند حدیثیں بھی لکھدی ہیں- (۱) لن اخر یك فی امّتك یا احمد- اور حضرت علی رضہ کے خط میں جو بنام معاویہ ہے احمد کا لفظ آیا ہے- کسی یہودی نے کہا تھا کہ طلع اللیلۃ نجم احمد- امرت امنۃ وھی حاملۃ ان تسمیہ احمد قسمتہ احمد- امنۃ سمیہ احمد و محمداً- ان احمد قد خرج بمکۃ- نبی یبعث بمکۃ اسمہ احمد-

مصنف النبوۃ کی ایک برہان بھی ہمارے دعویٰ کو باطل نہیں کرتی

اب ناظرین کے سامنے میں نے ان کے ۲۵ براہین کا خلاصہ رکھدیا ہے- آپہا

ان میں سے ایک ایک پر نظر ڈالکر دیکھ لیں۔ کہ امر متنازعہ فیہ میں (جوکہ یہ ہے کہ بلحاظ اسم علم ہونیکے اسمہ احمد والی پیشگوئی کے اصل مصداق حضرت مسیح موعود ہیں) ان ۲۵ براہین میں سے کسی ایک برہان نے بھی ہمارے خلاف ثابت کیا ہے۔ اور میں دعوے سے کہتا ہوں کہ ان براہین میں سے ایک نے بھی امر متنازعہ فیہ میں ہمارے برخلاف کچھ بھی ثابت نہیں کیا۔

مثلاً **برہان اوّل** میں یہ کہا گیا ہے کہ احمد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت ہے۔ اور صفت بھی جلالی۔ لہٰذا یہ پیشگوئی جلالی نبی کی ہے۔ اور وہ آنحضرت ہیں۔ یہ تو بیشک صریح غلط ہے اور حضرت مسیح موعود کی تصریح کے بھی خلاف ہے کہ احمد جلالی وصف ہے جیسا کہ انشاء اللہ آگے ہم تفصیلی بحث میں اسکو بتائینگے۔ مگر اس سے کسکو انکار ہے کہ احمد وصف ہونے کے لحاظ سے اصالتاً اور اوّلاً اور بالذات آنحضرت کی صفت ہے۔ اور حضرت مسیح موعود کی ثانیاً اور بواسطہ آنحضرت صلعم ہے۔ اور اس لحاظ سے آنحضرت صلعم اسکے مصداق اوّل ہیں۔ اور حضرت مسیح موعود آپ کے واسطہ سے ہیں۔ پس برہان اوّل سے بجز ایک صریح اور فاش غلطی کے ارتکاب اور خدا کے مسیح اور حکم عدل کی مخالفت کے کونسا وہ امر ثابت کیا گیا ہے جو کہ ہمارے خلاف ہے اور سیدنا حضرت فضل عمر خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہٖ نے پہلے سے بالتصریح لکھ نہیں دیا۔

اسی طرح **برہان ثانی** کو دیکھو جس میں لکھا ہے کہ احمد کے معنے سزا دہندہ کے ہیں (نعوذ باللہ من ذٰلک) اور یہ جلالی وصف ہے لہٰذا یہ جلالی نبی کی پیشگوئی ہے اور وہ آنحضرت ہیں۔

سو اسمیں بھی یہ تو صریح غلط ہے کہ احمد کے معنے سزا دہندہ کے ہیں۔ باقی اس سے کس کو انکار ہے کہ احمد آنحضرت کی صفت اوّلاً و بالذات ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ثانیاً اور بالواسطہ اور اس لحاظ سے آنحضرت صلعم اسکے مصداق اول ہیں۔ مگر آیت کریمہ میں اسم ہے جس کے اصلی معنے علم کے ہیں اور پیشگوئی میں علم ہی ہونا چاہئے جو کہ امتیاز کا فائدہ مفید ہوتا ہے جیسا کہ انشاء اللہ تعالیٰ جہاں ہم رسالہ ہٰذا کے مقدمہ

اولیٰ پر بحث کرینگے تو وہاں پر بتائینگے۔

یہ پچیس براہین پانچ قسمیں ہیں

غرضیکہ ان ۲۵ براہین میں سے کوئی بھی امر متنازعہ فیہ میں ہمارے مدعیٰ کے خلاف ثابت کرنے والا یا ہمارے دعوے کا ابطال کرنے والا تو ہرگز نہیں۔ ہاں وہ فی انفسہا پانچ قسم ہیں۔

(۱) غلط ہونے کے علاوہ بالکل لاتعلق ہے۔

(۲) جوکہ محض ادعا بلادلیل ہے

(۳) جوکہ غلط اور غیر مثبت مدعیٰ ہے

(۴) جوکہ غلط ہونے کے علاوہ اگر ثابت کرتا ہے تو اسکو کہ احمد آنحضرت کی وصف ہے۔ اور اس لحاظ سے آپ اسکے مصداق اوّل ہیں۔

(۵) جوکہ فقط اسی قدر ثابت کرتا ہے کہ مسیح نے آنحضرت صلعم کی کوئی بشارت دی ہے۔ اور آنحضرت مسیح کی کسی بشارت کے مصداق ہیں۔ نہ یہ کہ مسیح نے اسمہ احمد والی بشارت آنحضرت ہی کیلئے دی ہے۔ اور آنحضرت مسیح کی اس خاص بشارت کے مصداق ہیں چنانچہ نمبر ۲۴ پہلی قسم ہے۔ اور نمبر ۲۵ نمبر ۲۳ نمبر ۲۱ نمبر ۱۴ نمبر ۱۳ قسم ثانی میں سے ہیں۔ اور نمبر ۱۹ نمبر ۱۰ نمبر ۴ قسم ثالث میں ہیں۔ اور نمبر ۱ نمبر ۲ نمبر ۵ نمبر ۶ نمبر ۷ نمبر ۸ نمبر ۹ نمبر ۱۲ نمبر ۱۵ نمبر ۱۷ نمبر ۱۸ نمبر ۲۰ نمبر ۲۲ قسم رابع ہیں۔ اور نمبر ۳ نمبر ۱۱ نمبر ۱۶ قسم خامس سے ہیں۔

براہین نمبر ۲۴ پر ایک نظر

چنانچہ آپ نمبر ۲۴ کو دیکھیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ کہا جاتا ہے۔

"کہ یہ ایک پیشگوئی ہے اور اخبار غیبیہ میں اختلاف ہوہی جاتا ہے" پر اگر محقق الوقوع پیشگوئیوں میں بھی اختلاف جائز ہوتا۔ تو یہود و نصاریٰ پر اس سے کوئی الزام عائد نہ ہوتا کہ وہ آنحضرت صلعم کے ان پیشگوئیوں کے مصداق بننے سے انکار کررہے ہیں۔ جو کہ کتب سابقہ میں آنحضرت کے لئے تھیں وغیرہ وغیرہ۔

اب آپ غور فرمائیں کہ پہلے تو یہ قیاس مع الفاروق ہے کیونکہ یہود و نصاریٰ آ...

آنحضرت کی نبوت ہی سے منکر۔ اور ما نحن فیہ میں انکار نہیں۔ پھر ان پر جو الزام ہے۔ تو اس وجہ سے کہ علاوہ ان پیشگوئیوں کے صادق آنے کے کثرت کے ساتھ دلائل قاہرہ اور آیات باہرہ آپ کی نبوت کے ان کے سامنے ہیں اور وہ پھر بھی انکار کر رہے ہیں تو پھر خداوند خود فرماتا ہے یعرفونه کما یعرفون ابناءھم۔ یعنی ایمان کے لئے جس قسم کے یقین اور علم کی ضرورت ہے۔ وہ ان کو حاصل ہے۔ اور یہ وہ ہے جو کہ باپ کو اپنے بیٹے کی نسبت ہوتا ہے کہ اس پر سب احکام اور معاملات دنیا میں مرتب ہو رہے ہیں مگر بال کی کھال اتارنے والوں کے لئے شبہات رکیکہ کی گنجائش ابھی باقی ہے یہ اسلئے ہے کہ ایمان بالنصیب ہی محل ثواب ہو سکتا ہے مگر وہ باوجود اس یقین و علم کے ایمان نہیں لاتے۔ نہ محض ان پیشگوئیوں میں اختلاف کرنے کی وجہ سے ورنہ یہ اختلاف تو آنحضرت ؐ کے آنے سے پہلے ہی اکثر اہل کتاب میں یوں پیدا ہو گیا تھا کہ وہ سمجھ بیٹھے تھے کہ وہ نبی بنی اسرائیل ہی سے ہوگا۔

مگر ان سب باتوں سے قطع نظر کر کے اور اس بیان کو صحیح اور تام فرض کر کے اسمیں غور فرمائیں۔ کہ اس کو اس سے کیا تعلق ہے؟ کہ احمد آنحضرت کا اسم علم ہے یا آنحضرت ہی اس پیشگوئی کے حقیقی مصداق ہیں بچے ہنسی کیا کرتے ہیں کہ زید آیا لہذا زمین گول ہے۔ مگر یہ بھی اگر اس سے بڑھکر نہیں تو کسی طرح اس سے کم بھی نہیں ورنہ کہ کہا جاتا ہے کہ اخبار غیبیہ میں اختلاف ہو ہی جاتا ہے مگر یہ غلط ہے لہذا ثابت ہوا کہ اسم احمد کے حقیقی مصداق آنحضرت صلعم ہی ہیں۔ اور احمد آپ ہی کا اسم علم ہے کیا وہ احمدی احباب کہ جنھوں نے مولنا مولوی سید محمد احسن فاضل امروہی کو دیکھا ہوا ہے جو کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں اور سیدنا خلیفۃ المسیح اول رضؓ کی خدمت میں ہوا کرتے تھے وہ یقین کر سکتے ہیں کہ یہ بچوں کا سا قول ہمارے اس فاضل کی زبان قلم سے نکل سکتا ہے۔

اسی طرح آپ ان نمبروں پر نظر کریں۔ جو کہ میںنے قسم ثانی میں لکھے ہیں۔ ان پر مفصل بحث کی ضرورت نہیں۔ ہاں اگر کوئی خاص بات کسی نمبر میں بحث طلب ہوگی تو انشاء اللہ

انجیر میں اس پر مفصّل بحث لکھا دیں گی۔

براہین قسم ثانی پر تنقید

یہاں پر تو میں اسقدر بتانا چاہتا ہوں۔ کہ اس قسم ثانی والے سب براہین کا بحیثیّت مجموعی یہ خلاصہ ہے۔ کہ سب احمدیوں اور خصوصاً حضرت مسیح موعودؑ کے نزدیک یہ امر تو مسلم ہے کہ (۱) آنحضرتؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔ اور یہ بھی کہ

(۲) ختم نبوت کے یہی معنے سب کے نزدیک ثابت شدہ صداقت اور مسلم ہیں کہ نبوت قطع ہو چکی۔ اور خاتم النّبیّین یعنی آخری نبی آچکے۔ اب آخری کے بعد اور کوئی نہیں آسکتا۔

اور یہ بھی کہ (۳) ظلّی نبوّت کے یہ معنے نہیں کہ آنحضرتؐ کے واسطہ سے ملے بلکہ حضرت صاحب اور سب احمدیوں کے نزدیک اسکے یہ معنے ہیں کہ برائے نام ہے اصل میں کچھ بھی نہیں۔

اور یہ بھی کہ حضرت صاحب نے مجدّد۔ امام۔ مسیح موعود اور حکم و عدل کا ہی دعویٰ کیا ہے۔ اور نبی ہونے کا بالکل دعویٰ نہیں کیا۔ اور اگر مانا بھی جائے کہ آپ نے نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے تو پھر بھی آپ مجدّد تو ضرور ہیں۔ تو پھر کیوں آپ کو مجدد نہ کہا جائے اور نبی کیوں کہا جائے جس میں آنحضرتؐ کی توہین ہے اور لا تقولوا راعنا کے مطابق جو ممنوع الاطلاق ہے۔ اور آنحضرتؐ کسی قریب معنے کے رُو سے مجدد نہیں اور بعید در بعید معنوں کی رُو سے اگر کوئی آپ کو مجدّد کہے تو اس نے آپ کی توہین کی اور خلاف قرآن وسنت کہا اسکے ایسے قول کو ہرگز نہ ماننا چاہئیے۔ اور اسی طرح حضرت مسیح موعودؑ کو اور سب احمدیوں کو یہ بھی مسلم ہے۔

(۵) یہ کہ آخرین منہم کا عطف خواہ کسی پر کرو۔ وہی ایک نبی اُمّی ہے۔ نہ دو اس طور پر کہ ایک نبی اُمّی اور دوم ظلّی نبی۔ اور آخرین سے ثابت کرو اس لحاظ سے کہ نبی کا متعلّم بھی نبی ہونا چاہئیے تو پھر سب امیّوں کا بھی نبی ہونا لازم آئیگا۔

لہٰذا حضرت مسیح موعود نبی نہیں مگر ظلی جو کہ ایک صوفیانہ اصطلاح ہے جس پر کوئی احکام مرتب نہیں ہو سکتے جو کہ حقیقت میں کچھ بھی نہیں اور جب نبی نہ ہوئے تو پھر اسمہ احمد کے مصداق بھی نہ ہو سکے ؟!!

مگر ناظرین غور فرمائیں کہ یہ سب کس قدر صریح خلاف اصل ہے۔ کیا سب احمدیوں کے نزدیک یہ مسلّم اور ثابت شدہ امر ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد کوئی نبی آنے والا ہی نہیں۔ یا کم از کم مصنّف صاحب ہی نے ان نمبروں سے پہلے اس امر کو ثابت کیا ہے۔ یا کم از کم سیّدنا حضرت فضل عمر خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہٖ نے اس مسئلہ پر فیصلہ کن کتابیں لکھدی ہوئی ہیں۔ انہی کا مصنّف صاحب نے جواب دیدیا ہے۔؟ تو پھر یہ غلط عقل نہیں تو اور کیا ہے ؟..... تو کیا احمدی اصحاب کسی صاحب کے کہنے پر اپنے اس مسیح کے ارشادات صریحہ کو (جس کو خدا نے نبی اور حکم اور عدل بنا کر بھیجا ہے۔ اور جس کو خداوند تعالےٰ نے فرمایا۔ انت منی بمنزلۃ توحیدی و تفریدی اور فرمایا ہے قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ اور جس کے متبع ہونے سے وہ فیج اعوج سے نکل کر بارشاد آنحضرت صلعم صحابہ رضؓ کے ہمرنگ ہو گئے) چھوڑ سکتے ہیں۔ کیا فیج اعوج میں ملاں صاحبان نہیں تھے ؟ اور کیا وہ اپنی باتوں کو کتاب و سنت کیساتھ ثابت شدہ ظاہر نہیں کیا کرتے تھے۔

ختم نبوت | اسی طرح آپ ختم نبوّت پر غور فرمائیں کہ حضرت مسیح موعود اور آپ کے اتباع خاتم النّبیّین کو معنے آخری نبی کے ہرگز نہیں لیتے۔ بلکہ اسکے معنے نبیوں کی مُہر کرتے ہیں۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود کے بیان کردہ معنے نبوّت کے حوالوں میں گذر چکے ہیں۔ اب اگر مصنّف صاحب نے یہ معنے ختم نبوّت کے لئے ہیں۔ تو بیشک یہ ثابت شدہ ہیں مگر ان سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا۔ کہ پھر آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔ بلکہ ان کی رُو سے تو جائز بلکہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے بعد بہت یا ایک جری اللہ فی حلل الانبیاء آئے جو کہ جمع کے برابر ہو۔ اور اگر آخری ہونے کے معنے مراد ہیں۔ تو پھر بیشک ان سے لازم آئے گا

کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہ آئے۔ لیکن یہ ہرگز ثابت نہیں نہ اس کتاب میں نہ واقعہ میں اور نہ احمدیوں کے نزدیک بلکہ ان کو ثابت شدہ کہنا خالص افترا اور دروغ گوئم بر روئے تو کا مصداق ہے۔

بلکہ عجیب طرفہ یہ ہے کہ یہ وہ معنے ہیں جنکی تردید سید محمد احسن صاحب احمدی اپنی تصنیفات اور تقریرات میں پہلے سے کر چکے ہیں جن کی طرف اب یہ رسالہ منسوب ہے

ظلّی نبوّت اسی طرح آپ ظلّی نبوت پر غور کریں۔ کہ اس کو کہا جاتا ہے کہ وہ حقیقت میں نبوّت نہیں۔ حالانکہ حضرت مسیح موعود نے ہی یہ اصطلاح رکھی ہے۔ اور قرآن مجید اور احادیث میں اس کا کوئی ذکر نہیں۔ اور حضرت صاحب نے اس کے یہ معنے کئے ہیں۔ کہ آنحضرت کے فیض سے اور آپ کے واسطہ سے جو نبوّت ملے اس کو ظلّی نبوّت کہنا چاہیئے۔ حالانکہ یہ ظاہر ہے کہ خواہ بلاواسطہ چیز ملے یا باواسطہ وہ چیز تو وہی چیز ہے کسی کے واسطہ سے ملنے سے نہ چیز اور ہو جاتی ہے اور نہ اس کی حقیقت بدل جاتی ہے۔ اور نہ وہ موجود چیز معدوم ہو جاتی ہے۔ اور نہ شئے سے وہ لاشئے ہو جاتی ہے۔ اگر زید کو روپیہ عمر کے واسطہ سے ملا ہے تو وہ زید کا روپیہ روپیہ ہی رہیگا اور اس کی وہی قیمت ہو گی۔ اور رہے گی جو کہ روپیہ کی ہوتی ہے تو پھر نبوّت ظلی میں کیوں اسکے خلاف کیا جاتا ہے اور کیوں حضرت صاحب جو کہ اس اصطلاح کے بانی ہیں۔ خود ان کے کلام میں ان کے بیان کردہ معنوں کو ترک کر کے اور معنے از خود کئے جاتے ہیں۔ پھر طرفہ تر یہ ہے کہ اسی کتاب کے صفحہ ۱۳ پر خود بدولت بھی ظلّی اور بروزی کے معنے کرتے ہیں یعنے بہ سبب غلامی حضرت نبی کریم کے عطا ہوئے ہیں" اب کوئی ان سے دریافت تو کرے کہ کیا بہ سبب عطا ہونے سے قلب ماہیت ہوا کرتا ہے کہ خداوند تعالےٰ نے عطا تو نبوّت کی۔ پر اس سبب نے اسکی ماہیت بدل دی۔ کہ اب وہ حقیقۃً نبوت نہیں رہی۔ یا مطلقاً بہ سبب میں تو قلب ماہیت کی خاصیت نہیں۔ لیکن یہ سبب غلامی کے" جو ہے اسمیں یہ اثر ہے اور اسکے اثر سے جو نبوّت خداوند تعالےٰ نے حضرت مسیح موعود کو دی تھی۔ وہ نبوت حقیقۃً نہ رہی یا کاس کردہ تیں

نحوست کا الزام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات پر لگایا جاتا ہے۔ کہ مطلق یہ سبب سے کبھی کچھ نہیں ہوتا۔ اور نہ بسبب کسی کی غلامی کے یہ قلب ماہیت ہوتا ہے لیکن آنحضرت کی غلامی ایسی آفت ہے کہ بسبب اسکے جو چیز عطا ہو خواہ عطا کرنے والا قادر ذوالجلال ہی کیوں نہ ہو۔ پر اس عطا شدہ چیز کی ماہیت کا ضرور ہی انقلاب ہو جائیگا اسی وجہ سے خدا نے جو نبوت مسیح موعود کو عطا کی تھی۔ وہ گو نام کی نبوت ہو۔ پر کام کی نبوت نہیں کیونکہ یہ نبی کریم کی غلامی کے سبب ملی ہے اور اسنے اسکی ماہیت ہی قلب کر دی ہے یہ بات بالکل سمجھ میں نہیں آتی۔ کہ ایک طرف ظلی اور بروزی کے یہ معنے خود کرنے کہ بسبب غلامی حضرت نبی کریم کے عطا ہو۔

جس سے صاف صاف معلوم ہوتا ہے کہ جو چیز عطا ہوئی ہے وہ حقیقتاً اب بھی وہی چیز ہے۔ اگر نبوت عطا ہوئی ہے تو اب بھی وہ حقیقتاً نبوت ہے۔ اور دوسری طرف خود ہی کہتے ہیں وہ مسئلہ بروز صرف سمجھنے کے لئے ہوتا ہے نہ احکام قطعی اسپر متفرع کرنے کے لئے ۱۱ صفحہ ۵۳

جب بروز میں کوئی چیز عطا ہو اور فقط اسقدر اضافہ ہو کہ آنحضرت کی غلامی کے سبب عطا ہو۔ پھر نہ تو اس عطا شدہ شے کی حقیقت اور ہو جاتی ہے اور نہ عطا ہونے کے بعد یہ کہہ سکتے ہیں کہ اسکا حصول حقیقۃً نہیں مجازی ہے۔ تو پھر اسپر احکام کیوں مرتب نہ ہوں اور کیوں وہ محض سمجھنے کے لئے ہے۔

اسی طرح یہ کہنا کہ حضرت مسیح موعود نے نبی ہونے کا دعویٰ نہیں کیا کیسا خلاف واقعہ امر ہے۔ ہمارے سید محمد احسن صاحب احمدی تو ایسے لوگوں کے حق میں یہ مصرعہ اکثر پڑھا کرتے تھے ؎ کہ چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد نمونہ کے طور پر ہمنے حضرت مسیح موعود کے چند حوالے نقل کر دیئے ہیں۔

خلاصۂ اعتراض تریاق القلوب صفحہ ۱۵۷ میں لکھا کہ یہ ایک جزئی فضیلت ہے جو غیر نبی کو نبی پر ہو سکتی ہے اور ریویو جلد اول نمبر ۶ صفحہ ۲۵۷ میں ہے خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا۔ جو اس پہلے مسیح سے تمام شان میں بہت بڑھکر ہے

الجواب - یہ اسی قسم کا تناقض ہے کہ جیسے براہین احمدیہ میں مینے یہ لکھا تھا۔ کہ مسیح ابن مریم آسمان سے نازل ہوگا۔ مگر بعد میں لکھا کہ آنے والا مسیح میں ہی ہوں ۔۔۔ ۔۔۔ مگر چونکہ ایک گروہ مسلمانوں کا اس اعتقاد پر جما ہوا تھا۔ اور میرا بھی یہی اعتقاد تھا ۔۔۔ اسلئے مینے خدا کی وحی کو ظاہر پر حمل کرنا نہ چاہا ۔۔۔ لیکن بعد اسکے بارش کی طرح وحی الٰہی نازل ہوئی کہ وہ مسیح جو آنے والا تھا تو ہی ہے ۔۔۔ اور خدا کے چمکتے ہوئے نشان میرے پر جبر کرکے مجھے اس طرف لے آئے کہ آخری زمانہ میں مسیح آنیوالا میں ہی ہوں ۔۔۔ اسی طرح اوائل میں میرا یہی عقیدہ تھا کہ مجھکو مسیح ابن مریم سے کیا نسبت ہے۔ وہ نبی ہے اور خدا کے بزرگ مقربین میں سے ہے۔ اور اگر کوئی امر میری فضیلت کی نسبت ظاہر ہوتا۔ تو میں اسکو جزئی فضیلت قرار دیتا تھا مگر بعد میں جو خدانعالے کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی۔ اس نے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا۔ اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا۔ مگر اس طرح سے کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی ۔۔۔ میں خداتعالے کی تئیس برس کی متواتر وحی کو کیونکر رد کر سکتا ہوں ۔۔۔ میں تو خداتعالے کی وحی کا پیروی کرنے والا ہوں۔ جب تک مجھے اس سے علم نہ ہوا۔ میں وہی کہتا رہا جو اوائل میں مینے کہا۔ اور جب مجھ کو اسکی طرف سے علم ہوا۔ تو مینے اسکے مخالف کہا۔ میں انسان ہوں مجھے عالم الغیب ہونے کا دعوےٰ نہیں۔ بات یہی ہے جو شخص چاہے قبول کرے یا نہ کرے (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۸-۱۵۰)

ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم رسول اور نبی ہیں ۔۔۔ خدانعالے جس کے ساتھ ایسا مکالمہ مخاطبہ کرے۔ کہ جو بلحاظ کمیت وکیفیت دوسروں سے بہت بڑھکر ہو۔ اور اس میں پیشگوئیاں بھی کثرت سے ہوں اسے نبی کہتے ہیں۔ اور یہ تعریف ہم پر صادق آتی ہے پس ہم نبی ہیں۔ (بدر ۵ ؍ مارچ ۱۹۰۸ء)

میں اسکا رسول یعنی فرستادہ ہوں مگر بغیر کسی نئی شریعت اور نئے نام کے (نزول المسیح صفحہ ۲ و ۳)

اسنے میرا نام نبی رکھا ہے سو میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں (مکتوب آخری مندرجہ اخبار عام ...

انگریز - آپ اپنے نبی ہونیکا ثبوت دیں۔

مسیح موعود - ہمارے نبی ہونے کے وہی نشانات ہیں جو توریت میں مذکور ہیں - میں کوئی نیا نبی نہیں ہوں پہلے بھی کئی نبی گزرے ہیں جنہیں تم لوگ سچے مانتے ہو۔ (بدر ۹ اپریل ۱۹۰۸ء)

میں اسکی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جیسا کہ اس نے ابراہیم سے مکالمہ مخاطبہ کیا۔ اور پھر اسحاق سے اور اسمٰعیل سے اور یعقوب سے اور یوسف سے اور موسیٰ سے اور مسیح ابن مریم سے اور سب کے بعد ہمارے نبی صلعم سے ایسا ہمکلام ہوا کہ آپ پر سب سے زیادہ روشن اور پاک وحی نازل کی۔ ایسا ہی اسنے مجھے بھی اپنے مکالمہ مخاطبہ کا شرف بخشا ..... اور میں اس پر ایسا ہی ایمان لاتا ہوں جیسا کہ خدا کی کتاب پر (تجلیات الٰہیہ صفحہ ۲۴)

نبی کے حقیقی معنی پر غور نہیں کی گئی - نبی کے معنے صرف یہ ہیں کہ خدا سے بذریعہ وحی خبر پانے والا اور شرف مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ سے مشرف ہو۔ شریعت کا لانا اسکے لئے ضروری نہیں اور نہ ہی یہ ضروری ہے کہ صاحب شریعت رسول کا متبع نہ ہو۔ (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۱۳۸)

ہم خدا کے ان کلمات کو جو نبوت یعنی پیشگوئیوں پر مشتمل ہوں ۔ نبوت کے اسم سے موسوم کرتے ہیں۔ اور ایسا شخص جس کو بکثرت ایسی پیشگوئیاں بذریعہ وحی دی جائیں ..... اسکا نام نبی رکھتے ہیں۔ (چشمہ معرفت ۱۸۰)

مکالمہ مخاطبہ کی کثرت کیا بلحاظ کمیت کیا بلحاظ کیفیت کی وجہ سے نبی کہا گیا ہے .. .. خدا تعالےٰ کی طرف سے ایک کلام پاکر جو غیب پر مشتمل زبردست پیشگوئیاں ہوں۔ مخلوق کو پہنچانے والا اسلامی اصطلاح کی رُو سے نبی کہلاتا ہے۔ (حجۃ اللہ صفحہ ۲)

میرے نزدیک نبی اس کو کہتے ہیں جس پر خدا کا کلام یقینی قطعی بکثرت نازل ہو۔ جو غیب پر مشتمل ہو۔ (تجلیات صفحہ ۲۶)

جس شخص کو بکثرت مکالمہ و مخاطبہ سے مشرف کیا جاوے اور بکثرت امور غیبیہ اس پر ظاہر کئے جائیں وہ نبی کہلاتا ہے (حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۰)

جب خدا کسی سے بکثرت ہمکلام ہو۔ اور اپنی غیب کی باتیں کثرت سے اسپر ظاہر کرے

تو یہ نبوت ہے (البلاغ المبین صفحہ ۲۰)

خدا کی یہ اصطلاح ہے۔ جو کثرت مکالمات و مخاطبات کا نام اس نے نبوت رکھا ہے (چشمہ معرفت صفحہ ۳۲۵)

جبکہ وہ مکالمہ و مخاطبہ اپنی کیفیت اور کمیت کی رو سے کمال درجہ تک پہنچ جائے۔ اور اسمیں کوئی کثافت اور کمی باقی نہ ہو۔ اور کھلے طور پر امور غیبیہ پر مشتمل ہو۔ تو وہی دوسرے لفظوں میں نبوت کے نام سے موسوم ہوتا ہے۔ جس پر تمام نبیوں کا اتفاق ہے (الوصیۃ صفحہ ۱۲)

پس اس طرح پر بعض افراد امت نے باوجود امتی ہونے کے نبی ہونے کا خطاب پایا ... یہی معنے اس فقرہ کے ہیں۔ جو آنحضرت صلعم نے مسیح موعود کے حق میں فرمایا کہ نبی اللہ و امامکم منکم یعنے وہ نبی بھی ہے اور امتی بھی ہے (الوصیۃ صفحہ ۱۳)

جس جس جگہ مینے نبوت یا رسالت سے انکار کیا ہے۔ صرف ان معنوں سے کیا ہے کہ میں مستقل طور پر کوئی شریعت لانیوالا نہیں ہوں۔ اور نہ میں مستقل طور پر نبی ہوں۔ مگر ان معنوں سے کہ مینے اپنے رسول مقتدا سے باطنی فیوض حاصل کر کے اور اپنے لئے اسکا نام پاکر اسکے واسطہ سے خدا کی طرف سے علم غیب پایا ہے رسول اور نبی ہوں۔ (ایک غلطی کا ازالہ صفحہ ٦)

وہ خاتم الانبیاء ہے۔ مگر ان معنوں سے نہیں کہ آیندہ اس سے کوئی روحانی فیض نہیں ملے گا۔ بلکہ ان معنوں سے کہ وہ صاحب خاتم تھے۔ بجز اسکی مُہر کے کوئی فیض کسی کو نہیں پہنچ سکتا۔ ... بجز اسکے کوئی نبی صاحب خاتم نہیں۔ ایک وہی ہے جسکی مہر سے ایسی نبوت بھی مل سکتی ہے۔ جس کے لئے امتی ہونا لازمی ہے۔ ... مستقل نبوت آنحضرت صلعم پر ختم ہو گئی ہے مگر ظلی نبوت جس کے معنے ہیں کہ محض فیض محمدی سے وحی پانا وہ قیامت تک باقی رہے گی۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۷-۲۸)

مصفّے غیب حسب منطوق آیت نبوت اور رسالت کو چاہتا ہے۔ اور وہ طریق براہ راست بند ہے اسلئے ماننا پڑتا ہے کہ اس موہبت کے لئے محض بروز اور ظلیت اور فنا فی الرسول کا دروازہ کھلا ہے (ایک غلطی کا ازالہ صفحہ ۳ حاشیہ طبع اول)

اگرچہ اس امت کے بعض افراد مکالمہ و مخاطبہ الہیہ سے مخصوص ہیں۔ اور قیامت

تک مخصوص رہینگے۔ لیکن جس شخص کو بکثرت اس مکالمہ و مخاطبہ سے مشرف کیا جائے۔ اور بکثرت امور غیبیہ اس پر ظاہر کئے جائیں۔ وہ نبی کہلاتا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۱۳۰۰ برس ہجری میں کسی شخص کو آجتک بجز میرے یہ نعمت عطا نہیں کی گئی ۔ ۔ ۔ ۔ اس حصہ کثیر وحی الٰہی اور امور غیبیہ میں اس امت میں سے میں ہی ایک فرد مخصوص ہوں۔ اور جسقدر مجھ سے پہلے اولیاء ابدال اور اقطاب اس امت میں گذر چکے ہیں۔ ان کو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا پس اسوجہ سے نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا۔ اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں۔ کیونکہ کثرت وحی اور کثرت امور غیبیہ اسمیں شرط ہے۔ اور وہ شرط ان میں پائی نہیں جاتی ۔ ۔ ۔ ۔ اگر دوسرے صلحاء جو مجھ سے پہلے گذر چکے ہیں وہ بھی اسقدر مکالمہ و مخاطبہ الہیہ اور امور غیبیہ سے حصہ پالیتے۔ تو وہ بھی نبی کہلانے کے مستحق ہو جاتے (حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۰ و ۳۹۱)

اللہ جل شانہ نے آنحضرت صلعم کو صاحب خاتم بنایا یعنے آپ کو افاضہ کمال کے لئے مُہر دی۔ جو کسی اور نبی کو ہرگز نہیں دی گئی۔ اسی وجہ سے آپ کا نام خاتم النبیین ٹھہرا یعنے آپکی پیروی کمالات نبوت بخشتی ہے۔ اور آپکی توجہ روحانی نبی تراش ہے (حقیقۃ الوحی صفحہ ۹۷ حاشیہ)

ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین اسکے معنے یہ ہیں کہ لیس محمد ابا احد من رجال الدنیا ولکن ھو اب الرجال الاخرۃ لانہ خاتم النبیین ولا سبیل الیٰ فیوض اللہ من غیر توسطہ (ایک غلطی کا ازالہ صفحہ ۳-۴)

علماء کو ختم نبوت کا مفہوم سمجھنے میں غلطی ہوئی ہے۔ قرآن میں خاتم النبیین جو آیا ہے اور جس پر الف لام بھی پڑے ہیں۔ اس سے بھی صاف معلوم ہوتا ہے کہ شریعت لانیوالی نبوت سب بند ہو چکی ہے۔ پس اب اگر کوئی نئی شریعت کا مدعی ہو گا۔ وہ کافر ہے (تقریر مسیح موعود از الحکم ۲ فروری ۱۹۰۳ء)

ہمارے الہامات میں جو نبی آیا ہے تو یہ شرطیں ساتھ رکھتا ہے اوّل یہ کہ نئی شریعت

نہیں لایا۔ دوسرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے ہے (الحکم ۳ر فروری ۱۹۰۳ء)

فاضل جلیل مولانا امروہی نے بڑی مسجد میں ۲۴ر جنوری کو جمعہ پڑھایا۔ خطبہ میں وعظ اس آیت پر ایک گھنٹہ تک فرمایا۔ واذ اخذ اللہ میثاق النّبیین لمآ اٰتیتکم من کتاب وحکمۃ ثم جاءکم رسول مصدق لّما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ۔ اس میں یہ نکتہ دلچسپ تھا کہ عہدنامہ کے رسول حضرت خاتم النّبیّین پر ایمان لانے۔ اور ان کی نصرت کرنے کا تمام انبیاء سے عہد لیا گیا تھا۔ اب انبیاءؑ تو فوت ہو چکے۔ پس ایک ہی جری اللہ فی حلل الانبیاء آگیا۔ جو موسیٰ بھی ہے عیسیٰ بھی ہے آدم بھی ہے نوح بھی ہے ابراہیم بھی ہے یوسف بھی ہے وہ اس مبارک ذات پر ایمان لایا اور اسکی نصرت کر رہا ہے اور اس طرح پر اسکے معانی میں کوئی اختلاف نہیں رہتا۔
(بدر ۶ر فروری ۱۹۰۸ء)

جو شخص مجھے دل سے قبول کرتا ہے۔ وہ دل سے اطاعت بھی کرتا ہے۔ اور ہر ایک حال میں مجھے حَکَم ٹھہراتا ہے اور ہر ایک تنازعہ کا فیصلہ مجھ سے چاہتا ہے۔ مگر جو شخص مجھے دل سے قبول نہیں کرتا۔ اسمیں نخوت اور خود پسندی اور خود اختیاری پاؤ گے پس جانو کہ مجھ میں سے نہیں۔ کیونکہ وہ میری باتوں کو جو مجھے خدا سے ملی ہیں۔ عزت سے نہیں دیکھتا اسلئے آسمان پر اسکی عزت نہیں۔ (اربعین نمبر ۳ صفحہ ۲۸)

اور جس قسم کا ظلّی مصنّف صاحب لکھتے ہیں۔ جس پر کوئی حکم مرتب نہیں ہوتا۔ بلکہ محض سمجھانے کے لئے ہوتا ہے حضرت مسیح موعود کی تحریرات میں قطعاً موجود نہیں۔

مسیح موعود کہنے سے آنحضرتؐ کی ہتک نہیں۔ بلکہ شان بڑھتی ہے

پس یہ غلط ہے کہ ان معنوں والے ظلّی کا حضرت مسیح موعود نے دعویٰ کیا ہے اور یہ بھی غلط ہے کہ حضرت مسیح موعود کو نبی کہنے سے آنحضرتؐ کی ہتک کا شبہ ہوتا ہے۔ اور کہ اسی وجہ سے یہ لا تقولوا راعنا کی رُو سے ممنوع ہے۔ کیونکہ اگر اسمیں آنحضرت کی ہتک تھی۔ اور اسوجہ سے اس کا اطلاق حضرت مسیح موعود پر ممنوع تھا۔ تو پھر

خداوند تعالےٰ نے اپنی وحی میں (جس پر خدا کا مسیح اسی طرح ایمان لانے کا اظہار فرماتا ہے جس طرح کہ قرآن مجید پر ایمان لاتا ہے) کیوں مسیح موعود کو نبی اور رسول فرمایا

جیسا کہ حضرت مسیح موعود خود فرماتے ہیں۔ اس نے میرا نام نبی رکھا ہے۔ سو میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں۔ آخری خط مندرجہ اخبار عام)

اور کیوں نبی کریمؐ نے خود آپ کو نبی کے لفظ سے یاد فرمایا۔ جیسا کہ خود حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔ جو آنحضرت نے مسیح موعود کے حق میں فرمایا کہ نبی اللّٰہ و اما مکم منکم (الوصیۃ)

کیا خداوند تعالےٰ نے خود اپنے پیارے اور معزز ترین نبی کی ہتک کی اور لوگوں کو سکھلائی۔ اور اسکی تعلیم و ترغیب دی۔ اور سب سے پہلے خود ممنوع امر کا ارتکاب فرمایا۔ اور کیا آنحضرت نے خود اپنی ہتک کی۔ اور اسکی تعلیم اور ترغیب دی۔ اور اس عجیب و غریب سنت کو جاری فرمایا۔ اور جس امر کو خداوند تعالےٰ نے منع فرمایا تھا منع کے خلاف خود پہلے اسکو کر کے دکھلایا ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ وہاں پر ظلّی نبی مراد ہے۔ تو اوّل تو وہاں کہیں ظلّی کا لفظ موجود نہیں۔ اور نہ ان معنوں کا ظلّی کبھی خدا و رسول کے کلام میں آیا یا لیا گیا ہے۔ اور اگر آیا تو نہیں مگر نبی اور رسول سے مراد یہ لیتے ہو کہ ظلّی نبی اور ظلّی رسول تو پھر ظلّی کے وہ معنے ہیں۔ جو کہ خود حضرت مسیح موعود نے بیان فرمائے۔ اور ان معنوں کی رُو سے ظلّی نبی اور ظلّی رسول حقیقت میں نبی اور رسول ہے۔ اور اگر کہو کہ ہم وہ نہیں لیتے۔ بلکہ وہ ظلّی لیتے ہیں۔ جو ہمارے نزدیک ہے تو پھر اس کا ثبوت کیا ہے؟

دوم۔ پھر یہ ساری محنت تمہاری برباد جاتی ہے کیونکہ حضرت مسیح موعود کو ظلّی نبی اپنے معنوں کے لحاظ سے بنانے کی تم نے کوشش اسلئے کی ہے تاکہ خدا کے کلام میں مبشرا برسول الخ جو آیا ہے اسکے مصداق آپ نہ ہو سکیں۔ کیونکہ آپ ظلّی رسول ہیں۔ ظلّی رسول کلام الٰہی میں نہیں لے سکتے بلکہ وہ لینگے جو حقیقی رسول ہو۔ اور جب آپ رسول کے مصداق نہ ہوئے تو اسمہ احمدؐ والی ساری پیشگوئی سے

مصداق نہ ہو سکے۔

مگر جب آپنے اقرار کر لیا۔ کہ خدا کی وحی اور اسکے کلام میں اور آنحضرت کے کلام میں جس کی شان میں ہے کہ وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ نبی اور رسول سے ہمارے معنوں والا ظلی نبی اور ظلی رسول مراد ہے تو پھر مبشراً برسول الخ میں بھی ظلی رسول مراد ہو سکتا ہے اور محض کلام الٰہی ہونے سے یہ ضروری نہیں رہتا۔ کہ رسول سے غیر ظلی ہی رسول مراد ہو۔ پس اس صورت میں سارا ساختہ پرداختہ ھباءً منثوراً ہو گیا۔

اور اگر اس طرح کی ہتکوں کے شبہات سے استعمال لفظ ممنوع ہو جاتا۔ تو پھر پہلے تو حضرت موسیٰ اور آنحضرت صلعم کے درمیان جس قدر انبیاء و رسل آئے ہیں۔ جو کہ موسوی شریعت کے پیرو تھے۔ اور کوئی نئی شریعت نہیں لائے۔ ان کو نبی اور رسول کے نام سے یاد نہ کیا جاتا بلکہ ان کو خلیفہ اور مجدد ہی کہا جاتا۔ کیونکہ وہ حضرت موسیٰ کے خلیفہ تو بہر حال تھے ہی جیسا کہ حدیث میں بھی آیا ہے کہ کانت بنو اسرائیل تسوسھم الانبیاء کلما ھلک نبی خلفہ نبی الخ اور مجدد بھی تھے۔ کیونکہ نئی شریعت تو لائے نہ تھے۔ اور تورات کی شریعت ہی کی تائید کرنے والے تھے بحکم یحکم بھا النبیون الذین اسلموا الخ اور ان کو نبی یا رسول کہنے سے یہ شبہ ہو سکتا تھا۔ کہ شریعت موسویہ ختم ہو چکی ہے۔ اور موسیٰ کی طرح یہ کوئی اور شریعت اور دین لانے والے ہیں۔ اور اس میں موسیٰؑ کی ہتک تھی۔ لہٰذا ان کو نبی اور رسول نہ کہنا چاہیئے۔

اسی طرح واتبع ملۃ ابراھیم حنیفاً فبھدٰھم اقتدہ وغیرہ آیات جو کہ اتباع سنن سابقہ پر دال ہیں۔ نہ قرآن مجید میں نازل ہونی چاہیئے تھیں۔ اور نہ مومنوں کو ان کا پڑھنا جائز ہوتا۔ کیونکہ ان میں آنحضرت کی ہتک لازم آتی ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ ان پہلی شرائع کے فقط مجدد ہی ہیں۔ اسی طرح انا اوحینا الیک کما اوحینا الخ اور کما صلیت علی ابراھیم الخ کا زبان پر لانا بھی جائز نہ ہو۔ کیونکہ تشبیہ میں دونوں صورتوں کا احتمال ہوتا ہے کہ مشبّہ افضل ہو۔ یا مشبہ بہ اور مشبہ بہ کے افضل ہونے سے آنحضرتؐ کی توہین ہوتی ہے۔ اور ایسے ذو معنیین الفاظ کے اطلاق سے لا تقولوا راعنا

منع فرماتا ہے۔

یہ عجیب وغریب استدلال تو اندھیر مچا دیگا۔ آگے تو انسان پر غلط بیانی تھی کہ نبوّت کا دعویٰ مسیح موعود ؑ نے نہیں کیا۔ اور ان معنوں سے ظلّی نبی کا دعویٰ کیا ہے۔ جو یہ لیتے ہیں پر اب تو قرآن مجید اور اسکے نازل فرمانے والے خداوند تعالےٰ پر بھی جرأت کردی۔

راعنا پر قیاس ٹھیک نہیں

پھر کہا جاتا ہے کہ اعتبار لفظ کے عموم کو ہوتا ہے تو کیا راعنا کا لفظ عام ہے۔ جو کہ نبی کے لفظ کو بھی شامل ہے۔ اور اگر قیاس ہے تو شارع نے راعنا کی ممانعت کی علت نہیں بتائی۔ اور اگر ممانعت کی وہ علت لیجائے جو کہ مفسّرین کے بیان کردہ سبب نزول اور قصّہ سے معلوم ہوتی ہے تو پھر وہ یہ ہے کہ یہود اس لفظ کو کچھ بگاڑ کر یا بدون بگاڑنے کے اپنی زبان کے لحاظ سے اسکے اور معنے لیکر آپ کو گالی دیا کرتے تھے۔ اور چونکہ صحابہ وغیرہم اسکو آنحضرت ؐ کے سامنے عام طور پر ہمیشہ بولا کرتے تھے تو اس سے ان شریروں کو یہ بولکر گالی دینے کا موقعہ ملجاتا تھا۔ تو وہاں پر ایک تو راعنا کے معنے گالی کے تھے۔ دوم وہ شریر یہود اسکے ساتھ گالی دیا کرتے تھے۔ لیکن یہاں پر نبی کے لفظ کے معنے کوئی بھی گالی کے نہیں۔ اور آنحضرت ؐ کی نبوّت کا ختم ہوجانا اور نئی شریعت اور نیا دین ومذہب اور نئی نبوّت کا شروع ہونا لفظ نبی کے ہرگز معنے نہیں۔ اور نہ کوئی شریر یہاں پر ایسا موجود ہے۔ جو کہ لفظ نبی کے کوئی ایسے معنے لیکر جو کہ گالی ہوں۔ آنحضرت ؐ کو گالی دیتا ہے کہ اس لفظ کو مومنین بھی استعمال نہ کریں۔ تاکہ شریر گالی نہ دے سکیں۔

پھر جب حضرت مسیح موعود ؑ نے نبی ہونے کا بار بار دعویٰ کیا۔ اور خدا اور رسول نے آپکو نبی کہا۔ اور پھر آپکو نبی نہ کہنے اور ہمیشہ مجدّد محدّث ہی کہنے میں کیوں حرج نہیں ضرور ایسا ہی حرج ہے۔ جیسا کہ اسمیں ہے کہ آنحضرت ؐ کو چونکہ خدا نے فرمایا ہے کہ قل انما انا بشر الخ لہٰذا آپ بشر تو ضرور ہی ہیں۔ اور رسول اللہ کہنے میں یہ مشبہ پیدا ہوتا ہے کہ نعوذ باللہ خدا کسی مکان میں ہے جہاں سے آپ کو اس نے بھیجا ہے۔ اور اس میں خدائے قدوس کی سخت ہتک ہے۔ اور لا تقولوا راعنا

ہیں ایسے الفاظ کے استعمال سے منع کیا گیا ہے اسلئے آپ کو فقط بشر ہی کہا جائے۔ اور رسول اللہ نہ کہا جائے۔ یا جیسا کہ اسمیں حرج ہے کہ آپ کو فقط نبی ہی کہا جائے۔ اور خاتم النبیین نہ کہا جائے کیونکہ اسمیں دوسرے انبیاء کی ہتک ہوتی ہے

آنحضرت کو مجدّد کہنا آپکی ہتک نہیں

اور پھران سب نامرغوب باتوں سے بڑھکر یہاں پر یہ بات لکھی ہے کہ آنحضرت صلعم کسی قریب معنے کے رُو سے مجدّد نہیں۔ اور جس نے کسی دُور کے معنوں کی رُو سے آپکو مجدّد کہا ہے۔ اسنے آنحضرت کی توہین کی اور خلاف کتاب اور سنت کیا ہے۔ اور اسکے اس قول کی اتباع بھی قرآن اور حدیث کی رُو سے ممنوع ہے۔

اس سے تو یہ کہنا پڑیگا۔ کہ یہ تصنیف یا کم از کم یہ بات کسی ایسے شخص کی ہے جو کہ خدا کے اس برگزیدہ نبی اور رسول کو جس کو وہ انت بمنزلۃ توحیدی وتفریدی فرماتا ہے۔ اور جو سب سے زیادہ افضل الرّسل کی تعظیم کرنے والا ہے اور جس کو خدا نے حکم عدل اور امام بنایا۔ اور جس کو اس نے فرمایا کہ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ جیسا کہ اس نے افضل الرسل کو فرمایا تھا اور جس کی اتباع سے فیج اعوج سے نکلکر صحابہ کے ہمرنگ ہونے کی آنحضرت نے خود خبر دی ہے) آنحضرت صلعم کی توہین کرنے والا اور قرآن مجید اور حدیث رسول اللہ کا خلاف کرنیوالا بناتا ہے کیونکہ حضرت مسیح موعود ہی نے آنحضرت صلعم کو مجدّد اعظم فرمایا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

"ہر ایک عقلمند کو اقرار کرنا پڑتا ہے کہ اسلام سے کچھ دن پہلے تمام مذاہب بگڑ چکے تھے اور روحانیت کھو چکے تھے اور بالکل مردہ ہو چکے تھے پس ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلّم اظہار سچائی کے لئے ایک **مجدّد اعظم** تھے جو گم گشتہ سچائی کو دوبارہ دنیا میں لائے۔ اس فخر میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوئی بھی نبی شریک نہیں"

اب ناظرین غور فرماویں - کیا آپ کے خیال میں یہ بات آسکتی ہے کہ سید محمد احسن صاحب احمدی تو بجا - کوئی احمدی بھی یہ کہہ سکتا ہے کہ میرا امام اور میرا مسیح اور مہدی آنحضرت کی توہین اور ہتک کرنے والا اور خلاف کتاب اللہ اور خلاف حدیث رسول اللہ کرنے والا تھا

آخرین منہم سے آنحضرت کی بعثت ثانیہ اور مسیح موعودؑ کی نبوت کا ثبوت

اسی طرح یہ کہنا کہ آخرین کا عطف خواہ کسی پر کرو - اس سے دوسرا نبی ثابت نہیں ہوتا اور آخرین کے متعلّم نبی ہونیکے باعث نبی قرار دینے سے لازم آئیگا کہ سب اُمّتی بھی نبی ہوں"

دیکھو یہ کسقدر غلط ہے - کہ آخرین کو متعلّم نبی ہونے کی وجہ سے ہم حضرت مسیح موعود کو نبی کہتے ہیں -

رہا یہ کہ آخرین کا عطف خواہ کسی پر ہو - پھر بھی نبی ایک ہی ہے جو کہ اُمّی نبی ہیں" سو اسکی نسبت غور کرنا چاہئے کہ ایک ہی ہے تب ہی تو ہم کہتے ہیں کہ پھر آخرین میں ضرور کوئی دوسرا نبی اور رسول آنا چاہئے - کیونکہ ہر ایک ان تینوں عطفوں سے جو کہ تفسیر فتح البیان سے مصنّف صاحب رسالہ ہٰذا نے نقل کئے ہیں (یعنے عطف الامیین پر ہو کر یوں معنے ہوئے و یبعثہ فی الاخرین یا یعلمہم یا یزکیہم کی ضمیر پر عطف ہو - اور معنے یوں ہوں و یعلم یا و یزکی اخرین) اور پھر اخرین کو لما یلحقوا بہم کے ساتھ مقید کیا جانا اور احادیث صحیحہ کا صاف بتا دینا کہ آنحضرت کا زمانہ پانے والے بھی ٹھیک ہوئے اور مہدی کا زمانہ پانے والے بھی ٹھیک ہوئے - لیکن دونوں زمانوں کے درمیان والے فیج اعوج قرار پائے - یہ سب وہ امور ہیں - کہ جن پر نظر کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت کی (جنکا ذکر یہاں پر رسولا کے ساتھ ہوا ہے)

اس آیت میں دو بعثتیں مذکور ہوئی ہیں۔ ایک امیین میں۔ اور دوسری ان آخرین میں جو کہ لما یلحقوا بہم ہیں۔ اور اس گروہ میں سے نہیں جو کہ آپ کی امت میں داخل ہیں اور ان میں علماء ہر قسم کے اور صوفیا بھی ہوتے رہے ہیں۔ جو قرآن و حدیث انکو سناتے اور وعظ و نصیحت کرتے رہے ہیں۔ مگر پھر بھی وہ فیج اعوج ہی رہے اور ان کے ہمرنگ ہونگے جن میں آنحضرت صلعم کی پہلی بعثت ہوئی تھی۔ اور اسی بعثت کے باعث امیین اور آخرین خیر ہو گئے اور اسی بعثت کے نہ ہونے سے درمیانی فیج اعوج ہو گئے اور یہ بھی ثابت ہو گیا کہ اس بعثت ثانیہ سے اسی قدر مراد نہیں کہ آپکی نبوت شامل اور ممتد اور عام ہے اور نہ علماء اولیاء مجددین کی وساطت سے آپکے فیض کا پہنچنا کیونکہ یہ تو درمیانی لوگوں میں بھی تھا۔ پر ان دو بعثتوں والوں جیسے نہ ہوئے حالانکہ حق یہ تھا۔ کیونکہ آخرین کی نسبت آنحضرت صلعم کے زمانہ سے زیادہ قریب تھے اور بعثت تو یونہی ہو سکتی ہے کہ جس طرح حضور علیہ السلام پہلی دفعہ خدا سے مامور ہو کر امیین میں آئے۔ اسی طرح بذات خود مامور ہو کر دوبارہ ان آخرین میں آئیں۔ جن کی شان مذکور ہو چکی ہے

کیا بعثت فی الامیین کے یہ معنے ہیں کہ آپکا فیض انکو پہنچایا۔ یا یہ کہ علماء کے ذریعہ سے انکو دین سکھلایا گیا۔ پس جب بعثت اولی کے یہ معنے نہیں تو بعثت ثانیہ کے یہ معنے کس طرح ہو سکتے ہیں۔ اور تفسیروں کے موٹے موٹے نام لینے سے کام نہیں چلتا۔ انکی جبری سلطنت کا زمانہ گذر چکا ہے اور معلوم ہو گیا ہے کہ یغشی الکذب کے زمانہ میں اور فیج اعوج کے ہاتھوں نے ان کو لکھا ہے اور جب آنحضرت صلعم کی دو بعثتیں قرآن مجید سے ثابت ہوئیں اور دوسری بعثت کے معنے بھی وہی ہیں جو کہ پہلی کے ہیں۔ اور حالت یہ ہے کہ آنحضرت صلعم دنیا سے سفر فرما گئے ہیں اور دوبارہ

قال اللہ تعالیٰ وان کانوا من قبل لفی ضلٰل مبین لہ بوقت نزول اس آیت کے اہل زمانہ آنحضرت۔۔ کو فی ضلال مبین پھنسا ہوا ہونا بیان فرما کر اپنی صفات ملک قدوس عزیز حکیم کا یہ مقتضی ارشاد فرمایا کہ ھو الذی بعث فی الامیین رسولا منہم الایۃ اور اسی امت کے آخرین دوسری بعثت کے لئے یوں ارشاد فرمایا و آخرین منہم لما یلحقوا بہم الایۃ حسب تعلیم مفسرین کے لفظ آخرین کا معطوف ہے امیین پر اسے بعثہ فی الامیین و بعثہ فی آخرین ظاہر ہے کہ آنحضرت کی بعثت اولی امیین میں واقع ہو چکی لیکن آپ ہی کی بعثت جو آخرین میں موعود اس آیت میں ہے وہ ایسے لوگوں میں ہو گی جو امیین سے غیر اور محض دوسرے ہی لوگ ہونگے یعنی علوم فنون کا ... وقت میں بڑا چرچا ہو گا ۔۔۔ یہ امر تو متفق علیہ ہے کہ آنحضرت اپنی قبر مبارک ہے ... [illegible]
[illegible] ... حدیث صحیح متفق علیہ ... سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپکی بعثت آخرین میں ... [illegible]
... عن ابی ہریرہ قال کنا جلوسا عند النبی حین نزلت سورۃ الجمعۃ فتلاھا فلما بلغ و آخرین منہم لما یلحقوا بہم ...

زندہ ہوکر آخرین میں آ نہیں سکتے جیسے کہ قرآن مجید میں پہلے سے خبر دی ہوئی ہے لہذا پہلی بعثت کی طرح دوبارہ آپ بذات خود نہیں آسکتے۔ پس معلوم ہوا کہ آپ کے دوبارہ آنے کے یہی معنے ہیں کہ کوئی ایسا شخص آئے گا۔ جو کہ کانہ ھو ہوگا یہانتک کہ آنحضرت صلعم کے جس طرح حضرت ابراہیم ؑ نے چار کام بتائے تھے۔ کہ یتلوا علیہم ایاتک ویعلمہم الکتٰب والحکمۃ ویزکیہم اور اس آیت میں خداوند تعالےٰ نے بتایا۔ کہ ان چار کاموں والا ابراہیم ؑ کا مانگا ہوا رسول امیّین میں آگیا ہے۔ اسی طرح وہ بھی ان چار کاموں والا ہوگا۔ اسی وجہ سے یہاں پر بتایا۔ کہ بعثت ثانیہ میں بھی یہی چار کام ہونگے اور یہانتک کہ جس طرح سب انبیاء میں سے فقط ایک آنحضرت صلعم ہی کی دعوت اور اطاعت سب اقوام کے لئے شامل اور وسیع تھی۔ اسی طرح اسکی دعوت اور اطاعت بھی سب اقوام کے لئے شامل اور وسیع ہوگی۔ اور جس طرح آنحضرت صلعم نے آکر دنیا سے اٹھے ہوئے ایمان کو دوبارہ آسمان سے لایا تھا۔ اسی طرح وہ بھی آسمان سے ایمان کو لائے گا اور اسی کانہٗ ھو کو بتانے کے لئے اسکی بعثت کو آنحضرت کی دوسری بعثت قرار دیا اور ایسا عظیم الشّان رسول اگر کوئی مستقل طور پر آجاتا تو اس سے آنحضرت صلعم کی شان میں فرق آجاتا۔ اس لئے اسکو آنحضرت کے فیض سے اس مقام کو پانے والا اور روحانی فرزند قرار دے کر پہلے سے متنبّہ کردیا۔

آنحضرت صلعم کا بُروزِ اکمل نبی ہوگا آنحضرت صلعم کو خداوند تعالےٰ نے سراج منیر فرماکر اس بعثت ثانیہ کی ساری حقیقت کھولدی ہوئی ہے جسمانی سراج عالمتاب کے ذریعہ سے ہزاروں شفاف اجسام روشنی دیتے ہیں۔ پر ان میں سے سوائے ایک اعلیٰ درجہ کے شفاف جسم کے اور کوئی بھی ایسا نہیں جو کہ عالمتاب ہو۔ اور سراج عالمتاب کی غیبت کے وقت سراج عالم تاب کا قائمقام ہوکر اسکے کام بجالاسکے۔ اور اسوجہ سے وہ اس شمس اور سراج عالمتاب کے ساتھ مذکور ہونے اور اسکو تثنیہ اور مثنّٰی بنانے کے قابل ہو۔ اور سراج عالم تاب کی طرح مستقل طور پر اپنی ذاتی روشنی سے کوئی دوسرا جسم ایسا نہیں ہوسکتا تھا۔ کیونکہ یہ قاعدہ

کلیہ ہے۔ کہ ہر ایک امر کا اعلیٰ فرد ایک ہی ہُوا کرتا ہے موجود کا اعلیٰ فرد بھی ایک ہی وحدہٗ لاشریک ہے اور عالم کا اعلیٰ فرد بھی ایک ہی ہے لہٰذا جسمانی نور رکھنے والے کا اعلیٰ فرد بھی ایک ہی ہونا چاہیئے۔ اور ہے بھی ایک ہی جس کا نام شمس اور اس کمال کے لحاظ سے اسکا لقب سراج وہاج ہے اور اسی وجہ سے شفاف کا فردِ اعلیٰ جو کہ سراج عالم تاب کا پورا عکس دکھا کر اسی کی طرح عالم تاب اور اس کا قائم مقام بن سکے وہ بھی ایک ہی ہونا چاہئیے اور ہے بھی ایک ہی۔ لہٰذا ضروری ٹھہرا کہ سراج وہاج کا مثنیٰ اور اس کا قائم مقام جو کہ اسکی غیبت کے وقت کام آئے۔ وہ مستقل طور پر اور براہ راست منوّر اور مضی نہ ہو۔ بلکہ سراج وہاج ہی سے فیض پا کر مضیٔ اور منوّر عالم اور جہاں تاب ہو۔ اور یہ وہ ہے۔ جو کہ سراجاً و قمراً منیراً میں قمر منیر کے نام سے اور شمسین میں شمس ثانی کے نام سے ذکر کیا گیا ہے۔ اور یہاں پر یہ نکتہ خوب یاد رکھنا کہ قمر منیر پر شمس کا اطلاق تو بیشک مجاز ہے لیکن منیر کا اطلاق یا مضی عالم اور جہاں تاب کا اطلاق ویسا ہی حقیقت ہی جیسا کہ شمس پر ان کا اطلاق حقیقت ہے گو یہ بھی سچ ہے کہ قمر کا نور اور اسکا عالمتاب ہونا بالذات اور براہ راست نہیں۔ بلکہ شمس سے مستفاد اور اسکی وساطت سے ہے۔ پر اس سے اسکے مضیٔ۔ منیر۔ عالم تاب حقیقۃً ہونے میں فرق نہیں آتا۔ پس سراج عالمتاب کی غیبت کے وقت میں قمر کا اس کا قائمقام بنکر جہان کو روشن کرنا اور سراج عالم تاب کے کام بجا لانا یہ سورج ہی کا طلوع ثانی ہے۔ اسی طرح آنحضرت صلعم روحانی شمس اور سراج منیر ہیں۔ اور آپ کا نور ذاتی ہے۔ اور ذاتی روحانی نور رکھنے والے کے آپ اعلیٰ فرد ہیں اسلئے آپ ایک ہی ہیں۔ اور آپ سے ہزاروں صفائی روحانی رکھنے والے چمک رہے ہیں مگر سوائے اسکے اعلیٰ فرد کے جو کہ قمر کی طرح ایک ہی ہو سکتا ہے اور کوئی بھی عالم عالمتاب اور سب اقوام کو منوّر کرنے والا نہیں ہے

فقط ایک ہی روحانی قمر ہے جو کہ اپنی کمال صفائی کے باعث روحانی شمس کا پورا عکس دکھا سکتا ہے۔ اور اس روحانی شمس کی غیبت کے وقت جبکہ ایسی ظلمت آ جائیگی کہ ایمان ثریّا پر چلا جائے گا۔ اور کلام الٰہی اٹھ جائے گا۔ اور امّت محمدؐ یہود و نصاریٰ

کی طرح ہو جائیگی۔ اسوقت وہ روحانی قمر اس روحانی شمس کا قائمقام بنکر روحانی سورج والے کام کریگا۔ اور اسکی طرح عالمتاب ہوگا اور سب اقوام کو منور کریگا۔ اور جس طرح وہ جسمانی قمر گو حقیقتاً شمس نہیں بلکہ مجازاً ہے مگر منیر و مضی اور عالم تاب حقیقتاً ہے۔ اسی طرح وہ روحانی قمر گو محمد حقیقۃً نہیں بلکہ مجازاً ہے مگر نبی حقیقتاً ہے جو کہ منیر مضی عالم تاب کی طرح روحانی شمس کا نام نہیں مگر باوجود حقیقتاً نبی اور منیر مضی عالم تاب ہونے کے یہ بھی سچ ہے کہ جو کچھ ہے۔ وہ اس روحانی شمس محمد رسول اللہ ہی کا ہے۔ کیونکہ جو ایمان محمد رسول اللہ لائے تھے اور دوری کے باعث ثریا پر چلا گیا تھا۔ اسی کو یہ روحانی قمر مسیح موعود واپس لایا۔ جو کتاب اللہ محمد رسول اللہ لائے تھے اور پھر وہ اُٹھ گئی تھی وہی یہ روحانی قمر پھر لایا اور جو کام محمد رسول اللہ کرتے تھے وہی پھر اسنے آکر کئے اور محمد رسول اللہ ہی کے فیض سے کئے۔ پس اسکا طلوع اسی روحانی شمس کا طلوع ہے۔

اب ناظرین غور فرمائیں کہ یہ سب کچھ حضرت مسیح موعود اور آپ کے خدام کی کتابوں میں لکھا ہوا موجود ہے اور اس سب کو حذف کر کے یہ مصنف صاحب کہتے ہیں کہ نبی ہے تو ایک ہی۔ اور پھر بفرض محال اگر ایک اس آیت سے مسیح موعود ع کی نبوت نہ بھی ثابت ہو تو کیا اس سے آپ کی نبوت کی نفی ہو جاتی ہے۔ یا کیا آپکی نبوت کی یہ ایک ہی دلیل پیش کی گئی ہے جب قرآن مجید اور احادیث آنحضرت صلعم کے بعد نبی کا آنا جائز رکھتے ہیں اور آیات باہرہ مثبت نبوت موجود ہیں تو پھر اگر دوسری کوئی آیت بھی نہ پیش کیجاتی تو بھی کیا آپکی نبوت ثابت نہ ہوتی۔ جیسی کہ اور پہلے انبیاء کی ثابت ہوتی رہی ہے۔

سید صاحب بھی آنحضرت کے بعد نبی کامل آنے کے قائل تھے

ہمارے سید محمد احسن صاحب نے اپنے آخری خطبہ میں جو کہ سیدنا حضرت مسیح موعود کے حضور میں آپ نے پڑھا تھا یہ فرمایا ہے۔

(بدر ۲۳ ر فروری ۱۹۰۸ء) مخدومی سید محمد احسن صاحب نے جمعہ کا خطبہ

ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین پر پڑھا اور فرمایا
کہ اس سے پہلے جو والذین یبلغون رسلت اللہ وارد تنزیل ہے اسمیں یبلغون سے
جو استقبال کو بھی شامل ہے۔ یہ امر ظاہر ہے کہ وحی والہام کا سلسلہ خاتم النبیین کے بعد
بھی جاری رہیگا اور ابلغکم رسلت ربی کی بہت سی مثالیں دیکر بیان فرمایا کہ تبلیغ
رسالات رسل کے لئے مخصوص ہے پس آنحضرت صلعم کے بعد کسی رسول کا آنا ان کے
ختم نبوت کے منافی نہیں۔ کیونکہ اسکے معنے یہ ہیں۔ کہ تمام کمالات و مراتب نبوت اس ذات
مبارک پر ختم ہے۔ اب کوئی درجہ باقی نہیں جو کسی اور کو دیا جائیگا۔ اور انکو نہیں دیا گیا
مشکوٰۃ میں بھی ایک حدیث ہے کہ ثم تکون الخلافۃ علیٰ منہاج النبوۃ جس میں صاف
اشارہ ہے کہ خلیفہ آخری نبی ہوگا۔ پھر اسکے بعد سکوت فرمایا
آپ نے لقد جاءکم یوسف من قبل بالبینٰت فما زلتم فی شک مما جاءکم بہ
حتیٰ اذا ھلک قلتم لن یبعث اللہ من بعدہ رسولاً پڑھکر سمجھایا۔ کہ اس میں
پیشگوئی تھی۔ کہ امت محمدیہ بھی ایک وقت ایسا ہی کہیگی۔ کہ اب نبی سے بعد کوئی رسول
نہ ہوگا۔ حالانکہ حق بات وہی ہے جو حضرت عائشہ کا مذہب ہے کہ قولوا انہ خاتم النبیین
ولا تقولوا انہ لا نبی بعدہ (یہ تو کہو کہ وہ خاتم النبیین ہے مگر اس سے یہ مراد نہیں۔ کہ
اسکے بعد قیامت تک کوئی نبی نہ ہوگا) پھر فرمایا کہ قرآن مجید میں ہے ومن یطع اللہ
والرسول فاولٰئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشھداء
والصٰلحین۔ اب اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت سے صدیق شہید اور صالح ہو جانا
تو سب جانتے ہیں۔ مگر نبی ہونا کیوں ناممکن جانتے ہیں۔ حالانکہ من النبیین اسی آیت
میں مذکور ہے"۔

اور نبوت کا اصل ثبوت ہمیشہ آیات باہرہ ہی ہوا کرتی ہیں تو پھر ایک آیت کریمہ
کی نسبت مجرد دعویٰ کرنے سے کہ اسمیں ایک ہی نبی کا ذکر ہے الخ کس طرح حضرت
مسیح موعود کی نبوت کی نفی ہوسکتی ہے اور یہ کونسا طریق استدلال ہے۔
اب اجمالی رنگ میں میں نے قسم ثانی کے سب بہتانوں کا خاکہ ناظرین کے سامنے

کھینچکر بتا دیا۔ کہ کسقدر وہ مجرّد دعاوی بلا دلیل کا طومار ہے۔ جن سے کچھ ثابت نہیں ہوتا۔
نیز میننے یہ بھی بتا دیا ہے کہ سیدنا فضل عمر خلیفۃ المسیح ثانی نے حضرت مسیح موعود ؑ
کی نبوّت پر فیصلہ کُن بحث کردی ہوئی ہے۔ اب جبتک کوئی اسکی تردید نہ کرے۔ تب
تک اُسکو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ کہے کہ حضرت مسیح موعود نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا
یا آپ نبی نہ تھے۔ ہاں ایک غیر احمدی کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ ہم سے اسکے دلائل
طلب کرے۔ لیکن مصنّف رسالہ ہٰذا تو احمدی ہیں۔

تیسری قسم کے براہین پر نظر

اب میں آپ کو تیسری قسم کے براہین کا حال بتاتا ہوں۔ اُنپر آپ نظر تو کر ہی چکے
ہیں۔ کہ وہ نمبر ۹ و نمبر ۱۰ و نمبر ۴ ہیں۔ جن کا خلاصہ یہ ہے کہ بعد نزول سورہ صف
کی مندرجہ پیشگوئی کے اسلام کے اندرونی اور بیرونی فرقے کسی احمد کے آنے کے
منتظر نہیں رہے پس اس سے ثابت ہوا۔ کہ اسمہ احمد کی پیشگوئی کا مصداق
آنحضرت کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔

اور کہ حضرت حواریین بھی بموجب ب۳ اعمال کے اسکے منتظر رہے۔ لہٰذا اسمہ
احمد کے مصداق حقیقی آنحضرت ہی ہیں۔ اور کہ اس پیشگوئی کے ابتدا میں مصدقًا
لما بین یدی من التورات کا لانا بتاتا ہے کہ حضرت مسیح اس نبی کی بشارت دے
رہے ہیں۔ جس کی بشارت تورات میں حضرت موسیٰ نے بھی دی ہے۔ اور تورات میں
آنحضرت ہی کی بشارت ہے۔ لہٰذا اسکے حقیقی مصداق آنحضرت ہی ہیں۔ اب میں
آپ کو اجمالی رنگ میں بتاتا ہوں کہ یہ باتیں کسقدر غلط اور پھر غیر مفید ہیں۔

پہلی ہی بات کو دیکھیں یہ کسقدر غلط ہے ساری دنیا جانتی ہے۔ کہ یہود (جو کہ
بیرونی فرقوں میں سے ہیں) حضرت مسیح کے آنے سے پہلے تین آنے والوں کے
منتظر تھے۔ ایک ایلیا نبی کے ۲۔ مسیح ۳ وہ نبی کے اور وہ ابتک ان تینوں کے

منتظر ہیں۔ باقی جو پیشگوئی علاوہ تورات کے حضرت مسیح نے آنحضرت صلعم کے بارے میں کی تھی اسکے نہ وہ قائل تھے اور نہ اسکے منتظر تھے اسلئے کہ وہ حضرت مسیح کو نبی نہ مانتے تھے۔ اسی طرح حضرت مسیح نے جو حضرت مسیح موعود کی نسبت پیشگوئی کی تھی وہ اسکے قائل نہ تھے۔ ہاں عیسائی لوگ چونکہ حضرت مسیح کو مانتے تھے اسلئے وہ اس پیشگوئی کے بھی قائل ہوگئے۔ جو کہ حضرت مسیح نے آنحضرت صلعم کے بارہ میں کی تھی لیکن چونکہ جب آنحضرت صلعم تشریف لائے اور اکثر عیسائی آپ کے منکر اور مخالف ہوگئے تھے انہوں نے آنحضرت صلعم والی مسیح کی بشارت کو تاویل کر کے حواریوں پر چسپاں کر دیا۔ اور اس سے منکر ہوگئے۔ کہ حضرت مسیح نے آنحضرت صلعم کی نسبت کوئی بشارت دی ہوئی ہے۔ اور اسی وجہ سے اس عبارت کے ترجموں میں بھی عظیم الشان تغیر کیا گیا۔

لیکن مسیح موعود کے بارے میں جو پیشگوئیاں تھیں انکے وہ قائل رہے لیکن محض اسوجہ سے کہ انمیں اکثر الفاظ ایسے تھے جو کہ خود حضرت مسیح کے دوبارہ آنے پر منطبق تھے۔ اور یہ اس مماثلت کے ظاہر کرنے کے لئے تھا جس کو ظاہر کرنے کے لئے حدیث میں اذا نزل اور ینزل فیکم ابن مریم آیا ہے۔ اور اس پر طرفہ تر یہ تھا کہ عیسائی حضرت مسیح کے زندہ ہو جانے اور زندہ رہنے کے قائل تھے۔ اسلئے انہوں نے اپنے تراجم در تراجم میں اس پیشگوئی کو ایسے الفاظ اور ایسے قالب میں ڈھالا کہ آنے والے کی غیریت کا بالکل شبہ نہ رہے اور صاف صاف خود حضرت مسیح ہی کا دوبارہ آنا ظاہر ہو۔ اور یہ احمد والی پیشگوئی بھی چونکہ مسیح موعود کے لئے تھی اسلئے انہوں نے اسکے ساتھ بھی وہی برتاؤ کیا جو کہ مسیح موعود کی اور بشارتوں کے ساتھ کیا تھا مگر بحیثیت مجموعی ایسی سب پیشگوئیوں کے مصداق کے آنے کے ابتک وہ منتظر ہیں۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ ہم بالخصوص اسمہ احمد کی نسبت کہتے ہیں کہ منتظر نہیں۔ تو پھر ہم دریافت کرتے ہیں کہ اسمہ احمد کی پیشگوئی جب سورہ صف میں نازل ہوئی۔ تو اسوقت کے عیسائی اسکے قائل تھے کہ مسیح نے ایک ایسے رسول کی خبر دی ہوئی ہے جس کا نام احمد ہے۔ یا اسکے قائل نہیں تھے۔ پس اگر قائل ہی نہیں تھے تو پھر انکے انتظار اور عدم انتظار ...

کا سوال ہی کیا ہے۔ اور اگر قائل تھے تو پھر ان چند کو چھوڑ کر (جو کہ آنحضرت پر ایمان لائے تھے) باقیوں نے اس پیشگوئی کی نسبت کیا کیا۔ کیا سب نے مان لیا کہ اس کا مصداق آگیا اور وہ آپ ہی ہیں۔ یا اسکی کوئی تاویل کی اور اسکا مصداق کسی پہلے کو بتایا۔ یا آئندہ آنے والا ظاہر کیا۔ یا یہ کہ باوجود بار بار پیش کرنے کے انہوں نے خاموشی ہی اختیار کی اور کوئی جواب ہی نہ دیا۔ اور یا یہ کہ نہ کسی نے اس کو آنحضرت کے لیئے انکے سامنے پیش کیا اور نہ انہوں نے کوئی جواب دیا۔ ان چاروں صورتوں میں سے پہلی تو بالکل غلط ہے کیونکہ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ آنحضرت اور صحابہ کے سامنے مباحثہ میں اقرار بھی کریں کہ مسیح کی اس اسمہ احمد کی بشارت کے آپ ہی مصداق ہیں اور پھر ایمان نہ لائیں۔ رہا یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم تو یہ بعینھا وجحدوا بھا واستیقنتھا انفسھم الخ کی مانند ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان کے دلوں میں یقین تھا کہ آپ نبی ہیں۔ نہ یہ کہ وہ زبانی اقرار کرتے اور تسلیم کرتے تھے یعرفونہ الخ سے تو اسی قدر ثابت ہوتا ہے کہ آپکی نبوت کا ان کو یقین تھا نہ یہ کہ اسمہ احمد کی بشارت کے مصداق ہونے کا انکو یقین تھا اور پہلے ہم بتا ہی آئے ہیں کہ اسکے سوا آنحضرت کی بشارت بھی انجیل میں موجود تھی نیز کسی حدیث صحیح یا تاریخ معتبرہ سے اس کا ثبوت نہیں ملتا اور مجرد احتمال کام نہیں دیتا۔ اسی طرح دوسری تیسری بلکہ چوتھی صورت کا بھی ثبوت کسی صحیح حدیث یا معتبر تاریخ سے ہرگز نہیں ملتا بلکہ مجرد اسکا بھی ثبوت نہیں ملتا۔ کہ اس آیت کے نازل ہونے پر آنحضرت نے نصاریٰ کے علماء کے سامنے اس کو پیش کیا ہو۔ کہ دیکھو انجیل میں یہ پیشگوئی ہے اور میرا نام احمد ہے پس تم مجھے کیوں نہیں مانتے نہ کسی کا یہ خیال تھا کہ یہ آپکی نسبت ہے اور نہ نصاریٰ ہی اسکے قائل تھے کہ مسیح کے سوا کسی اور احمد رسول کی بشارت مسیح نے دی ہوئی ہے۔ بلکہ العود احمد کے مطابق انہوں نے اسکے معنے ہی یہ کر رکھے تھے کہ مسیح دوبارہ آئے گا ہاں اگر یہ ثابت ہوتا کہ سورہ صف کے نزول تک تو وہ اسمہ احمد والی بشارت کو

کسی اور نبی کے لئے سمجھتے اور اس کی انتظار کرتے رہے تھے لیکن بعد ازاں انتظار نہ رہی تو پھر بھی کچھ بات تھی۔ لیکن یہ نہ اب تک ثابت کیا ہے اور نہ ہی کوئی ثابت کر سکتا ہے۔ اور وہ نبی کا منتظر ہونا وغیرہ اسکو ثابت نہیں کرتا کہ وہ اسمہ احمد کے مصداق کو غیر مسیح یقین کر کے اسکے منتظر تھے۔ اور پھر میں کہتا ہوں کہ اسمہ احمد کی پیشگوئی کی نسبت اگر ثابت بھی ہو۔ کہ وہ عیسائی اسکے قائل تھے کہ اس کا مصداق حضرت مسیح کے سوا کوئی اور آئیگا اور پھر آنحضرت کے آنے کے بعد وہ اس بات کے منتظر نہ رہے تو کیا اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ واقعہ میں اسکے مصداق آنحضرتؐ ہی تھے یا یہ ثابت ہو گیا کہ فی الواقعہ اسکا مصداق حضرت مسیح موعود نہیں۔ کیا وہ بڑے اہم مسائل میں مصلحت وقتیہ کے ماتحت اور کلیسیا کے مشورہ سے تبدیل نہیں کرتے رہے اور

اور بالآخر میں کہتا ہوں کہ کسی پیشگوئی کی صداقت اور تعیین مصداق میں یہ بھی کوئی کتاب وسنت نے شرط لگائی ہوئی ہے کہ فلاں فلاں لوگ یا سب لوگ اس کے منتظر بھی ہوں۔ کیا حضرت ابراہیم نے آنحضرت کی نسبت اور حضرت اسحاق کی اولاد میں انبیاء کی نسبت پیشگوئی نہیں کی ہوئی تھی۔ اور قرآن مجید فرماتا ہے ولقد جاءکم یوسف من قبل . . . حتیٰ اذا ھلك قلتم لن یبعث اللّٰہ من بعدہ رسولاً تو کیا اسکی عدم انتظار کے باعث وہ سب پیشگوئیاں اب صادق نہیں ہو سکتیں۔ یا ان کا مصداق معین نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح یہ کہدینا کہ حضرت حواریین بھی بموجب پ۳ اعمال کے اسکے منتظر تھے (۱) بھی اوّل تو صاف غلط ہے کیونکہ اگر اس سے یہ مراد ہے کہ وہ بھی کسی نبی یا بالخصوص آنحضرتؐ یا کسی مبشّر نبی کے آنے کے قائل تھے تو اس سے کوئی فائدہ نہیں۔ کیونکہ اسمیں کوئی خلاف ہی نہیں اور اگر یہ مطلب ہے کہ خاص اسمہ احمد کی پیشگوئی یا اسکے مصداق کے آنے کے منتظر تھے تو اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ کیونکہ پ۳ اعمال میں اسمہ احمد کا ذکر نہیں۔ پس اگر فلاں آیا انداز بن گول ہر صحیح ہے تو یہ بھی ٹھیک ہے۔

اور اگر یہ کہا جائے کہ برہان نمبر ۱ میں ہمنے اسکی تفصیل کی ہے تو یہ انتظار حضرات حواریین اس تفصیل کے ساتھ ملکر مثبت مدعٰی ہوتا ہے تو اسکی نسبت عرض ہے کہ پہلے تو

ہم انشاء اللہ قسم خامس میں بتائینگے کہ ان کا انتظار اس تفصیل کے ساتھ بھی مثبت مدعی نہیں ہے لیکن یہاں پر ہم اسی قدر کہنا چاہتے ہیں۔ کہ جب اس تفصیل کے سوا یہ کوئی دلیل نہیں تو پھر اسکو بر مان عاشر کہیں اور ایک نمبر زائد کرنے پر کوئی جاہل خریدار ٹھگے نزاید دیدے تو دیدے لیکن عقلمندوں کے نزدیک تو یہ بیشیر نمی خرم کے مصداق ہونے کے علاوہ نہایت قبیح حرکت ہے۔ اور ہوش وحواس قائم رکھتے ہوئے ایسی قبیح حرکت ایک انسان اور پھر عالم اور شریف انسان سے بالکل بعید ہے۔ اسی طرح یہ کہنا کہ مبشراً سے پہلے واذ قال موسیٰ کا آنا یا خود حضرت مسیح کا ومبشراً الخ سے پہلے مصدقاً لما بین یدی من التوراۃ کہنا اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ میں اس نبی کی بشارت دیتا ہوں جس کی بشارت تورات میں موسےٰ نے دی ہوئی ہے۔ اور ایسا نبی کہ جس کی بشارت موسٰے اور عیسٰے دونوں نے دی ہو۔ وہ بجز آنحضرت صلعم کے اور کوئی نہیں ہے۔ لہٰذا اسمہ احمد کے مصداق حقیقی بھی وہی ہیں۔ صریح غلط ہے کیونکہ زبان اور افہام وتفہیم اور دلالت کے قواعد میں نہ یہ داخل ہے کہ جہاں کسی سورت یا کلام میں قریب بعید کسی نبی کا ذکر ہو تو وہ ضرور اس پر دال ہوگا۔ کہ جو بات اس میں مذکور ہوئی ہے یا جو پیشگوئی اس میں مذکور ہوئی ہے اسکو اس نبی نے بھی ذکر کیا ہے یا وہ اسکی کتاب میں بھی ضرور ہے۔ اور نہ یہ کوئی قاعدہ ہے کہ جہاں کہیں کسی کی نسبت تصدیق کا ذکر ہوگا تو جو بات اسکے بعد مذکور ہوگی تو ضرور وہ تصدیق اسپر دال ہوگی۔ کہ مصدق نے بھی اسکو ذکر کیا ہے یا اسکی خبر دی ہوئی ہو اور یہ نہایت کھلی بات ہے کہ ایسا قاعدہ دنیا بھر کے علوم اور کتابوں میں ہرگز موجود نہیں ہے معلوم نہیں کس طرح اس ایجاد بندہ کی جرأت کی گئی ہے۔ اسکے مطابق تو یوں ہوا کہ مثلاً سورہ بقرہ میں ہے قولوا اٰمنا باللّٰہ وما انزل علیٰ ابراھیم واسمٰعیل واسحٰق ویعقوب والاسباط وما اوتی موسیٰ وعیسیٰ وما اوتی النّبیّون من ربّھم۔ اور پھر اسی سورت میں مثلاً گائے کا واقعہ بیان ہوا۔ تو ان انبیاء کا ذکر اس پر دال ہے کہ ان سب انبیاء نے اس واقعہ کو ذکر کیا ہے یا مثلاً اس میں ولن تفعلوا کی پیشگوئی ہے۔ یا واذ یرفع ابراھیم القواعد الخ میں آنحضرت صلعم کی پیشگوئی ہے۔ تو

ان انبیاء کا ذکر کرنا اس پر دلالت کرتا ہے۔ کہ ان دونوں کی نسبت ان سب نبیوں نے پیشگوئی کی ہوئی ہے۔ علیٰ ہٰذ القیاس مصدق بہ کا بھی ایسا ہی حال ہے۔

یہ عجیب منطق ہے کہ ایک ہی سورت میں جب بقرہ کا اور وابعث فیہم رسولًا کا ذکر ہو لہٰذا ثابت ہوا کہ اس رسول کے ساتھ گذر گئے ہونگی۔ باقی رہا یہ کہ پھر مصدقًا لما الخ کے لانیکا کیا فائدہ ہے تو وہ ظاہر ہے۔ کیونکہ یہ قاعدہ ہے کہ تصدیق کا استعمال جب لام کے ساتھ ہوتا ہے تو اسکا فاعل مدخول لام کی بات کو پورا کرنے والا ہوتا ہے اور اسکے مطابق مطلب یہ ہوا کہ جس طرح تورات کی بشارت کو مینے پورا کیا ہے۔ اسی طرح وہ احمد رسول میری اس بشارت کو پورا کریگا۔ اور اگر اسکے مشہور عوام معنے لئے جائیں تو پھر بھی مقصد ظاہر ہے کہ جہاں جہاں یہ لایا جاتا ہے اسکے ساتھ یہی سمجھانا مقصود ہوتا ہے کہ جب یہ کتاب یا یہ نبی تمہاری کتاب کا مصدق ہے تو پھر تم اسکو اور اسکی بات کو کیوں نہیں مانتے۔ بلکہ ضرور ماننا چاہئیے۔ اور یہی سب مقامات میں پایا جاتا ہے اور جو مصنّف بزرگ نے لیا ہے وہ تو دوسرے سب مقامات میں ہرگز نہیں پایا جا سکتا تو پھر دلالت کیسی ہوئی۔

اور پھر اگر یہ صحیح ہوتا بھی تو اس سے یہ لازم آتا کہ اسمہ احمد کی بشارت کا وہ مصداق ہے جس کی نسبت حضرت موسیٰؑ نے بھی بشارت دی ہوئی ہے۔ اور حضرت موسیٰ کے آنحضرت کی بشارت دینے سے یہ لازم نہیں آجاتا۔ کہ اب وہ مسیح موعود کی نسبت بشارت نہ دے سکیں بلکہ ہو سکتا ہے کہ آپ نے جس طرح آنحضرت کی پہلی بعثت کی نسبت بشارت دی ہے اسی طرح آپکی دوسری بعثت کی نسبت بھی دی ہو یا مسیح کی دونوں بعثتوں کی خبر دی ہو۔ مگر واذ قال موسیٰ اور مصدقًا سے یہ نہیں ثابت ہوتا۔ کہ مصنّف رسالہ ہٰذا بھی حضرت موسیٰ کی اس بشارت کو جانتا ہو۔ سیدنا حضرت فضل عمر ایدہ اللہ بنصرہ کے خلافت کے اوائل میں خاکسار کو مکرّمی جناب مفتی محمد صادق صاحب کان اللہ لہ ومعہ کے ساتھ بمبئی کے راستہ حیدرآباد جانے کا اتفاق ہوا۔ اور بعض مسائل کی تحقیق کے لئے یہود کے علماء سے ملنا تھا۔ تو

کوشش کے بعد ایک بڑے یہودی عالم سے ملاقات ہوئی تو اثنائے گفتگو میں اس یہودی فاضل نے یہ بھی بیان کیا کہ ہمارے ہاں دو مسیحوں کی آمد کی خبر ہے ایک تو کوئی بڑی کامیابی حاصل نہ کریگا۔ لیکن دوسرا بڑا کامیاب ہوگا۔ اور یہ بھی کہ اسکے بعد اسکا بیٹا اسکا جانشین اور خلیفہ ہوگا"

اور مکرمی جناب مفتی صاحب نے اس کو نوٹ کر لیا تھا۔ اور دارالامان میں آکر اسکو شائع بھی کر دیا تھا۔ اور واقعہ یہی ہے کہ تورات میں بھی مسیح موعود کی بشارت موجود ہے جیسا کہ پہلے سے شائع ہو چکا ہے۔

غرضیکہ پہلی دونوں باتوں کی طرح یہ بھی غلط بلکہ اغلط ہے اور پھر مفید اور مثبت مدعی بھی نہیں ہے اور یہی دکھانا ہمارا مقصد تھا۔

چوتھی قسم کے براہین پر نظر

اب میں ناظرین کے سامنے چوتھی قسم کے براہین کا حال اجمالی رنگ میں پیش کرتا ہوں۔

آپ ان نمبروں کو دیکھ چکے ہیں۔ ان کا خلاصہ اسی قدر ہے کہ نمبر ا سورہ صف کا صف نام اور اسکی ابتداء میں قتال کا ذکر اس بات کی دلیل ہیں کہ جس نبی کی یہاں پر بشارت ہے وہ جلالی ہے اور احمد بھی جلالی نام ہے اور جلالی نبی آنحضرت ہی ہیں۔ لہذا وہی اسکے مصداق ہیں۔

(۲) احمد کے معنے سزا دہندہ کے ہیں۔ جو کہ جلالی وصف ہے لہذا اسمہ احمدؐ کے حقیقی مصداق آنحضرت ہیں نہ مسیح موعود

(۳) حدیث شفاعت سے ثابت ہے کہ مقام محمود کو اکیلے آنحضرت ہی پانے والے ہیں اور اسکا سر یہی ہے کہ وصف احمدیت میں آپ یگانہ ہیں لہذا الخ

(۴) فتوح الشام میں ہے تبع وغیرہ نے آپکو احمد کہا ہے اور بعض اہل کتاب نے

آنحضرت کو حضرت موسیٰ اور مسیح کی بشارت لکھا ہے۔

اور ایک حدیث میں صفتی احمد ن المتوکل اور بعض میں سمیت احمد اور ابن فارس نے کہا ہے وبہٖ سمی ونبیّنا محمد واحمد ای الہم اللہ اہلہ ان یسموہ بہٖ لما علم من جمیل صفاتہٖ۔ لہذا الخ

(۵) کنز العمال میں آیا ہے انا دعوۃ ابراھیم وبشارۃ عیسےٰ ابن مریم ؎؎؎؎ صفتی احمد ن المتوکل واخرمن لبشرلی المسیح عیسےٰ ابن مریم لی خمسۃ اسماء انا محمد وانا احمد وانا الماحی الخ کان رسول اللہ ﷺ یسمی لنا نفسہٗ باسماء فقال انا محمد وانا احمد الخ لہذا الخ

(۶) بخاری میں ومبشرًا کی تفسیر میں یہ حدیث آئی ہے ان لی اسماء الخ اور حضرت مسیح موعود نے سے زندگی بخش جام احمد ہے۔ فرماتا ہے اور تفسیر اتقان میں ہے قیل لموسیٰ یا موسیٰ انما مثل کتاب احمد الخ اور تفسیر حسینی میں ہے ومژدہ دہندہ ام بفرستادہ کہ می آید بدیں کامل وشرع شامل از پس زمان من کہ نام او احمد است یعنے ستائندہ۔ تفسیر کشاف میں ہے کہ حضرت مسیح نے کہا نعم امۃ محمد حکماء علماء الخ اتقان میں ہے سمی فی القرآن باسماء کثیرۃ منہا محمد واحمد۔ راغب نے کہا ہے وخص لفظ احمد فیما بشر بہٖ عیسےٰ تنبیہًا علیٰ انّہ احمد منہ ومن الذین قبلہ عجائب القصص میں ہے کہ فرمود (آنحضرت) کہ یہودی ابن نجم لبیت۔ روزے مرا تنہا دید گفت اے غلام نام تو چیست گفتم احمد الخ ایضًا ام ایمن گفتہ دو مرد از یہود در میانہ روز آمدند و گفتند احمد را بیروں آور الخ ایضًا سفیان ہزلی گفتہ ناگاہ دیدم کہ سوارے درمیان آسمان و زمین ایستادہ میگوید اے خواب کنندگان برخیزید ایں وقت خواب نیست احمد بیروں آمدہ است۔ لہذا الخ

(۷) نبی کریم نے سب سے زیادہ حمد کی ہے لہذا آپ کا نام دنیا میں محمد اور فرشتوں میں احمد ہوا۔ اور فتح البیان میں ہے انما خصّہ بالذکر لانہ فی الانجیل مسمّیٰ بہذا الاسم ولانہ فی السماء احمد فذکر باسمہ السماوی لانہ احمد النّاس

لربّہ۔ وفی بعض حواشی البیضاوی انہ لہ اربعۃ آلاف اسم ذات نحو سبعین منہا من اسمائہ تعالیٰ لہٰذا الخ

(۸) اگر مسیح موعود حقیقی احمد ہوں اور آنحضرت وصفی طور پر احمد مسلم ہیں۔ اور روح القدس کا تعلق دونوں کے ساتھ لازم۔ پس یہ تین ہوئے۔ محمد عربی احمد۔ جری اللہ ظلی نبی۔ روح القدس اور پھر ایک بھی تو توحید فی التثلیث اور تثلیث فی التوحید لازم آئے گی خصوصاً جبکہ من فرق بینی وبین المصطفیٰ کا حقیقی طور پر لحاظ رکھا جائے لہٰذا الخ

(۹) اگر احمد علم ہے جیسا اکثر والدین اپنی اولاد کے نام رکھا کرتے ہیں اور علم بمنزلہ جامد ہوتا ہے پس اسمیں نہ آنحضرت کی کوئی فضیلت نکلی اور نہ جری اللہ کی اور اگر وصف ہے تو پھر اس وصف میں آنحضرت کا کون مقابلہ کرسکتا ہے۔ لہٰذا الخ

(۱۰) جسقدر کہ اللہ تعالیٰ کے اوصاف جمیلہ اور محامد حمیدہ آنحضرت نے ذکر کئے ہیں ایسے نہ کسی نے کئے اور نہ کریگا پس آپ ہی اسم احمد کے حقیقی سزاوار ہیں لہٰذا الخ جبکہ اسم احمد کا حقیقی سزاوار آپ کے سوا نہ کوئی ہُوا نہ ہوگا۔ تو اسم محمد کا بھی کوئی دوسرا حقیقی سزاوار نہیں ہوسکتا فثبت المدعی وھو المطلوب

(۱۱) سورہ صف کے اخیر میں ہے یاایہا الذین اٰمنوا کونوا انصار اللہ کما قال عیسیٰ بن مریم للحواریین من انصاری الی اللہ۔ آنحضرت کے صحابہ کی ایک قسم کا نام اللہ کی طرف سے انصار رکھنا جلالی رنگ کو ظاہر کرتا ہے۔ اور حواریوں کا نام اللہ نے انصار نہیں رکھا اور اسم احمد بھی جلالی ہے لہٰذا یہ جلالی نبی کی بشارت ہے۔ اور رسولاً میں تنوین تعظیم ہے لہٰذا یہ اسی پر صادق آتا ہے۔ جس کی نبوت دائم اور شامل ہو اور وہ آنحضرت ہیں نہ حضرت مسیح موعود۔ ولو کرہ الکفرون بھی جلال عظیم کو ظاہر کرتا ہے۔ لہٰذا الخ

نمبر۲۲۔ آئینہ کمالات اسلام میں ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ نص مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد اپنے کھلے کھلے الفاظ کے ساتھ بتارہی ہے کہ مسیح کے اس جہان سے جانے کے بعد آنحضرت آئینگے سو اگر مسیح فوت ہوکر گیا نہیں۔

تو پھر آنحضرت آئے بھی نہیں۔ اربعین نمبر ۴ میں فرمایا ہے ہمارے نبی کریم کے دو نام ہیں ایک محمد جو توریت میں ہے۔ جو ایک آتشی شریعت ہے جیسا کہ آیت محمد رسول اللہ الخ سے ظاہر ہوتا ہے۔ دوسرا نام احمد جو انجیل میں آیا ہے جو ایک جمالی رنگ میں تعلیم الٰہی ہے۔ جیسا کہ آیت مبشرا برسول الخ سے معلوم ہوتا ہے پھر آئینہ میں ہے کہ ہمارے نبی کریم کی روحانیت بھی اسلام کے اندرونی مفاسد کے غلبہ کیوقت ہمیشہ ظہور فرماتی رہتی ہے۔ اور حقیقت محمدیہ کا حلول کسی کامل متبع میں ہو کر جلوہ گر ہوتی ہے۔ . . لیکن یہ نزول کسی خاص فرد کے ساتھ مخصوص نہیں ہے صدہا ایسے بزرگ گزرے ہیں جن میں حقیقت محمدیہ متحقق تھی۔ اور عند اللہ ظلی طور پر ان کا نام محمد یا احمد تھا لہٰذا الخ

یہ کوئی قاعدہ نہیں کہ قتال والی سورۃ میں جس نبی کا ذکر ہو وہ جلالی ہو

اب ناظرین پہلے تو غور کریں کہ سورت کا صف نام ہونا اور اسمیں قتال کا ذکر اگر اس بات کی دلیل ہے۔ کہ جس نبی کی اسمیں بشارت مذکور ہی وہ ضرور صف باندھکر قتال کرنے والا ہوگا لہٰذا وہ ضرور ہی جلال والا نبی ہوگا۔ اگر یہ کوئی قاعدہ کلیہ کسی فن اور کتاب کا ہے تو پھر لازم آتا ہے کہ سورہ بقرہ کا (جس میں حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل کی آنحضرت ص کی نسبت بشارت مذکور ہی) بقرہ نام رکھنا اور پھر اسمیں بقرہ کا واقعہ بیان ہونا اسکی دلیل ہو کہ وہ نبی جس کی اسمیں بشارت ہے۔ گوالہ یا بڈ قصاب ہوگا۔ نعوذ باللہ من ہٰذہ الخرافات والھفوات۔ اسی طرح اور بہت سے مفاسد لازم آئینگے۔ پھر اسی عجیب و غریب قاعدہ اور دنیا سے نرالے استدلال کے باعث مصنف صاحب کو ساری دنیا سے نرالی بات کہنی پڑی ہے اور وہ یہ کہ احمد جلالی نام ہے اور اسکے بالمقابل محمد جمالی نام ہے۔ اور اسکی بڑی وجہ یہی بیان کی ہے کہ سورت کا نام اور اسمیں قتال وغیرہ کا ذکر اسکی بیّن دلیل ہے کہ احمد جلالی نام ہے جس طرح کہ یہ اسکی بھی دلیل ہے کہ وہ نبی بھی جلالی ہے۔

ناظرین کو نبی کے جمالی ہونے کی نسبت تو ابھی بتا چکا ہوں اب یہ بتاتا ہوں کہ یہ بھی کسی علم اور کتاب اور خصوصاً علم فصاحت اور بلاغت کا (جس کا اس عجیب و غریب مصنف نے نام لیا ہے) قاعدہ نہیں ہے کہ جب کسی سورت کا نام جلال پر دال ہو اور اس میں جنگ وغیرہ جلالی امور کا بھی ذکر ہو تو اس سورت میں جو نام کسی نبی کا آئے گا وہ ضرور جلالی نام ہوگا۔ اور ہرگز ہرگز کوئی یہ ثابت نہیں کر سکتا اور اگر ایسا ہوتا۔ تو اس سے تو اندھیر ہی مچ جاتا کہ بہت سے جمالی نام جلالی اور بہت سے جلالی نام جمالی ہو جاتے۔ کیا مصنف صاحب نے محمد نام کو محض جمالیت رکھنے والا نہیں قرار دیا پھر دیکھو کہ سورہ فتح کا نام بھی فتح ہے۔ جو کہ جلال پر دال ہے اور اس میں قتال کا بھی ذکر ہے اور پھر اس میں آتا ہے۔ محمد رسول اللہ تو قاعدہ مذکور کے مطابق پھر محمد جلالی نام جلالی نبی کا ہوگا اور اگر جلالی نام نہ ہوا تو بقول مصنف عجیب کے قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت کے خلاف ہو جائے گا۔ پھر عجیب بات یہ ہے کہ اس کو یہ بھی معلوم نہیں کہ کسی نام کے جلالی اور جمالی ہونے کی بناء اس پر ہے کہ فلاں سورت میں مذکور ہو اور نہ اس پر کہ فلاں فلاں امور کے ساتھ مذکور ہو بلکہ اسکا دار و مدار ان معنوں پر ہوتا ہے کہ جن کی رو سے وہ نام رکھا گیا ہے اور بس بلکہ اسکے ماخذ کے اگر اور معانی بھی ہوں جن کی وجہ سے نام نہیں رکھا گیا۔ تو ان کو بھی اسمیں کوئی دخل نہ ہوگا چہ جائیکہ کسی اور امر کا۔

اب ہم دیکھتے ہیں کہ احمد نام جو آنحضرتؐ کا رکھا گیا ہے تو اور کسی معنے کے لحاظ سے نہیں بلکہ محض ثنا والے معنوں کے باعث یہی وجہ ہے کہ آپ کے تسمیہ کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ کان احمد لربہ اور یہی وجہ ہے کہ آپ نے فرمایا۔ کہ یسبون المذمم و انا محمد جس کے ساتھ آپ نے محمد کے یہ معنے خود بتا دیئے کہ بہت تعریف اور ثنا کیا ہوا۔ پس جب احمد کے معنے ہی ہیں بہت تعریف اور ثنا کرنے والا۔ اور محمد کے معنے ہی یہ ہیں کہ بہت تعریف اور ثنا کیا ہوا۔ تو ان کے معنوں سے صاف صاف واضح ہو جاتا ہے کہ احمد جمالی نام ہے وہ کسی طرح بڑائی

اور عظمت پر دال نہیں - اور محمد جلالی نام ہے جو کہ صاف صاف معظّم و معزّز ہونے پر دال ہے -

احمد کے معنے سزادہندہ نہیں

باقی رہا یہ دعویٰ کہ احمد کے معنے سزادہندہ کے ہیں سو اس کی نسبت میں ناظرین کو ایک بات بتاتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ اس میں یا تو مصنف صاحب رسالہ ہٰذا نے ایسا صریح دھوکہ کھایا ہے جو کہ اہل علم کی شان سے بالکل بعید ہے اور یا اس نے ایسا دھوکہ دیا ہے جو کہ تقوٰے کے خلاف ہے اور اسکی تفصیل یہ ہے کہ کتب لغت مثلاً قاموس لسان العرب تاج العروس میں حمد کے معنے لکھے ہیں الحمد الشکر والرضا والجزاء وقضاء الحق حمدہ کسمعہ وکفرح غضب قاموس اور تاج العروس اور لسان میں لکھا ہے وفی النوادر حمد علیٰ فلان غضب - اور پھر دونوں میں لکھا ہے حمدہٗ جزاہ وقضیٰ حقہ اب میں آپکو بتاتا ہوں کہ جو دھوکہ ہے وہ یہ ہے کہ گو حمد کے اصل اور مشہور معنے تو شکر و ثنا کے ہی ہیں مگر لغت والوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ اسکے معنے شاذونادر طور پر جزا بھی آتے ہیں لیکن جزا تو بدلہ دینے کو کہتے ہیں خواہ اچھا ہو یا برا جس کو سزا کہتے ہیں - تو اگر اسی قدر پر اکتفا کرتے تو اس سے یہ سمجھا جاتا کہ حمد کے معنے مطلق بدلہ دینے کے ہیں خواہ سزا ہی کیوں نہ ہو - حالانکہ حمدہ کے معنے کبھی لغت عرب میں نہ کسی نظم میں اور نہ نثر میں سزا دینے کے آئے ہیں - بلکہ نیک ہی بدلہ دینے کے معنوں میں آتا ہے کیونکہ ایسا بدلہ دینا ہی اسکی حمد و تعریف اور ثنا و شکر ہے جس کا بدلہ دیا ہو تو اسلئے جزاہ کے بعد عطف تفسیر کے ساتھ یوں تفسیر کر دی کہ قضیٰ حقہ - پس قضیٰ حقہ کہکر کتب لغت نے بتا دیا تھا کہ اسکے معنے مطلق اور عام جزا کے نہیں جو کہ سزا کو بھی شامل ہے بلکہ سزا کے مقابل جو جزا ہے وہ اسکے معنے ہیں -

لیکن اس دھوکہ خوردہ نے حمد کے معنے تو کتب لغت سے جزا کے نقل کئے اور پھر کہدیا کہ جزا بمعنے سزا بھی آتا ہے لہذا حمد کے معنے سزا دینے کے ہوئے اور احمد کے معنے ہوئے بہت سزا دینے والے کے - لیکن

اس بندہ خدا نے اس پر بھی بس نہیں کی کہ حمد بمعنے جزا ہے جو کہ سزا کو بھی شامل ہے بلکہ غضب یہ کیا کہ جو نیک جزا اسکے معنے تھے ان کو تو بالکل اڑا دیا اور سزا دینا جو کہ نہ اسکے معنے تھے اور نہ اسکے معنی اسکو شامل تھے مجرد اسی کو اسکے معنے بنا دیا۔ اور اس پر پھر طرفہ یہ کہ کہنا شروع کر دیا کہ احمد بمعنے سزا دہندہ کے ہے۔ اور اس پر یہ نتیجہ مرتب کر دیا کہ لہٰذا یہ جلالی وصف اور جلالی نام ہے۔ حالانکہ نہ حمد کے معنے سزا کے ہیں اور نہ اسکے معنے سزا کو شامل ہیں بلکہ اسکے معنے جزا اور قضاء حق کے ہیں۔ اور پھر معنے ہونے سے یہ کوئی ضروری اور لازم نہیں آتا کہ احمد نام بھی انہی معنوں کے لحاظ سے رکھا گیا ہو۔ اور پھر کسی لغت کی کتاب یا کسی قابل اعتماد امام سے نقل ہی نہیں کیا کہ انہی معنوں کے لحاظ سے آنحضرت کا احمد نام رکھا گیا ہے بلکہ خود اس کے بالمقابل نقل کیا ہے تو یہ کہ لانہ احمد النّاس لربّہ خص لفظہ احمد... تنبیھًا علی انہ احمد ہو و من غیرہ اور احمد کا نام سنتے ہوئے سوائے ان معنوں کے اور معنوں کا خیال تک بھی نہیں آتا۔ اور خصوصاً سزا دہندہ کا تو کسی کو وہم بھی نہیں آسکتا۔ کیونکہ احمد اور محمد ایک مادہ سے ایک ہی نبی پر بولے جاتے ہیں۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جو معنے ایک میں اصل ماخذ کے ملحوظ ہونگے۔ وہی دوسرے میں بھی ملحوظ ہونگے۔ پس اگر احمد کے معنے سزا دہندہ کے ہوں تو محمد جو کہ اسم مفعول مفید مبالغہ ہے اسکے معنی ہونگے بہت سزا دیا گیا ہُوا۔ لیکن کوئی ہوش و حواس قائم رکھتا ہُوا کلمہ گو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتے اور سنتے ہوئے یہ معنے اپنے وہم و گمان میں نہیں لاسکتا کہ بہت سزا یافتہ اللہ کا رسول ہے۔ لیکن کوئی جو کہ اپنے امام حکم عدل جری اللہ فی حلل الانبیاء کو جس کی نسبت بیعت اور اطاعت کا عہد کیا ہُوا ہے یہ یقین کرتا ہے کہ وہ اس محمد رسول اللہ کی توہین کرتا رہا ہے تو وہ اگر اپنے مطاع امام کی پیروی میں اس کو بہت سزا یافتہ یقین کرلے تو کیا عجب ہے لیکن اور کوئی ایسا گمان کرنا کفر یقین کرتا ہے اور یہ کفر احمد کے ان معنوں سے لازم آتا ہے۔

احمد کو جلالی نام کہنا غلطی ہے ۔۔۔۔ اور اس بندہ خدا نے احمد کو جلالی بتانے کے لئے پہلے تو سب دنیا کے خلاف اور واقعات کے خلاف یہ غلط سے غلط قواعد ایجاد کئے اور پھر جس پر جلالی و جمالی ہونے کا دارو مدار ہے۔ اس کو ترک کر کے ان ایجادات بندہ پر اس کی بنا رکھی اور پھر احمد کے ایک نئے معنے ایجاد کئے۔ پھر دنیا کے خلاف اور عقل و لغت کے خلاف ان معنوں کی رُو سے آنحضرت کو احمد قرار دیا۔ تاکہ احمد کو جلالی قرار دے اور پھر یہ بھی اسکے مقابل وہ جس کو جری اللہ فی حلل الانبیاء (جس کے معنے خود حضرت صاحب نے اللہ کا رسول انبیاء کے لباسوں میں کئے ہیں) اور امام اور حکم عدل اور مسیح موعود اور اپنا مقتدا و مطاع ظاہر کرتا ہے اور امام ہمام کے احمد کو جمالی اور محمد کو جلالی قرار دینے کو اپنی جگہ ایک معرفت کا نکتہ قرار دیتا ہے اور اپنی ایجاد بندہ کو اسکے مقابل دوسرا نکتہ معرفت قرار دیتا ہے اور یہ بھی نہیں سوچتا کہ یہ میں کیا کر رہا ہوں۔ کہ ایک طرف میں بزعم خود لغت اور قرآنی سیاق و سباق کا حوالہ دیکر احمد کی جمالیت کا ابطال اور اسکے بالمقابل اسکی جلالیت کا ثبوت دیتا ہوں۔ اور دوسری طرف احمدؐ کی جمالیت کو معرفت کا نکتہ قرار دیتا ہوں۔ کیا جب تمہارے زعم میں لغت احمد کی جلالیت ہی کو ثابت کرتی ہے اور سورت کا نام اور سیاق و سباق بھی اس کی جلالیت کے مثبت ہیں۔ تو پھر جمالیت کے یہ مخالف ہیں یا نہیں اگر نہیں۔ تو پھر جلالیت کے مثبت نہیں اور اگر ہیں تو پھر جمالی ہونا معرفت کا نکتہ کس طرح ہُوا۔ کیا لغت اور قرآنی سیاق و سباق کے خلاف بھی نکتہ معرفت ہوتا ہے۔

اور پھر صفحہ ۲۹ پر لکھا ہے کہ احمد کے معنے جو لغت میں لکھے ہیں۔ ان میں سے قضاء الحق اور جزا جس میں سزا بھی داخل ہے شان جلالی کی طرف مشعر ہیں۔ اور محمد جو صیغہ اسم مفعول ہے۔ ان جلالی شان والے معنوں کی رُو سے آنحضرت صلعم نہیں بول سکتے۔ اور احمد جو افضل التفضیل فاعلیت کے لئے ہے ان جلالی شان والے معنوں کے لحاظ سے اس پر اطلاق ہو سکتا ہے؀ خلاصۃً (اور پھر

اور پھر اس تحقیق جدید کا نتیجہ جو نکالا ہے وہ انہی کے الفاظ میں یہ ہے) پس جب کہ آنحضرت میں شان جلالی موجود ہے اور نام پاک محمد میں تو حسب دلائل مذکورہ کے شان جلالی موجود نہیں ہے تو متعیّن ہُوا کہ ان دونوں ناموں میں سے صرف احمد ہی کے نام میں شان جلالی ہے و بس" پس تعجب کی بات یہ ہے کہ ایک طرف تصریح کرنی کہ دلائل کے رُو سے احمد میں جمالیّت اور محمد میں جلالیت نہیں اور پھر کہنا کہ یہ بھی نکتہ معرفت ہے کہ احمد جمالی اور محمد جلالی نام ہیں۔ اور یہ ساری مصیبت اس سے اٹھائی کہ جلال کے معنے گردن تردن خیال کر رکھے تھے۔ حالانکہ جلال میں عظمت اور بزرگی اور جمال میں فروتنی اور خاکساری ملحوظ ہوتی ہے اور احمد اور ثنا کرنا ثانی کو ظاہر کرتا ہے۔ اور حمد و ثنا کثرت سے کیا جانا بڑائی اور عظمت کو ظاہر کرتا ہے اور اسی حمد و ثنا کی وجہ سے یہ دونوں نام رکھے گئے ہیں۔ اور انہی کی وجہ سے جلال و جمال ہے۔

اور پھر اس پر طرفہ یہ کہ جلالیّت احمد اور جمالیّت احمد جو کہ دو متضاد اور متقابل امر ہیں۔ وہ دونوں نکتہ معرفت اور پھر اور طرفہ یہ کہ ایک ہی آیت میں سچ ہے آنکس کہ نداند و بداند کہ بداند در جہل مرکب ابدالدہر بماند ظلمات بعضھا فوق بعض اذا اخرج یدہ لم یکد یریھا۔ اور خداوند تعالےٰ نے زیادہ تر حضرت مسیح کو احمد کے نام سے خطاب کیا ہے اور ظاہر ہے کہ آپ تو جمالیّت والے ہیں۔ پس نعوذ باللہ خداوند تعالےٰ کو بھی غلطی لگی ہے کہ جمالیّت والے کو جلالی نام کے ساتھ مخاطب کرتا ہے۔

بشرطِ تسلیم آپ کی تشریح ہمارے مدّعا میں حارج نہیں

اب میں ناظرین کو بتاتا ہوں کہ ان سب باتوں کے علاوہ اگر یہ سب کچھ درست بھی تسلیم کیا جائے تو پھر اس سے اسی قدر ثابت ہوتا ہے کہ احمد آنحضرت کی جلالی وصف ہے اور اس جلالی وصف کے لحاظ سے اسمہ احمد کے حقیقی مصداق آنحضرت ہی ہیں۔

تو اس سے انکار کس نے کیا ہے کہ وصف ہونے کے لحاظ سے اسمہ احمد کے مصداق اوّل آنحضرت ہی ہیں گو ہم اس کے ماننے سے اب بھی قاصر ہیں کہ احمد جلالی وصف ہے۔

اسی طرح اس پر غور کریں کہ احمد یعنے سزا دہندہ جلالی وصف ہے اور یہ آنحضرت ہی پر صادق ہے لہٰذا اسمہ احمد کے مصداق حقیقی آنحضرت ہی ہیں کہ یہ کسقدر غلط ہے جیسا کہ ابھی میں مفصل بتا چکا ہوں۔ احمد نہ کبھی یعنے سزا دہندہ آیا ہے اور نہ اس کا کوئی ثبوت ہے اور نہ کوئی دے سکتا ہے یہ ایک نہایت قابلِ شرم دھوکا ہی اور پھر اسکے علاوہ اگر اس سے کچھ ثابت ہوتا ہے تو اسی قدر کہ احمد یعنے سزا دہندہ وصف جلالی ہے۔ اور یہ آنحضرت ہی کی بالذّات صفت ہے لہٰذا وصف ہونے کے لحاظ سے اسکے مصداق اوّل آنحضرت ہی ہیں اور اس سے کسکو انکار ہو سکتا ہے۔

(۳)

اسی طرح یہ کہنا کہ مقام محمود تنہا آنحضرتؐ ہی کو ملے گا اور اس کا سرّ یہ ہے کہ آپ م سب سے زیادہ احمد تھے لہٰذا الخ" پہلے تو آپ جانتے ہیں کہ ایسے سرّوں کی استدلال کے مقام پر کیا حقیقت ہو سکتی ہے؟ اور پھر اس سرّ کی دلیل ہی کونسی دی گئی ہے اور کیا دوسروں کو حق نہیں پہنچتا۔ کہ وہ کہدیں۔ کہ آپ کے ذریعہ سے خدا کی سچّی معرفت دنیا میں سب انبیاء سے زیادہ پھیلی ہوئی ہے اور اسی سرّ سے آپ کو تنہا مقام محمود ملے گا۔ آخر دلیل ہوئی کیا مدعی کا منہ بولا سرّ جس کی کوئی دلیل نہیں دی گئی اور پھر اسکے علاوہ آپ دیکھیں کہ اگر یہ ثابت بھی ہوتا تو پھر اس کے ساتھ اسی قدر ثابت ہوتا ہے کہ آپکی وصف احمد ہے اور وصف کے لحاظ سے احمد کے مصداق اوّلین آنحضرت ہی ہیں اور اس سے کس کو انکار ہے۔

(۴)

اسی طرح آپ فتوح الشّام کے فسانوں کو دیکھیں پہلے دعویٰ تو کیا کہ ہم کتاب و سنت کے ساتھ ثابت کرینگے اور اب اتر آئے ہیں فسانوں پر اور وہ بھی اس شخص کے جمع

کئے ہوئے جو کہ ائمہ حدیث و تاریخ کے نزدیک غیر معتبر اور کذاب مشہور ہے اور پھر طرفہ یہ ہے کہ جن کے مقابلہ میں یہ رسالہ لکھا جاتا ہے وہ اس شخص کی اور اس کی روایت اور اسکی پیش کردہ روایتوں کی قلعی القول الفصل میں کھول چکے ہوئے ہیں پھر ناظرین غور فرمائیں کہ جس قدر بھی فتوح الشام سے فسانجات نقل کئے ہیں وہ اگر صحیح بھی ہوں تو پھر ان سے اسی قدر ثابت ہوتا ہے کہ احمد آنحضرت کی وصف ہے اور وصف کے لحاظ سے احمد کے مصداق اوّلین آپ ہیں اور اس سے کس کو انکار ہے۔

(۵)

اسی طرح کنز العمال کی جو روایتیں ذکر کی ہیں۔ ان میں سے انا بشارت عیسیٰ یا بشریٰ عیسیٰ کو چھوڑ کر کہ ان کا حال قسم خامس میں انشاء اللہ بیان ہوگا۔ باقی جس قدر بھی ہیں پہلے تو وہ قابل احتجاج نہیں جیسا کہ انشاء اللہ آگے آئے گا اور اگر صحیح بھی ہوں تو ان سے اُسی قدر ثابت ہوتا ہے کہ احمد آنحضرت کی صفت ہے نہ یہ کہ یہ آپ کا علم ہے چنانچہ بعض میں تو صاف تصریح کی گئی ہے کہ صفتی احمد المتوکل۔ اور مصنّف نے خود حوالہ دے کر یہ ثابت کیا ہے کہ جہاں اسم بھی آتا ہے اس سے بھی صفت مراد ہے۔

پس اس سے کس کو انکار ہے کہ احمد آنحضرتؐ کی اولاد بالذات صفت ہے اور صفت ہونے کے لحاظ سے احمد کے مصداق اوّلیں آپ ہی ہیں۔

(۶)

اسی طرح بخاری میں آیت ہٰذا کی تحت میں اس حدیث کا لانا کہ ان لی اسماء انا محمد وانا احمد الخ" اول تو ناظرین کرام غور فرمائیں کہ محض براہین کے نمبر بڑھانے کے لئے جدا جدا ان روایات کو برہان قرار دیا ہے ورنہ مضمون واحد کا معاملہ ہے سو یہی روایت کنز العمال میں ہے (گو اس نے بخاری ہی سے کیوں نقل نہ کی ہو) تو ایک برہان ہے اور وہی بخاری میں آگئی تو اور برہان ہے۔ اور وہی روایت اگر کسی وضاع اور کذاب کی کتاب میں ملگئی ہے تو فوراً ایک اور نمبر بڑھاکر اس کو لکھ دیا

جدھر دیکھتا ہوں ادھر تو ہی تو ہے ۔ جس سطر اور جس فقرہ کو دیکھو ۔ ہوش و حواس اڑتے ہوتے نظر آرہے ہیں پھر آپ دیکھیں بخاری کی اس روایت سے کہاں یہ ثابت ہوا کہ احمد اسم علم آنحضرت کا ہے ۔ کیا اگر اس سے احمد علم ثابت ہوتا ہے تو پھر اسی روایت میں ماحی حاشر عاقب آئے ہیں تو کیا وہ بھی اسم علم ہیں ہرگز نہیں تو جب باوجود ان کے اس حدیث میں ہونے کے ضروری نہیں کہ علم ہوں اور نہ ہیں تو پھر احمد کا علم ہونا محض اس وجہ سے کہ اس حدیث میں آگیا ہے کس طرح ثابت ہوتا ہے ۔ اور محمد اگر علم ہے تو اس کی علمیت اور وجوہات سے ثابت ہے نہ اس وجہ سے کہ بخاری کی اس حدیث میں آگیا ہے بلکہ اس حدیث میں تو اس سے بھی وصفی معنے ہی مراد ہیں کیونکہ انبیاء کے اسماء گرامی عموماً باشارہ الٰہی رکھے جاتے ہیں اور باوجود علم ہونے کے جو بمنزلہ جامد ہوتا ہے نہ حقیقتاً جامد مقام تعریف میں وصفی معنی کی طرف ضرور اشارہ کرتے ہیں ۔ اور احمد کے آنحضرت صلعم کے لئے وصف ہونے سے کسی کو انکار نہیں اور نہ اس سے کہ بلحاظ وصف ہونے کے احمد کے مصداق اولین آنحضرت ہی ہیں ۔ اسی طرح تفسیر اتقان میں انما مثل کتاب احمد کا آنا یا تفسیر حسینی میں بدیں کامل وشرع شامل ۔ ۔ ۔ ۔ کہ نام او احمد است یعنی ستائندہ تر " کا آنا ۔ اسی طرح اتقان میں منہا محمد واحمد اور خمسۃ سموا قبل ان یکونوا محمد ومبشرا برسول یاتی من بعد اسمہ احمد ۔ اسی طرح راغب میں تنبیھاً علی انہ احمد منہ ومن الذین قبلہ ۔ اسی طرح عجائب القصص میں کسی یہودی کا کہ احمد را بیروں آید یا آسمان و زمین کے درمیان کسی سوار کا کہنا کہ احمد بیروں آمدہ است ۔ کیا یہ قرآن مجید اور حدیث صحیح ہے جس کے ساتھ اثبات مدعی کرنے کا ادعا کیا گیا تھا ۔ یا یہ وہ چیز ہے کہ جس پر مجیب کے لئے ضروری قرار دیا جاسکے کہ وہ بھی قرآن مجید اور حدیث صحیح کے ساتھ مقابلہ کرے یا یہ کوئی قابل اعتماد و سمعی دلائل میں سے ہے ۔ پس بجز اوراق سیاہ کرنے کے ان سے اور کیا فائدہ ہے ؟ غضب خدا ہے کہ عجائب القصص جیسی کتب فسانہ (جو کہ اکاذیب کا مجموعہ ہوتی ہیں) وہ بھی قابل اعتماد و احتجاج ہوگئی ہیں

مگر قابل اعتماد اور قابل احتجاج نہیں تو خدا کے برگزیدہ نبی مسیح موعود کے اقوال اور الہامات اینچہ بو العجبی است۔ سچ ہے الغریق یتشبث بالحشیش اور مرتا کیا نہ کرتا۔ اور بالکل سچ ہے کہ الحیاء شعبۃ من الایمان اور پھر اگر ان سے ثابت بھی ہو تو اسی قدر ہوگا کہ احمد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وصف ہے جس سے کسی کو انکار نہیں نہ یہ کہ یہ آپ کا علم ہے جو کہ متنازعہ فیہ ہے۔

(۷)

اسی طرح آنحضرت کا سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرنا یہاں تک کہ آپکا نام دنیا میں محمد اور آسمان میں احمد ہوگیا۔ یا کرخی کا یہ کہنا کہ انما خصہ بالذکر لانہ فی الانجیل مسمّٰی بھذا الاسم ولانہ فی السماء احمد فذکرہ باسمہ السماوی لانہ احمد النّاس لربّہ۔ یا بعض حواشی بخاری میں یہ آنا کہ ان لہ اربعۃ الاف اسم وان نحو سبعین منہا من اسمائہ تعالیٰ۔ پہلے تو یہ جو آیت اور صحیح حدیث رسول اللہ میں اس کو سب جانتے ہیں اور پھر نہایت واضح طور پر ثابت کرتے ہیں کہ احمد آنحضرت کی وصف ہے نہ علم اور اس سے کس کو انکار ہے۔

(۸)

اسی طرح یہ کہنا کہ اگر حضرت جری اللہ حقیقی احمد ہوں تو پھر توحید فی التثلیث اور تثلیث فی التوحید لازم آئے گی خصوصاً جبکہ من فرق بینی وبین المصطفیٰ کا حقیقی طور پر خیال رکھا جائے ؎

ہم پر تثلیث فی التوحید کا الزام غلط ہے

ناظرین پہلے تو آپ مجملاً نظر اس پر ڈالیں۔ کہ ایک طرف تو سیدنا فضل عمر کو حضرت مسیح موعود کے ان مبشر الہامات کا مصداق قرار دینا اور آپ کی بیعت کرنا اور تا حال اسکا اقرار کرنا ہے اور پھر آپ کو سیدنا حضرت مسیح موعود کا خلیفہ اور جانشین تسلیم کرنا اور پھر دوسری طرف آپکو اور آپکی جماعت کو تثلیث فی التوحید اور توحید فی التثلیث جیسی باطل چیز کا مرتکب بھی ٹھہرانا کہاں تک جائز ہے۔ پھر تثلیث فی التوحید

اور توحید فی التثلیث کی حقیقت سنیئے۔

کہتے ہیں کہ اگر حضرت جری اللہ حقیقی احمد ہیں۔ اور محمد عربی بھی وصفی طور پر ضرور احمد ہیں پس یہ دو ہوئے۔ اور روح القدس ان دونوں کے ساتھ لازم غیر منفک ہے پس یہ تین ہوئے نبی امّی احمد۔ جری اللہ ظلّی نبی۔ روح القدس۔ پس یہ تین بھی ہیں۔ اور ایک بھی پس یہ تثلیث فی التوحید اور توحید فی التثلیث ہوئی۔

کوئی اب اس بندۂ خدا سے دریافت کرے کہ تین تو ہوئے پر ان تینوں کو ایک کون کہتا ہے کیا کسی تحریر سے یا شہادت سے تم بتا سکتے ہیں کہ روح القدس کو ہم نے نبی عربی یا مسیح موعود ؑ کے ساتھ ایک کہا ہے اور اگر ایک نہیں کہا تو پھر ہماری کس قول یا اصل سے یہ لازم آتا ہے کہ جبریل ان دونوں خدا کے برگزیدوں کے ساتھ یا ان میں سے ایک کے ساتھ متحد ہے اس قسم کے افترا شیوۂ اتقاء سے بعید ہے۔ اگر یہ افترا نہیں تو اس کا ثبوت دیا جائے کہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی اور آپ کے خدام جبریل کو آنحضرت ؐ یا حضرت مسیح موعود یا دونوں کے ساتھ ایک کہتے ہیں اور اگر ثبوت نہ دے سکو اور ہرگز نہ دے سکو گے تو پھر ہمیں یہ کہنے کی اجازت دی جائے کہ ھٰذا افک و بہتان عظیم۔ پھر اسی طرح ہم نے کب کہا ہے کہ حضرت مسیح موعود آنحضرت کے ساتھ ایک ہیں اور اگر کہو کہ احمد حقیقی کہنے سے یہ لازم آتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ احمد حقیقی کہنے سے تو یہ کبھی لازم نہیں آتا۔

مسیح موعود کن معنوں میں احمد حقیقی ہے

کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ ایک تو اسلئے آپ احمد حقیقی ہیں کہ آپ کا نام اور علم ہے اور علم کا اطلاق اپنے مسمّی پر حقیقی ہوتا ہے۔ دوم اس طور پر حقیقی ہے کہ وصف کے طور پر حقیقتاً اس کا اطلاق حضرت مسیح پر ہوتا ہے۔ کیونکہ وصف کی تعریف ہی یہ ہے کہ ماحل علیٰ ذات مبھمۃ ماخوذۃ مع بعض صفاتھا پس وصف میں ذات معیّن نہیں ہوتی بلکہ عام اور مبہم ہوتی ہے اسواسطے اس کا بہتوں پر حقیقتاً اطلاق ہو سکتا ہے مثلاً قوی عالم یہ صفت ہیں۔ لہٰذا جس میں قوت اور علم ہوگا

اسکو قویؔ اور عالم کہینگے اور کسی ایک شخص کے ساتھ یہ مخصوص نہیں۔ اسی طرح یہ بھی نہیں جو سب سے اعلیٰ اور اکمل طاقت اور قوت یا سب سے زیادہ علم رکھتا ہو۔ خاص اسی پر حقیقۃً قویؔ کا اور عالم کا اطلاق ہو اور اس سے نیچے جس قدر افراد ہیں۔ ان پر اسکا اطلاق مجازاً ہو۔ بلکہ باوجود اس فرق کے (جس کو منطقی اصطلاح میں تشکیک اور ایسی وصف کو کلی مشکک کہتے ہیں) سب ان افراد پر جن میں قوت اور علم ہے قوی اور عالم کا اطلاق حقیقتاً ہی ہوگا۔ اسی طرح اقوی اور اعلم جو اپنے ہمعصروں اور اپنے زمانہ کے لوگوں سے زیادہ قوت اور زیادہ علم رکھنے والا ہوگا وہ بھی حقیقتاً اقوی اور اعلم ہے اور جو ساری دنیا اور سارے زمانوں کے لوگوں سے زیادہ قوت اور علم رکھنے والا ہے وہ بھی حقیقتاً اقوی اور اعلم ہے اور اسی طرح جس کا علم ذاتی ہے اور غیر سے بالکل حاصل نہیں وہ بھی حقیقتاً عالم اور اعلم ہے اور جس امّی نبی کو سوائے کسی انسان کے علم کے واسطہ کے علم الاوّلین والآخرین دیا گیا ہے وہ بھی حقیقتاً عالم اور اعلم ہے اور جس کسی اور شخص نے کہ دوسرے انسانوں کے واسطہ سے ہمعصروں سے زیادہ علم حاصل کیا ہو۔ وہ بھی حقیقتاً عالم اور اعلم ہے یہ نہیں کہ کسی کے واسطہ سے حاصل کرنے کے باعث وہ مجازاً عالم ہو جائے۔ اس کے بعد[1] میں کہتا ہوں کہ احمد بھی اعلم کی طرح وصف ہے خداوند تعالےٰ کی نسبت گو آیا ہے کہ لا احصی ثناء علیك کما اثنیت علیٰ نفسك پر جس طرح وصف کے لحاظ سے اللہ حقیقتاً احمد ہے۔ اسی طرح آنحضرتؐ جنہوں نے دوسرے سب انسانوں سے زائد اور خداوند تعالےٰ سے کم حمد الٰہی کی ہے وہ بھی حقیقتاً احمد ہیں اور مسیح موعود جو کہ آنحضرت کے ظلّ اور بروز ہیں یعنی انہوں نے کمالات محمدیہ آنحضرتؐ کے فیض اور آپ کے واسطہ سے حاصل کئے ہیں وہ بھی حقیقتاً احمد ہیں۔ پس ہم ان دو طریق پر حضرت مسیح موعود کو حقیقی احمد کہتے ہیں۔ پس ناظرین غور فرمالیں کہ ان دو طریق سے کہاں لازم آتا ہے

[1] محمد آنحضرت کے ساتھ مخصوص ہے اور الحمد میں خداوند تعالےٰ محمد ہے تو کیا دونوں میں سے ایک حقیقی اور دوسرا مجازی محمد ہے اسی طرح رؤف رحیم دونوں کے نام ہیں۔

کہ حضرت مسیح موعود آنحضرتؐ کے ساتھ ایک ہیں۔ تو کیا جب زید وصفی طور پر حقیقتاً عالم ہو اور ایک اور شخص ہے جس کا نام ہی عالم ہے اور اس وجہ سے دونوں حقیقتاً عالم ہیں کیونکہ اوّل میں علم پایا گیا ہے لہذا اس پر عالم کا اطلاق جو کہ وصف ہے حقیقتاً ہے اور دوسرے کا چونکہ نام ہی عالم ہے اور علم کا اطلاق اپنے مسمّی پر حقیقتاً ہوتا ہے تو کیا اس سے لازم آئے گا کہ یہ دونوں ایک ہو جائیں۔

اسی طرح احمد آپکی وصف ہے اور ہزاروں کا نام احمد ہے تو کیا وہ ہزاروں احمد نبی کریمؐ کے ساتھ ایک ہونگے۔ یا اس عالم نام شخص نے زید عالم سے علم حاصل کر لیا تو جس طرح زید پر وصف عالم کا اطلاق حقیقی ہوتا ہے اسی طرح عالم پر بھی وصف عالم کا اطلاق حقیقی ہوگا۔ تو کیا اس سے یہ دونوں متحد ہو گئے ہرگز نہیں سمجھ نہیں آتا کہ اس بندۂ خدا نے جبریل کا ان دونوں کے ساتھ متحد ہونا کہاں سے نکالا ہے۔ اور مسیح موعودؑ کے حقیقی احمد ہونے سے آنحضرتؐ کے ساتھ متحد ہونا کس طرح سمجھا ہے اور اگر ظلّی نبی ہونے سے یہ خیال آیا ہے تو یہ اپنی ہی سمجھ کا قصور ہے کیونکہ اسکے معنے حلول و تداخل کے نہیں بلکہ ظلی کے یہ معنے ہیں کہ جو الٰہی انعامات اور کمالات اصل کو حاصل ہیں۔ اس اصل کے فیض اور اس کی وساطت سے دوسرے کو حاصل ہو جائیں تو دوسرے کو پہلے کا بروز اور ظلّ کہتے ہیں خداوند تعالےٰ نے سورہ زخرف میں اوتار کے مسئلہ کو فرعون کی ربوبیت کے ضمن میں نفی کر کے اوتار اور بروز ظلّی میں فرق بیان فرماتے ہوئے بروز اور ظلّ کی یہ حقیقت بیان فرمائی ہے کہ ان ھو الا عبد انعمنا علیہ وجعلناہ مثلاً لبنی اسرائیل ولو نشاء لجعلنا منکم ملٰئکۃ فی الارض یخلفون۔ پھر طرفہ یہ ہے کہ آپ کہتے ہیں خصوصاً جبکہ من فرق بینی و بین المصطفٰی الخ کا حقیقی طور پر خیال رکھا جائے تو خصوصاً سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ فرق کرنے کی صورت میں بھی ایک ہونا لازم آتا ہے حالانکہ فرق کی صورت میں ایک ہونا چہ معنی دارد۔ ہم تو عدم فرق کی صورت میں بھی دونوں میں اس اتحاد کو سمجھنے سے قاصر ہیں جو کہ مصنف رسالہ نے فرق کی صورت میں نکال مارا ہے یہ تو حال ہو

کتاب سنت والے اس برہان کا۔ لیکن اب اس کو یوں دیکھیں کہ اس سے اگر کچھ ثابت ہو تو کیا ہوگا سو ظاہر ہے کہ اس نے خود ہی آنحضرت کی نسبت لکھدیا ہے "کہ نبی کریم بھی وصفی طور پر احمد ہی ہیں" اور تقابل سے یہ ثابت ہوا کہ حضرت مسیح موعودؑ کو وصفی طور پر بزعم خود حقیقی احمد نہیں سمجھتا۔ اور اسی پر یہ نقص لازم آنا ظاہر کرتا ہے کہ حضرت صاحب وصفی طور پر حقیقی احمد نہیں تو پھر وصفی طور پر احمدؐ کے بالذات مصداق بھی آپ ہی ہیں مگر اسکی نسبت تو ہم بار بار کہہ چکے ہیں کہ دریں چہ شک۔

(۹)

اسی طرح یہ کہنا کہ "احمد اگر علم ہے جو کہ بمنزلہ جامد ہوا کرتا ہے تو پھر اس میں آنحضرتؐ کی کوئی فضیلت نکلے گی اور نہ حضرت مسیح موعود کی اور اگر وصف ہے تو پھر اس وصف میں آنحضرتؐ کا کون مقابلہ کر سکتا ہے" محض ایک سطحی خیال پر مبنی ہے ورنہ انبیاء کے نام (یعنی اعلام) خدا کی طرف سے اور اسکے اشارہ کے ماتحت ہوتے ہیں اور باوجود بمنزلہ جامد ہونے کے ان میں وصفی معنوں کی طرف اشارہ ہوتا ہے اسی وجہ سے ان کے اعلام بھی عظمت پر دال ہوتے ہیں مثلاً محمد گو صیغہ اور اصل معنی کے لحاظ سے وصف ہے لیکن وضع ثانی میں یہ آنحضرت کا اس بچپن میں (کہ جس میں ابھی آپ اس کے موصوف قرار نہیں پائے تھے) علم رکھا گیا تھا مگر اس میں ذرہ بھی شک نہیں کہ باوجود بمنزلہ جامد ہونے کے عظمت پر دال ہے۔

دوم ساتھی قبیلے میں عظمت کا سوال ہی نہیں کیونکہ اسمہ احمد پیشگوئی ہے اور پیشگوئی بھی وہ کہ جس میں کوئی علامات ممیزہ بیان نہیں ہوئیں اور پیشگوئی کی صداقت کے لئے ممیزات کا ہونا ضروری ہوتا ہے اور وصف احمدیت پہلے تو ہر ایک کو اس کا علم ہی نہیں ہو سکتا اور پھر اس کا تحقق چاہتا ہے کہ پہلے لوگ اوروں کی حمدوں کی فہرست بنائیں اور پھر آپکی حمدوں کی فہرست بنائیں پھر جس

طرح ان کی کمیت کی فہرست بنائی گئی ہے ایسی ہی ان کی کیفیت کی بھی کوئی میزان رکھیں اور پھر مقابلہ کرکے معلوم کریں کہ یہ احمد ہے اور علم احمد کافی ممیز ہے بس اس مقام پر اظہار عظمت مقصود نہیں کہ جس سے عظمت ظاہر ہوتی ہو وہ لیا جاوے اور جس سے وہ ظاہر نہ ہوتی ہو۔ یا کم ظاہر ہوتی ہو اس کو چھوڑ دیا جاوے بلکہ یہ مقام امتیاز کو چاہتا ہے اور امتیاز کی مفید وصف احمدیت نہیں بلکہ علم ہے اور فرض بھی کیا جائے کہ وصف احمدیت بھی امتیاز کا فائدہ دے سکتی ہے تو پھر بھی اسمیں شک نہیں کہ علم کے مقابلہ میں اسکی تمیز کالمعدوم ہے۔ پس یہاں پر اظہار عظمت مقصود نہیں لہٰذا اسکے ہونے نہ ہونے کا مانحن فیہ میں کوئی دخل نہیں۔ پس جسطرح اسمہ کا لفظ حقیقتاً بدون تاویل اور ارتکاب مجاز کے احمد کے علم ہونے پر دال ہے اسی طرح مقام بھی اسی کا مقتضی ہے کہ احمد علم ہی ہو نہ وصف۔ گو ہمنے بتایا ہے کہ علم ہونے کی حالت مین بھی وصفی معنوں کی طرف اشارہ ضرور ہوتا ہے جس سے عظمت ظاہر ہو جاتی ہے۔

پس علم لینے سے عظمت بھی ظاہر ہو جاتی ہے اور امتیاز بھی اور وصف لینے کی صورت میں عظمت گو ظاہر ہو۔ جو کہ مقتضاء مقام نہیں مگر امتیاز جو کہ مقتضاے مقام ہے ظاہر نہیں ہوتا اور علاوہ بریں وصف لینے کی صورت میں اسمہ کے وہ معنے لینے پڑینگے جو کہ مفرد ہونے کی حالت میں کبھی نہیں لئے جاتے۔ لہٰذا علم ہی لینا چاہئیے۔

اور پھر اس سے اگر کوئی نتیجہ برآمد ہوتا ہے تو یہی کہ احمد کے وصف ہونے کے لحاظ سے آنحضرت ہی اسکے موصوف اولین ہیں لہٰذا اس لحاظ سے آپ ہی احمد صلعم کے بلاواسطہ مصداق ہیں و دریں چہ شک

(۱۰)

اور یہ کہنا کہ ہم غیر مذاہب کو تحدی کرتے ہیں کہ آنحضرت کے برابر کسی نے خداوند تعالیٰ کے صفات حمیدہ اور محامد جمیلہ بیان نہیں کئے لہٰذا آپ ہی احمد کے سزاوار ہیں " کوئی نئی بات نہیں تھی تیرے یعنے برہان تاسع میں یہی کہا ہے اور اس کا جواب

بھی پہلے گزر چکا ہے مجرد تمیمہ زائد کرنے کے خیال سے نمبر ۹ کو مکرر کر دیا ہے۔

(۱۱) اسی طرح یہ کہنا کہ جبکہ اسم احمد کا سزاوار اور کوئی دوسرا نہ ہوا۔ اور نہ ہو گا تو اسمہ محمد کا بھی کوئی دوسرا سزاوار حقیقتاً نہیں ہو سکتا فثبت المدعی وہو المطلوب

صحیح نہیں مقصود تو ہے اسمہ احمد کی نسبت ثابت کرنا مگر یہ اس کو تو ثابت شدہ صداقت قرار دیتا ہے اور ایک مسلّم امر ظاہر کرتا ہے اور پھر اسکے واسطہ سے محمد کی نسبت ثابت کرتا ہے کہ پھر اس کا بھی سزاوار بجز آپ کے نہ ہوا۔ حالانکہ اسم محمد میں کوئی نزاع ہی نہیں ہے۔ اور پھر اس دُر افشانی کے ساتھ لکھتا ہے "فثبت المدعی وہو المطلوب"

اسم محمد کا سزاوار جب دوسرا کوئی نہ ہُوا۔ تو اس سے کونسا مدعی ثابت ہُوا اور کسطرح ہُوا کیونکہ جو مدعی زیر بحث ہے یا جس کو یہ مصنف بزعم خود مدعی سمجھا بیٹھا ہے وہ تو اس سے ثابت نہیں ہوتا۔

(۱۲)

اور یہ کہنا کہ اس سورت کے آخر میں ہے یا ایہا الذین اٰمنوا الخ اور اس آیت میں لطیف اشاروں کے ساتھ بتایا گیا ہے کہ اسمہ احمد کے مصداق آپ ہی ہیں۔

(۱) آنحضرت کے صحابہ کے دو قسم تھے مہاجرین۔ انصار اور اس آیت میں خداوند تعالیٰ نے خود دوسری قسم کا نام انصار رکھا ہے اور حواریوں کا نام خدا نے حواری ہی رکھا ہے نہ انصار۔ اور ان کا نام خدا نے ہی انصار رکھا ہے۔ اور اس آیت میں مہاجرین کو ذکر نہیں کیا بلکہ انصار ہی کو ذکر کیا ہے کیونکہ انصار ان کا صفتی نام ہے جو کہ جلال پر دال ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ جس نبی کی بشارت ہے وہ جلالی ہے پس اس سے ثابت ہُوا کہ اسمہ احمد کے مصداق اوّلین آنحضرت ہیں " نیند میں بڑبڑانے سے کم نہیں کیونکہ یہاں پر مطلق مومنوں کو خطاب ہے اور سب کو انصار اللہ ہونے کا ارشاد ہے نہ صحابہ کی تخصیص ہے اور نہ صحابہ میں سے انصار کی اور نہ یہاں پر انصار کسی کا نام ہے اور پھر جس طرح مومنوں کو انصار اللہ ہونے کا ارشاد ہُوا ہے اسی طرح حواریوں نے انصار اللہ ہونے کا اقرار کیا ہے اور یہ بھی میں پہلے مفصّل اور مکرر لکھ آیا ہوں کہ کسی سورت میں

بعض واقعات یا ایسے الفاظ کے ذکر ہونے سے جوکہ جلال وغیرہ امور پر دال ہوں۔ نہ یہ لازم آتا ہے۔ کہ جو نبی اسمیں مذکور ہے ضرور اس میں بھی وہ امور پائے جائیں اور نہ یہ کوئی قاعدہ ہے کہ اس نام کو ان کے مطابق جلالی وغیرہ قرار دینا ضروری یا مناسب ہے بلکہ بنایا ہے کہ ایسا ہونے سے بہت کچھ خرابیاں لازم آتی ہیں۔ پھر اگر یہاں پر خاص صحابہ اور ان میں سے خاص انصار ہی مراد ہوں اور انصار یہاں پر صحابہ کے اس حصہ کا نام ہو۔ جو مہاجرین کے مقابل ہے اور یہاں پر یہ خداوند تعالیٰ کی طرف سے ان کا نام رکھا گیا ہو اور حواریین کے لئے جو انصار اللہ کا لفظ آیا ہے وہ انکا نام نہ ہو۔ یا خدا کا رکھا ہوا نام نہ ہو۔ اور انصار کا نام جو یہاں پر بزعم مصنّف صاحب مذکور ہوا ہے یہ جلال پر بھی دال ہو تو بھی نہ کوئی یہ قاعدہ ہے اور نہ کوئی ضروری اور لازم ہے کہ وہ جلال اس نبی میں بھی ضرور ہو۔ جس کی اس سورت میں بشارت مذکور ہوئی ہے اور نہ یہ کہ جو نام اس نبی کا بشارت میں لیا گیا ہے وہ جلالی ہو۔ اسی طرح یہ کہنا کہ رسولًا اس میں تنوین تعظیم آیا ہے۔ جو کہ دلالت کرتا ہے۔ کہ اس نبی مبشّر کی رسالت اور نبوّت عام اور شامل ہو۔ اور وہ آنحضرت ہی کی ہے۔ یہ بھی ایک بے سوچے منہ سے نکلا ہوا فقرہ ہے کیونکہ تنوین بیشک تعظیم بلکہ تحقیر کے لئے بھی آیا کرتی ہے لیکن یہ تب کہ تنکیر وغیرہ جو کہ اسکے اصل معنی ہیں نہ ہو سکتے ہوں۔ مگر پیشگوئی میں تو رسول نکرہ ہی ہے کیونکہ معرفہ تو تب ہوگا کہ متکلم اور مخاطب دونوں اس کو جانتے ہوں مگر ایسا نہیں لہٰذا پیشگوئی کے مقام کا مقتضے ہی یہ ہے کہ مبشّر نکرہ ہو۔

اور پھر اگر یہ سب کچھ ہو بھی تو بھی یہ لطائف اور نکات ہیں نہ دلائل و براہین۔ اور اگر دلائل و براہین بھی ہوں تو پھر ان سے اسی قدر ثابت ہوتا ہے کہ احمد جلالی وصف ہے اور اسکے مصداق اوّلین آنحضرت ہیں۔ لہٰذا وصفی طور پر احمد کے مصداق اوّلین آنحضرت ہیں چشم ما روشن دل ما شاد۔ اس سے کس کو انکار ہے یہ تو عین مقصود ہے۔

اسی طرح یہ کہنا کہ ولو کرہ الکفرون اسکے اخیر میں آیا ہے اور وہ بھی جلال

عظیم پر دال ہے اسی طرح یہ کہنا کہ مسیح کی نسبت تو بنی اسرائیل کے ایک طائفہ کا ایمان لانا اور ایک طائفہ پر ان کا اصبحوا ظاہرین ہونا بیان کیا گیا ہے اور آنحضرت صلعم کی نسبت لیظہرہ علی الدّین کلّہٖ فرمایا ہے جو کہ بتاتا ہے کہ اس مبشّر نبی کا ظہور اور غلبہ زیادہ ہوگا "

کوئی نئی بات نہیں بلکہ بعینہٖ وہی پہلی بات ہے کہ جو چیز اس سورت میں مذکور ہو وہ اس نبی میں اور اس کے اسم نام میں جو کہ اس سورت میں مذکور ہوا ہے ہونی چاہئیے اور اس کا جواب وہی ہے جو کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔

(۱۳)

اسی طرح آئینہ کمالات اسلام کے دونوں حوالے اور اربعین کا حوالہ جو کہ خلاصہ براہین میں ذکر ہو چکے ہیں صاف اور کھلے الفاظ کے ساتھ بتا رہے ہیں کہ حضرت مسیح موعود احمد کو آنحضرت کی وصف قرار دیتے ہیں بلکہ محمدؐ کو بھی بلحاظ وصف ذکر فرماتے ہیں جیسا کہ جلال و جمال پر دلالت کرنا اسکی بیّن ترین دلیل ہے ورنہ علمیّت کے لحاظ سے تو ہر ایک انسانی علم کے معنے انسان مشخّص اور انسان فلانی ہیں نہ کوئی جلال پر دال ہوتا ہے اور نہ جمال پر اور اس میں کسی کو تنازع نہیں کہ بلحاظ وصف آنحضرت ہی اس وصف احمد کے مصداق اوّلین ہیں اور وصف کے لحاظ سے دوسرے انسانوں میں سے جو بھی احمد کہلائیگا یا احمد کا مصداق بنے گا تو ضرور بواسطہ آنحضرت اور ثانیاً ہی بنیگا۔ نیز آئینہ کمالات کے پہلے حوالہ میں حضرت صاحب مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد کے ساتھ وفات مسیح ثابت کر رہے ہیں لہٰذا اس کلام کے مخاطب وہ لوگ ہیں جو کہ حیات مسیح کے قائل ہیں اور وہ غیر احمدی لوگ ہیں۔ اور غیر احمدی لوگ اسمہ احمد کا مصداق آنحضرت کو کہتے ہیں اور ظاہر ہے کہ الزام مسلّمات ہی کے ساتھ دیا جاتا ہے اسی وجہ سے آپ نے فرمایا کہ اگر مسیح نہیں فوت ہوا تو پھر اسمہ احمد کا مصداق بھی ماننا پڑیگا کہ ابھی نہیں آیا کیونکہ اس کے آنے کو من بعدی (یعنے اپنے اس جہان سے جانے کے بعد) کے ساتھ مقید کیا ہے اور وہ تمہارے نزدیک آنحضرت ہیں۔ حالانکہ تم مانتے ہو۔ کہ

آنحضرت جو اسکے مصداق ہیں وہ مدت سے آئے ہوئے ہیں۔

اور اگر بجائے اسکے آپ ان کے سامنے اسکا وہ اصلی مصداق بیان کرتے جو کہ آپ کے نزدیک اور واقعہ میں ہو اور جس کو وہ مخاطب نہیں مانتے یعنے یہ کہتے کہ اگر مسیح نہیں فوت ہوا تو لازم آئے گا کہ اسمہ احمد کا وہ مصداق ابھی نہ آیا ہونا جو کہ واقعہ میں اور میرے نزدیک ہے اور وہ میں ہوں تو اس سے ان پر کوئی الزام نہ آسکتا تھا بلکہ وہ کہہ سکتے تھے کہ نہ تو تم مصداق ہو اور نہ ہم کو کوئی تمہاری ضرورت ہے کہ ضرور آؤ۔

پس یہاں سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ آپ نے واقعی یا جو کہ آپ کے نزدیک اسمہ احمد کا مصداق ہو وہ بیان کیا ہو بلکہ وہ بیان کیا ہو جو کہ مخاطب کے نزدیک ہے۔ دوم بلحاظ وصف کے آپ کے نزدیک بھی اور ہمارے نزدیک بھی آنحضرت ؐ اسکے مصداق اولین ہیں۔

اور نص تو بعد رفعیت یعنی مسیح کے جانے کے بعد مبشر کے آنے میں فرماتے ہیں۔ نہ مبشر کے آنحضرت ؐ ہونے میں۔ اب یہ قسم رابع ختم ہوا۔ اور آپ نے دیکھا کہ ان میں سے ایک بھی ایسا برہان نہیں جو کہ غلطیوں کا مجموعہ نہ ہو۔ اور جو کہ اصل امر متنازعہ فیہ کے ساتھ تعلق رکھتا ہو۔ بلکہ سب کے سب اسی امر کی نسبت ہیں جن میں کوئی تنازع ہرگز نہیں ہے۔ اور یہ آج ہم نہیں کہتے بلکہ پہلے ہی کھول کر لکھ دیا گیا ہوا ہے۔ چنانچہ القول الفصل کی عبارتیں پہلے ہم لکھ آئے ہیں۔ پس مصنف رسالہ نے بجز اغلاط کو جمع کرکے اوراق کو سیاہ کرنے کے اور کچھ بھی نہیں کیا۔

پانچویں قسم کے براہین پر نظر

اب میں قسم خامس کے براہین کا حال ناظرین کرام کو دکھاتا ہوں۔ ان براہین کا خلاصہ اسی قدر ہے کہ انجیل میں جس نبی کی بشارت ہے اسکو مسلی حیات النبی ۔ روح الحق ۔ معزی ۔ رئیس ۔ شریعت کاملہ والا ۔ ماینطق عن الھوی ۔ سزا دہندہ بتایا گیا ہے۔ اور چونکہ یہ سب امور آنحضرت ؐ ہی میں پائے جاتے ہیں۔ لہذا آپ

ہی انجیل کی بشارت کے مصداق ہیں (۲) اور کہ اعمال ۳ میں اس عظیم الشان نبی کی
پیشگوئی ہے جو ۱۸ سفر مثنےٰ میں کی گئی ہے اور اس میں اسکا زمانہ مسیح کی تشریف بری
اور تشریف آوری کے درمیان رکھا گیا ہے نیز اسکے زمانہ کو راحت و تازگی بخش بتایا
گیا ہے نیز سب چیزیں اور سب خبریں واقع ہو جاوینگی ۔ اور بتایا گیا ہے کہ بنی اسرائیل
کے بھائیوں یعنی بنی اسمٰعیل سے ہوگا اور جو اسکی نہ سنیگا وہ قوم میں سے نیست و نابود
کیا جاویگا ۔ اور سب امور آنحضرت ہی میں پائے جاتے ہیں لہٰذا اس بشارت کے حقیقی
مصداق آپ ہی ہیں ۔ اور کہ مولوی روم صاحب نے فرمایا ہے کہ بود در انجیل نام مصطفیٰ
پس اس سے ثابت ہوا کہ انجیل میں آنحضرت کی بشارت ہے اور اس بشارت کے
حقیقی مصداق آپ ہی ہیں "

اب ناظرین غور فرمائیں کہ انجیل اور اعمال ۳ اور مثنوی مولوی روم جو کتاب اللہ اور
حدیث صحیح ہیں وہ تو ظاہر ہے اور پھر جو کچھ بھی ان تینوں کتابوں سے ثابت ہو سکتا ہے
وہ اسی قدر ہے کہ انجیل میں کوئی بشارت آنحضرت صلعم کی ہے جیسا مولوی روم کے قول سے
ظاہر ہوتا ہے اور اس سے کس کو انکار ہے ہم پہلے بھی لکھ آئے ہیں ۔ پر اس سے یہ
کہاں لازم آگیا کہ حضرت مسیح موعود کی پیشگوئی نہیں تھی یا یہ کہاں سے لازم آگیا کہ وہی
اسمہ احمد کی تھی اور اگر یہ کہا جائے کہ مولوی کے شعروں میں آگے احمد کا نام آتا ہے تو
اسکی نسبت عرض ہے کہ اہل اسلام میں آنحضرت کے بہت سے نام اور القاب
مشہور ہیں جس کے ساتھ کوئی چاہتا ہے تعبیر کرلیتا ہے مثلاً ہم آنحضرت یا نبی کریم
کہتے ہیں تو اگر ہم یوں کہتے ہیں کہ انجیل میں آنحضرت کی بشارت تھی تو کیا اسکے یہ معنے
ہیں کہ انجیل میں آنحضرت کا لفظ آیا ہے مثلاً مولوی روم نے کہا کہ بود در انجیل نام
مصطفیٰ تو کیا اسکے یہ معنے ہیں کہ انجیل کی بشارت میں مصطفیٰ کا لفظ تھا ہرگز نہیں ۔
پس یہی حال احمد کا ہے پھر شاعر تو وزن اور قافیہ کی وجہ سے اکثر الفاظ اختیار کرتا
ہے ۔

اور یا یہ کہ انجیل کی جس پیشگوئی میں فلاں فلاں لفظ آیا ہے یا فلاں بات مذکور ہے

وہ آنحضرت کی بشارت ہے جیساکہ انجیل اور اعمال والے نمبروں کا مطلب ہے اور اس میں بھی کوئی نزاع نہیں ہوں یہ آنحضرت کے لئے بلکہ ہم کہتے ہیں کہ ہیں اور ضرور ہیں یہ نہ تو اس سے یہ لازم آتا ہے کہ حضرت مسیح کے لئے کوئی پیشگوئی نہیں اور نہ یہ کہ اسمہ احمد کی بشارت یہی ہے۔

باقی رہا یہ کہنا کہ انجیل کی بشارت میں فارقلیط آیا ہے اور وہ بمعنی احمد و محمد کے ہے۔ پس معلوم ہوا کہ وہ کوئی اور بشارت نہیں بلکہ یہی ہے جس کو تم بھی مانتے ہو کہ اسکے مصداق آنحضرتؐ ہی ہیں۔

پس یہ بات غلط ہوئی کہ اسمہ احمد کوئی اور بشارت ہے جس کے مصداق حضرت مسیح موعود بتائے جاتے ہیں اور یہ اور بشارت ہے جس کے مصداق آنحضرتؐ ہیں

تو اس کا جواب یہ ہے کہ اہل اسلام نے جب اناجیل کے تراجم دیکھے اور عیسائیوں کے ساتھ مباحثات شروع ہوئے اور ضرورت پیش آئی کہ اسمہ احمد کی بشارت انجیل میں دکھائیں اور وہ نہ پائی تو انہوں نے یہ ایک نہایت ضعیف راہ نکالی کہ عبرانی میں تو احمد تھا مگر یونانی ترجمہ میں بجائے اسکے اسکا ترجمہ کر دیا گیا اور وہ فلاں لفظ تھا۔ اور پھر اس میں بھی تغیر ہوتا رہا اور بالآخر اسکا معرب فارقلیط ہوا۔ لیکن یہ بالکل غلط راہ ہے کیونکہ ثبوت تو اپنے ذمہ سے لیا لیکن پھر بھی مجرد دعوے سے کام لیا گیا ہے کیونکہ عبرانی انجیل موجود نہیں کہ اس میں احمد کا لفظ دکھایا جائے اور یہ مجرد دعویٰ ہے کہ اسمیں تھا اور پھر یہ کہنا کہ یونانی بگڑے ہوئے ترجمہ کے لفظ کا معرب فارقلیط ہے یا۔

یہ دعویٰ تو اس صورت میں کچھ امکان رکھتا کہ فارقلیط عبرانی لفظ نہ ہو سکتا لیکن جب یہ عبرانی بن سکتا ہے تو پھر بگڑے ہوئے یونانی لفظ کا معرب نہیں کہا جا سکتا ورنہ تو پھر زبان سے بالکل امان اٹھ جاوے گا۔ مثلاً ایک کتاب عربی زبان میں ہے اور اس میں ایک لفظ زیر بحث ہے گو وہ عربی زبان کا لفظ بن سکتا ہے اور اس لحاظ سے اسکے معنے بھی ایسے ہو سکتے ہیں جو کہ اس فقرہ میں آسکتے ہیں لیکن کسی کے منشاء کے خلاف ہیں تو وہ کہہ دے کہ یہ فلاں زبان کے فلاں لفظ کے (جو بمعنے فلاں تھا)

بگڑے ہوئے تلفظ کا معرب ہے لہٰذا اسکے وہ معنی نہیں جو کہ عربی میں اسکے ہوتے ہیں بلکہ وہ ہیں جو اس دوسری زبان کے فلاں لفظ کے معنے ہوتے ہیں۔ تو زبان سے بالکل امان اُٹھ جائیگا جبکہ اناجیل عبرانی سے ترجمہ ہوئی ہیں اور حق یہی ہے کہ اسماء اصل الفاظ میں ترجمہ میں نقل ہوتے ہیں پس جب فارقلیط اسماء سے ہے اور عبرانی لفظ بن سکتا ہے اور اس کے معنے جو عبرانی ہونے کے لحاظ سے ہیں اس فقرہ کے ساتھ نہایت موزون ہو سکتے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ اس کو عبرانی لفظ نہ قرار دیں اور کس طرح جائز ہو سکتا ہے اور کونسی اسکی ضرورت ہو سکتی ہے کہ ہم عبرانی کو چھوڑ کر اس کو یونانی لفظ وہ بھی صحیح نہیں بلکہ بگڑے ہوئے کا معرب کہیں۔

اور یہ کہنا کہ مولوی رحمۃ اللہ صاحب یا فلاں صاحب نے لکھا ہے یہ کوئی حجت عقلی یا سمعی نہیں ہے۔

پس مجرّد یہ کہدینا کہ انجیل میں آنے والے کے لئے فلاں فلاں علامت بیان کی ہے اور وہ آنحضرت پر ہی صادق آتی ہیں ہمارے مخالف نہیں کیونکہ ہم خود اس کے ماننے والے ہیں۔ کہ انجیل میں آنحضرت کی بھی بشارت ہے۔

ہمنے اس رسالہ کے ۲۵ برہانوں کا حال اللہ تعالےٰ کے فضل سے ایسا کھول کر بیان کر دیا ہے کہ جو بھی انصاف اور غور سے اسکو پڑھیگا وہ کم از کم اس بات میں میرے ساتھ اتفاق کریگا کہ یہ پچیس ۲۵ براہین ہرگز براہین کہلانے کے لائق نہیں۔

متفرّق باتوں کا جواب

ناظرین نے پچیس براہین کی حقیقت تو معلوم کرلی لیکن ان کے علاوہ بھی اس عجیب و غریب کتاب میں مصنّف نے کچھ کچھ درّ افشانی کی ہوئی ہے اب میں اس متفرّق درّ افشانی پر کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ یوں تو یہ ایسی کتاب ہے کہ اس کا فقرہ فقرہ نئے سے نئے عجائب و غرائب کا مخزن ہے اور ہر ایک فقرہ اس کتاب کا لکھنے والے کو اپنی طرف کھینچتا اور اپنے آپکو اس پر پیش کرتا ہے کہ مجھ پر بھی کچھ لکھ۔ کیونکہ

بعض تو اس امتیاز پر اظہار ناز کر رہے ہیں کہ دنیا کی سب بانوں کے محاورات اور اسالیب و تراکیب
یہاں مارد پر ان کی نظیر نہ پاؤ گے اور اسی یکتائی کے باعث دنیا بھر میں ان کے معانی
اور مطالب تک کسی دماغ اور ذہن کی رسائی نہیں ہو سکتی کیونکہ اس رسائی کا تو ایک
ہی دروازہ ہے کہ ان کے اسلوب اور ترکیب کا پہلے استعمال اور علم ہو۔ پر جب ان کی
جدت اور یکتائی کے باعث یہ دروازہ بند ہے تو پھر کسی کی رسائی ہو تو کسطرح؟
مثلاً صفحہ ۷۹ پر یہ فقرہ ہے "قرآن مجید میں مستقل طور پر کسی فرد امت کے لئے بغیر واسطہ
حضرت نبی کریم کے کوئی ضرورت ہی نہیں ہے" جو کہ پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ کوئی
ہے جو میری نظیر پیش کر سکے یا میرے معنوں تک اسکی رسائی ہو سکے اور ہم اسکے
اس دعوی کی یہاں تک بھی تصدیق کرنے کے دعوے پاتے ہیں کہ اگر وہ کہے کہ میرے متکلم
کو بھی میرے معنوں تک باریابی نہیں ہو سکتی تو بجا ہے۔ اور بعض کو یہ ناز ہے کہ گو
ہمارے معنے تو لوگ سمجھ لیں مگر ان کا واقعات پر چسپاں کرنا مشکلے است کہ آساں نشود۔
مثلاً صفحہ ۹۸ پر ہے "قرآن مجید میں علاوہ دلائل توحید کے جس قدر دلائل اثبات رسالت
اور نبوت کے بیان کئے گئے ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ وہ صرف آنحضرت کی نبوت ہی کے لئے
ہیں لاغیر۔
اب معنے تو اس کے ظاہر ہیں پر مطلب یہ برآمد ہوتا ہے کہ یا تو ان دو قسم کے
دلائل (دلائل توحید اور دلائل نبوت کے سوا قرآن مجید میں قرآن مجید کے کتاب اللہ ہونے
اور حشر و نشر اور قیامت کے حق ہونے وغیرہا کے دلائل بالکل ہے ہی نہیں۔
اور یا ہیں تو سہی لیکن ان میں سے یہ دو قسم کے دلائل (دلائل توحید دلائل نبوت) میں
سے دلائل نبوت تو آنحضرت کی نبوت کے ساتھ مخصوص ہیں اور دلائل توحید مخصوص نہیں
بلکہ عام ہیں اور یہ دونوں باتیں صریح غلط ہیں۔
اور پھر جہاں کہیں کہ کسی دعوے کی دلیل دی ہے یا کسی دلیل سے نتیجہ برآمد کیا
ہے وہاں پر تو بریلی کے مخصوص سرکاری مہمان خانہ کے رہنے والوں اور زید آیا لہذا
زمین گول ہے کے قائل کو بھی مات کر دیا ہے اسکے بہت سے نظائر تو براہین ہی کے

حال کے بیان میں آپ دیکھ چکے ہیں لیکن براہین کے باہر بھی یہی حال موجود ہے مثلاً ٹائٹل پیج کے آخری صفحہ پر لکھتے ہیں "اور دوسری جگہ اسی عنایت نامہ میں تحریر فرماتے ہیں "اسمہ احمد تو ایک پیشگوئی ہے اور تعیین اخبار غیبیہ میں اختلاف ہو ہی جاتا ہے اسے تو میں اتنی عظمت نہیں دیتا"

اس اصول پر جو مینے جرح کر کے انکی خدمت عالی میں ایک عریضہ روانہ کیا ہے۔۔ ۔۔جس کا جواب بغیر سکوت کے آجتک جس کو عرصہ سوا دو ماہ کا ہوا نہیں آیا۔ اس سے معلوم بلکہ ثابت ہوا کہ اس تفسیر اسمہ احمد میں بھی وہ میرے موافق ہیں۔ ۔ بس اب کچھ اختلاف نہیں رہا۔"

اب ناظرین غور فرمائیں کہ نتیجہ تو یہ ثابت کیا کہ اس تفسیر اسمہ احمد میں بھی وہ میرے موافق ہیں اور اس پر یہ متفرع کیا کہ اب کچھ اختلاف نہیں رہا اور یہ ثابت کس سے کیا اس سے کہ حضرت خلیفۃ المسیح نے لکھا تھا کہ "یہ پیشگوئی ہے اور اخبار غیبیہ کی تعیین میں اختلاف ہو ہی جاتا ہے اسے تو میں اتنی عظمت نہیں دیتا" اور اس پر مینے جرح کر کر بھیجا اور حضرت خلیفۃ المسیح نے سوا دو ماہ کے عرصہ تک اسکا جواب نہیں دیا" سے تو اب ناظرین غور فرمائیں کہ پہلے تو جواب دینے کی ہمیشہ یہی وجہ نہیں ہوتی کہ جو لکھا ہے وہ حق اور لاجواب ہے بلکہ اسکی یہ وجہ بھی ہوتی ہے کہ وہ لغو اور باطل اور ناقابل التفات ہے سو قرآن مجید نے مومنوں کی ایک صفت ھم عن اللغو معرضون بیان فرمائی ہے اور ارشاد فرمایا ہے کہ واعرض عن الجاھلین۔ پھر اس جرح کا کچھ حال تو آپ سن چکے ہیں اور کچھ انشاء اللہ اب سناؤنگا خدا کیلئے آپ اس جرح پر نظر کر کے دیکھیں کہ کیا وہ قابل التفات اور مستحق جواب ہو سکتا ہے یا اگر دل میں کوئی اور خرابی نہ ہو۔ تو سید محمد احسن صاحب جیسے عالم کے لئے یہ امور مانع عن قبول الحق ہو سکتے ہیں اور یہ بالکل سچی بات ہے کہ جب سید صاحب کا یہ خط آیا اور ان کے پہلے خطوں کا اور حضرت صاحب کے جواب کا حال ہمکو معلوم تھا تو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیحؑ نے فرمایا اور مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ سید صاحب کا خط آیا ہے انہوں نے نہایت کچی باتیں لکھی ہیں

جن کے جواب دینے سے بھی مجھے شرم آتی ہے" لیکن دوسری طرف یہ بزرگ ہیں۔ کہ اپنی اس لغو جرح کو اس قدر زور آور یقین کر رہے ہیں کہ اس کے جواب سے وہ سلطان القلم عاجز آگیا ہے کہ جس کو خدا نے اپنے اس مسیح موعود کی خلافت کے لئے چُنا ہے جس کو خود اس نے شیطان اور اسکی ذریت کے آخری جنگ کرنے اور اس پر فتح پانے اور و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ کی تکمیل اور اسکے اتمام کے لئے چنکر مبعوث فرمایا ہے۔

پھر وہ جرح قوی اور لاجواب بھی ہوتی اور اس کے مقابلہ میں سکوت تسلیم بھی ہوتا تو ضرور اس کے نقیض اور مدمقابل کی تسلیم ہوتی جس پر ایسی زبردست جرح کی گئی ہے۔ نہ کہ کسی اور امر کی۔ اور ظاہر ہے کہ جرح اس پر کی گئی ہے کہ "میں اخبار غیبیہ کی تعیین میں اختلاف ہو ہی جاتا ہے میں اس کو (یعنی اختلاف دربارۂ تعیین اخبار غیبی اسمہ احمد کے) اتنی عظمت نہیں دیتا" اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اس کا مدمقابل یہ ہے کہ اخبار غیبیہ کی تعیین میں اختلاف نہ ہونا چاہیئے اور میں اس اختلاف کو بڑی عظمت دیتا ہوں" اب یہ مدمقابل حضرت خلیفۃ المسیح کو مسلم ہوگیا۔ یعنے پہلے آپ اپنے ایک مبائع کے اسمہ احمد کی تعیین میں اختلاف کرنے کو ایک معمولی امر سمجھتے تھے اور اس کے باعث سے اس کو زیادہ قابل عتاب نہیں خیال فرماتے تھے پر اب اس جرح پر سکوت کرنے سے آپ نے مان لیا کہ جس مبائع نے اسمہ احمد کی تعیین میں میرے ساتھ اختلاف کیا ہے اس نے بہت بڑی غلطی کی ہے تو کیا اس وجہ سے کہ آپ نے مان لیا کہ میرے مبائع نے بہت بڑی غلطی کی ہی اس واسطے اسکی اس تفسیر میں موافق ہو گئے پھر اگر یہ ثابت ہو گیا تھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح آپ کے موافق ہو گئے ہیں۔ تو پھر بعد اس کے ان کے مقابلہ میں ۲۰۰ صفحہ کی کتاب کیوں لکھ دی ہے پھر جرح جو کی گئی ہے۔ اس میں اور باتوں سے قطع نظر کرکے مجرد اتنی بات پر نظر کریں کہ متنازعہ فیہ جو غیبی خبر کی تعیین ہے وہ اسمہ احمد کی ہے اور جن غیبی خبروں کی تعیین پر اس کو قیاس کیا گیا ہے وہ آنحضرت صلعم کی نسبت جو پیشگوئیاں پہلی کتابوں میں ہیں اور آیت استخلاف کی غیبی خبر اور مسیح موعود کی نسبت بشارت۔ اور مصلح موعود

کی بشارت ہے جس کو قیاس کیا ہے اسکی کیفیت یہ ہے کہ دونوں فریق اسکے قائل ہیں کہ آنحضرت خدا کے برگزیدہ رسول اور افضل الرّسل اور خاتم النبیین ہیں۔ اور اسکے بھی دونوں قائل ہیں کہ آنحضرت ہی صفت احمد کے موصوف اوّلین ہیں اور وصف کے لحاظ سے آنحضرت ہی احمدؐ کے مصداق اوّلین اور حضرت مسیح موعود وصف احمد کے موصوف بواسطہ آنحضرت ہیں اور وصف کے لحاظ سے احمدؐ کے وہ مصداق بھی بواسطہ آنحضرت ہیں۔ اختلاف ہے تو اس میں کہ ہم کہتے ہیں کہ احمد آنحضرت کا علم نہیں ہے اور حضرت مسیح موعود کا علم ہے دوسرا فریق کہتا ہے کہ آنحضرت کا علم ہے اور مرزا صاحب کا علم نہیں۔ اور علم کے لحاظ سے اسمہ احمد کے مصداق فقط حضرت مسیح موعود ہی ہیں۔ یا اس لحاظ سے بھی آنحضرت ہی اسکے مصداق اوّلین ہیں۔ پس اس پیشگوئی کے مصداق کی تعیین میں جو بھی اختلاف ہے۔ اس کا اثر آنحضرت کی نبوّت و رسالت اور آپ کے کمالات میں سے کسی کمال پر نہیں پڑتا۔ لیکن جو اخبار غیبیہ جرح میں پیش ہوئی ہیں ان میں جو اختلاف بنایا گیا ہے اسکا اثر ضرور مبشّر پر پڑتا ہے۔

دوم۔ ان بشارتوں میں اختلاف موجب ملامت نہیں بلکہ نشانات اور واقعات کی شہادت کا انکار موجب ملامت ہے مثلاً آنحضرت کی بشارتوں میں اگر اہل کتاب میں سے کسی نے آنحضرت کی نبوت کے نشانات و آیات ظاہر ہونے سے پہلے پہلے یہ اختلاف کیا ہو۔ کہ وہ مبشّر بنی اسرائیل ہی میں سے آئے گا تو وہ قابل ملامت نہیں۔ حالانکہ اختلاف تو اسے بھیا اسی طرح حضرت مسیح موعود کی بشارت میں اگر کسی نے نشانات سے پہلے کہا ہو کہ امت میں سے نہیں بلکہ بذات خود حضرت مسیح آئینگے تو وہ قابلِ ملامت نہیں۔ لیکن جنھوں نے آنحضرت کی نبوت اور حضرت مسیح موعود کی صداقت کے نشانات ظاہر ہونے کے بعد ان سے انکار کیا وہ انکار انکا قابلِ ملامت ہے۔

اور ازالہ اوہام صفحہ ۴۹۰ کا حوالہ جو کہ جرح کرنیوالے صاحب نے نقل کیا ہے اس میں حضرت صاحب نے اسی امر کو بیان فرمایا ہے کیونکہ مولوی صاحبان آپ پر

اس وجہ سے طرح طرح کے فتوے لگا رہے تھے کہ آپ نے مسیح موعود والی بشارت کا مصداق اپنے آپکو بتایا ہے تو ان کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ صدہا پیشگوئیوں میں سے یہ ایک پیشگوئی ہے جس کو حقیقت اسلام سے کچھ بھی تعلق نہیں الخ لیکن باوجود اس کے آپ نے اپنے نہ ماننے والے کو بُرا کہا ہے۔ رہا یہ دعویٰ کرنا کہ محقق الوقوع ہے تو جس امر میں اختلاف ہے اسکی نسبت اسکے محقق الوقوع ہونے کا دعویٰ محض ڈینگ ہے کہاں اور کس نے ثابت کیا کہ احمد آنحضرت کا علم ہے یا کونسے اس کے نشانات پائے گئے۔ محقق الوقوع کے معنے ہی یہ ہیں کہ اسکے وقوع کا بیّن ثبوت ہو۔ جیسی کہ آنحضرت کی نسبت جو پہلے انبیا کی بشارتیں تھیں۔ جیسی حضرت ابراہیم اور اسمٰعیل کی دعا یا حضرت موسیٰ جیسے نبی کا بپا کرنا وغیرہ کہ آنحضرت پر کھلی کھلی صادق آتی ہیں۔ یا جیسی مسیح موعود کی بشارتیں کہ حضرت اقدس پر صاف صاف صادق آتی ہیں۔ اور ان کے وقوع کے بیّن ثبوت موجود ہیں اور اسکے یہ معنی نہیں کہ کوئی گروہ اس کو تسلیم کرے تو بس وہ مجرّد اسوجہ سے کہ ایک بڑی جماعت اور تعداد نے تسلیم کر لی ہے خواہ اس کا ثبوت بالکل ندارد ہو محقق الوقوع ہو گئی ہے۔

اور اسمہ احمد کی نسبت نہ تو یہ ثابت ہوا ہے کہ آنحضرت صلعم نے یہ دعویٰ کیا تھا۔ کہ خاص اسمہ احمد کی بشارت کا مصداق میں ہوں اور نہ یہ کہ باوجود ضرورت کے کبھی آپ نے نصاریٰ کے سامنے اتمام حجّت کے لئے پیش کیا ہو۔ اور نہ یہی آجتک کسی نے کسی صحیح طریق کے ساتھ ثابت کیا ہے کہ آنحضرت کا نام زمین پر اور انسانوں میں احمد تھا۔ اور استعمال ہوا کرتا تھا۔ تو پھر آپ کے حق میں محقق الوقوع ہوئی کسطرح اور مجرّد دعویٰ تو ہر ایک کر سکتا ہے کہ جو میں کہتا ہوں وہ محقق الوقوع ہے۔ اور جو جو محقق الوقوع ہے اس کا کس کو انکار ہے۔

مصنّف رسالہ المجدّد کی بے احتیاطیاں

اس رسالہ کے اور اس کے مصنّف کے عجائبات کہاں تک بیان کروں۔ اور تو کیا اس رسالہ میں انہوں نے ناواجب تحریر کرنے کی پرواہ نہیں کی۔

ہماری نسبت تو بہت کچھ لکھا ہے پر یہاں پر میں ان کا ایک نمونہ لکھ کر تحدّی کے ساتھ ان سے مطالبہ کرتا ہوں کہ اگر انہوں نے خلافِ واقعات سے کام نہیں لیا تو وہ حضرت خلیفۃ المسیح کی تحریرات شائع شدہ سے کوئی ایسا حوالہ بتا دیں۔ جس سے ان کا بیان پایۂ ثبوت کو پہنچتا ہو۔

اوّل وہ یہ ہے کہ اس رسالہ کے صفحہ ۱۳۱ کے اخیر میں لکھتے ہیں کہ "پس یہ کہنا کہ پیشگوئی مندرجہ سورہ صف کی اصل میں حضرت مسیح موعود کی شان میں ہے اسلئے کہ آپ کا نام والدین نے احمد رکھا تھا (بیشک یہ کہا جاتا ہے) مگر چونکہ حضرت خاتم النبیین جامع تمام اوصاف کے ہیں اسلئے ثانوی طور پر آپ بھی احمد ہیں" یہ محض کذب و بہتان اور صریح افترا ہے اور اس کا ہرگز ہرگز وہ ثبوت نہیں دے سکتے کہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ نے یہ لکھا ہو کہ چونکہ آنحضرت جامع تمام اوصاف ہیں۔ اسلئے ثانوی طور پر آپ بھی احمد ہیں۔ بلکہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی القول الفصل میں فرماتے ہیں:۔

"اب رہا یہ سوال کہ پھر آپ نے اس آیت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کیوں چسپاں کیا ہے تو اس کا یہ جواب ہے کہ جسقدر پیشگوئیاں آپ کی امّت کی ترقی کی نسبت ہیں۔ ان کے پہلے مظہر تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ اگر آپ احمد نہ ہوتے تو مسیح موعود کیونکر احمد ہو سکتا تھا مسیح موعود کو تو جو کچھ ملا ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل ملا ہے۔ اگر ایک صفت کی نفی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کیجائے تو ساتھ ہی اسکی نفی حضرت مسیح موعود سے ہو جائیگی کیونکہ جو چیز چشمہ میں نہیں وہ گلاس میں کہاں سے آسکتی ہے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم احمد تھے اور اس پیشگوئی کے اوّل مظہر وہ تھے"۔

پھر ہمارے پر افترا کرنے کے علاوہ پہلی کتابوں اور حدیثوں کے حوالوں میں بھی بے احتیاطی اور غلط سے کام لیا گیا ہے مثلاً صفحہ ۱۵ پر لکھا ہے کہ "ورس ۲۶ کہ تمہارے پاس خدا نے اپنے بیٹے مسیح کو اٹھا کے پہلے اس نبی عظیم الشان کے زمانہ سے بھیجا الخ" اب اس میں یہ (اس نبی عظیم الشان کے زمانہ سے) عبارت زائد کیگئی ہے

اعمال باب ۳ میں یہ عبارت ندارد۔

اسیطرح صفحہ ۳۵ پر لکھا ہے کہ دوسری حدیث میں ہے ولبشربی المسیح عیسے ابن مریم (طب وابونعیم فی الدلائل وابن مردویہ عن ابن مسایر الغسانی) یہ بشارت باسم احمد مذکور ہے یہ صاف صاف بتاتی ہے کہ اس مذکورہ حدیث میں حضرت عیسے کی طرف سے باسم احمد بشارت دینا مذکور ہے لیکن مصنّف نے طوالت سے بچنے کے لئے ساری حدیث نہیں نقل کی اور اس ٹکڑہ پر کفایت کردی ہے جسمیں اسم احمد نہیں مگر ساری حدیث میں وہ مذکور ہے اور سوائے اسکے اور اس عبارت کا کوئی مطلب ہو ہی نہیں سکتا مگر اصل حدیث کو دیکھو تو اس میں اسم احمد کا نام و نشان تک نہیں اور محض اس کذب کے بنانے کے لئے ساری حدیث تو یہاں پر درج نہیں کی لیکن صفحہ ۳۷ پر اس حدیث کو پورا نقل کردیا ہے جو یہ ہے۔ اخذ اللہ منی المیثاق الخ

دیکھئے کہ آنحضرت پر جھوٹ بولنا کسقدر خطرناک امر ہے کہ حضور نے اس کی نسبت فرمایا ہوا ہے کہ من کذب علی متعمداً فلیتبوا مقعدہ من النار مگر باوجود اس قدر خطرناک معلوم ہونے کے پھر اسلی ذرہ پرواہ نہیں کی اور آنحضرت پر از خود یہ کہہ دیا کہ آنحضرت نے یہ خبر دی ہے کہ مسیح نے باسم احمد بشارت دی ہے حالانکہ باسم احمد ہرگز مذکور نہیں ہے۔

غرضیکہ اس قسم کے عجائبات اس کثرت سے ہیں کہ جن کا بالاستیعاب یہاں پر بیان کرنا بہت طوالت کا موجب ہوتا ہے۔ ہمیں تو اسوقت تک یہ بھی معلوم نہیں ہوا۔ کہ عقائد اور خیالات کی تبدیلی اسکی تصنیف کی موجب ہوئی ہے یا کہ اسکی تصنیف انکی تبدیلی کا باعث ٹھہری ہے لیکن تبدیلی کھلی پاتے ہیں۔ مثلاً پہلے وہ اپنی کتاب آیات الرحمن نامی میں احمد نام کی نسبت لکھتے ہیں کہ وہ اس قسم کے جملہ الہامات اور الہامات مذکورہ اگر تسلیم کیا جائے کہ آپکو ہوتے ہیں حضرت اقدس کے لئے ہی نہیں۔ کیونکہ احمد آپ ہی کا نام ہے اور براہین احمدیہ میں مدت ۲۰-۲۲ سال سے باسم احمد آپ ہی کو منجانب اللہ مخاطب کیا گیا ہے اور اسی قدر مدت سے تمام دنیا میں

آپ کا یہ نام شایع ہو چکا ہے"

اور اس رسالہ کے صفحہ ۱۶ پر لکھتے ہیں۔ کہ "لیکن آپ کا نام الہاماً اور کشفاً منجانب اللہ احمد نہیں ہے"

واقعات پر نظر ڈالیے پھر حوالوں کو جانے دیجیے اور واقعات پر نظر ڈالیے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح ثانی نے زمانہ خلافت سے پہلے یہ اعلان کیا کہ جس کو حضرت مسیح موعود ؑ کی دعوت پہنچی اور اس نے آپکو قبول نہ کیا وہ کافر ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اس کی بناء اسی پر ہے کہ آپ حضرت مسیح موعود کو نقلی اور فرضی کے مقابل حقیقی اور اصلی نبی یقین کرتے ہیں"

اور سید محمد احسن صاحب مسجد نور میں کھڑے ہو کر قوم کے سامنے یہ اظہار کرتے ہیں کہ میاں محمود ہی خلیفۃ المسیح ہونا چاہئیے تو کیا کسی کے وہم و گمان میں یہ آسکتا ہے کہ اگر اس سید صاحب کا اسوقت یہ اعتقاد ہوتا کہ حضرت مسیح موعود کے نہ ماننے والے مومن مسلمان ہیں کافر نہیں اور آپ ظلّی بمعنی نقلی فرضی بناوٹی فقط منہ بولے نبی ہیں۔ نہ اس معنے سے ظلّی نبی کہ جس کو حقیقتاً نبوّت کہتے ہیں۔ وہ آپکو آنحضرت کے واسطہ اور آپکے فیضان سے ملی ہے بلکہ یہ کہنا ختم نبوّت کا انکار اور نصوص قطعیہ کا خلاف کرنا ہے تو پھر سید صاحب اس مجمع عام میں یہ اظہار کرتے۔ ہرگز ہرگز کبھی نہ کرتے بلکہ جو زور آپنے اس رسالہ میں ان ہی امور پر دکھایا ہے یہ توفیق دلاتا ہے کہ وہ بڑے زور سے اسکا اظہار کرتے کہ یہ شخص ہرگز خلیفۃ المسیح بننے کے قابل نہیں ہے اور اگر یہی اعتقاد اسوقت بھی تھا تو پھر بجز اسکے اور کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ سب زور زور دوہی ٹکوں کی کھیل تھی اور ہے۔

پس اس قسم کے عجائبات کی تفصیل تو بہت طوالت چاہتی ہے۔ لہٰذا

چند عجائبات رسالہ زیر تنقید یہی مناسب سمجھا گیا ہے کہ ان عجائبات اور براہین مذکورہ کے علاوہ جو چند درافشانیاں ہیں جن کو اصل مقصد سے کچھ نہ کچھ لگاؤ ہے انکی نسبت کچھ عرض

کروں وباللہ التوفیق۔

صفحہ ۴ پر ہے "اب ناظرین اس بات کو بھی خوب یاد رکھیں کہ اس رسالہ میں جو کچھ بیان کیا جائیگا وہ کتاب وسنت سے محققانہ طور پر بیان ہوگا نہ اقوال رجال کی تقلید اور نہ ان کے قال کی تقلید کی جائے گی"۔

ناظرین آپ اگر اقوال رجال اور قال رجال کو نہ سمجھیں تو کچھ گھبرانے کی ضرورت نہیں کیونکہ جس قدر بڑے مولوی ہوتے ہیں اسی قدر ان کی باتیں بھی سمجھ میں نہیں آیا کرتیں اور پھر ان کی پیروی کی نفی بھی کردی ہے۔ البتہ کتاب وسنت کے ساتھ ہر ایک بات بیان کرنے کا چونکہ آپ نے اظہار رکھا ہے۔ اسلئے آپ سے دریافت کرلینا کہ کیا کتاب سے قرآن مجید اور سنت سے تعامل؎۱ مراد ہے جیسا کہ حضرت مسیح موعود ؑ نے محاکمہ میں سنت کے معنے لکھے ہیں۔ یا کہ یہ معنی بھی کتاب وسنت کے خلاف اقوال اور قال رجال کی تقلید سے بیان ہوئے ہیں۔ بہر حال جو بھی معنے ہوں (۱) مرزا صاحب ظلی احمد ہیں (۲) احادیث ضعاف اور آیات ذو الوجوہ ومتشابہات وغیرہ میں مرزا صاحب بھی حکم ہیں (۳) جو نام الہاماً وکشفاً منجانب اللہ ہوں۔ ان کے معانی واوصاف ابدالآباد تک قائم ودائم رہینگے (۴) مرزا صاحب نبی ہیں۔ میں بصورت اتحاد عکس قضیہ باطل ہے (۵) یاایہا الذین آمنوا کونوا انصار اللہ الخ میں انصار صحابہؓ کی ایک قسم کا نام خدا نے رکھا ہے (۶) حضرات حواریین بھی . . . اسکے منتظر ہے۔ یہ چند باتیں ہیں جو آپ نے بیان کی ہیں۔ ان کو کتاب وسنت کے ساتھ ثابت کریں مگر اس مولویانہ طرز میں نہیں کہ جن کتابوں میں الواحد لا یصدر عنہ الا الواحد۔ اور عقول عشرہ وقدامت مادہ اور خدا کا فاعل بالاضطرار ہونا بیان کیا جاتا ہے ان کا افضل الکتب واشرف العلوم ہونا ومن یوت الحکمۃ فقد اوتی خیراً کثیراً کیساتھ ثابت کیا جاتا ہے یا جیسا کہ احمد کا جلالی ہونا حضور والا نے قرآن ولغت سے ثابت کیا ہے کیونکہ مولوی صاحبان کا یہ محققانہ طریق تو ایسا وسیع اور زبردست ہے کہ

؎۱ سنت کے ساتھ اسمہ احمد کا ثبوت کسطرح ہو سکتا ہے جبکہ سنت تعامل کا نام ہے۔

اسکے ذریعہ سے دنیا کی سب چیزوں کی حلّت اور سب کی حرمت اور سب افعال کی فرضیت اور سب کی تحریم بالکتاب والسّنۃ ثابت کرنا وہ اپنے بائیں ہاتھ کا کھیل خیال فرمایا کرتے ہیں ایک بڑے فاضل مولوی صاحب تھے وہ ائمہ دین اور اہل اللہ کی غیبت اور عیب چینی کیا کرتے تھے اور اسکو دماغ تازہ کرنا کہا کرتے تھے اور ساتھ ہی اسکی وجہ یہ بیان کیا کرتے تھے کہ قرآن کہتا ہے ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ الخ جس سے صاف صاف ثابت ہوتا ہے کہ عیب چینی اور شکایت انسان کا گوشت کھانا ہے اور وہ علم (جس کو العلم علمان الخ نے کل علوم کا ہم پلہ اور ہموزن بتایا ہے) یہ گواہی دیتا ہے کہ سب گوشتوں سے (جوکہ بالاتفاق نہایت مقوی غذا ہے) یہ زیادہ مقوی ہے۔

اور مجھے اس رسالہ میں یہ پڑھ کر کہ کونوا انصار اللّٰہ الخ سے ثابت ہے۔ کہ خداوند تعالےٰ نے صحابہ کی ایک قسم کا نام انصار رکھا اور حواریوں کا نام گو انصار ہو پر خداوند تعالےٰ نے انصار نہیں رکھا بلکہ حواری رکھا ہے ایک واقعہ یاد آگیا یوں تو سنا ہے کہ بھانڈ لوگ ایسے ایسے معنے بیان کرکے ہنسایا کرتے ہیں کہ امنت باللّٰہ بی بی آمنہ کی ایک بلّی تھی الخ نعوذ باللہ منہ۔ لیکن ایک سفر میں ایک شخص نے مجھے سنایا کہ یہاں پر ایک عجیب وغریب ملّا ہے جو دیکھنے کے قابل ہے اسکو بلایا گیا اور آتے ہی اُسنے اپنے خرافات شروع کئے کہ کمر باندھتے ہوئے فلاں چیز پڑھنی چاہیئے اور بندوق لیتے ہوئے فلاں اور لکڑی ہاتھ میں لیتے ہوئے فلاں لیکن اسی دوران میں اسنے کہا دیکھو کہ باللہ کسقدر عظیم الشان چیز ہے کہ جب رسول خدا معراج کو گئے اور لامکان پر پہنچے تو خداوند تعالےٰ نے دریافت فرمایا کہ اے میرے حبیب کچھ دیکھا بھی ہے تو حبیب خدا نے جواب دیا کہ لاحول ولا قوۃ الّا باللّٰہ کہ اے میرے مولا میں نے کچھ بھی نہیں دیکھا مگر ایک باللہ دیکھا ہے الخ نعوذ باللہ منہ واکنون میں سچ کہتا ہوں کہ مجھ کو انصار کے نام اس لطیفہ ثبوت اور پہلے کی نظمت سے اس عجیب وغریب ثبوت میں کچھ فرق معلوم نہیں ہوا۔

الغرض کہ اس قسم کے ثبوتات کے تو ہم آپکے اثباتات سے بھی پہلے کے قائل ہیں۔

لیکن یہ ہماری سمجھوں سے بہت اعلیٰ ہے ہم تو اس طریق پر اثبات چاہتے ہیں جو کل اور انسانوں کی سمجھ میں بھی آسکے آخر ما جاء بہ الرسول پر ایمان لانا کوئی مولوی صاحبان ہی کے ساتھ مخصوص نہیں۔ اور اگر اس کل یا اسکے ثبوت کا سمجھنا ایسے محققانہ طریق والے مولویوں ہی پر منحصر ہوتا۔ تو پھر اوروں کو اس ایمان کے ساتھ ہرگز مکلّف نہ کیا جاتا۔ کیونکہ یہ تکلیف مالا یطاق ہے۔

پھر صفحہ ۴ پر ہے فان تنازعتم فی شیئ فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الاٰخر۔ اس آیت میں درصورت اختلاف وتنازع کے رجوع الی الکتاب اور سنت صحیحہ کی طرف کو دار ومدار ایمان کا قرار دیا گیا ہے ایضاً قال اللہ تعالیٰ۔ واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً۔ ظاہر ہے کہ حبل اللہ سے مراد تو قرآن مجید ہی ہے اور یہ آیت کل مومنوں کے لئے شامل ہے پس مخالف نصوص اور آیات بینات کے کسی کا قول وفعل حجت نہیں ہو سکتا۔"

ناظرین خیال فرمالیں کہ جس طرح آجکل ایسے شرفاء کا یہ طریقہ ہے کہ جب فریق ثانی کے اصل دعوی پر کوئی نقص عائد نہ کرسکتے ہوں تو پھر افتراء محض کے طور پر اسکے مدعی کو بدلکر ایسی شکل میں پیش کر دیتے ہیں جو کہ منبع نقائص ہو۔ اور جس کے نقائص بالکل کھلے کھلے ہوں جیسا کہ اسمہ احمد کی نسبت جو ہمارا اصل دعویٰ ہے (جیسا کہ مینے بار بار اس کو اس تحریر میں بیان کیا ہے) اس پر کوئی نقص عائد نہ کرسکتے تھے۔ تو اس کو بدل کر یہ بنا دیا کہ مرزا صاحبکا چونکہ والدین نے احمد نام رکھا ہے اسلئے آپ اسمہ احمد کے مصداق ہیں۔ مگر چونکہ آنحضرت جامع تمام اوصاف ہیں لہٰذا آپ بھی ثانوی طور پر احمد اور ثانوی طور پر اسکے مصداق ہیں۔ تاکہ اسکے نقائص لوگوں پر ظاہر کریں اور لوگوں کو یہ بتائیں کہ یہ لوگ کیسی بُری بات کے قائل ہیں ایسا ہی ان کا یہ بھی وطیرہ ہے کہ اپنی تحریر میں کسی نہایت بُرے اور بدیہی البطلان امر کی تردید شروع کر دیتے ہیں۔ تاکہ لوگوں کے ذہنوں میں یہ ڈالکر (کہ میرا مقابل ایسی بری اور باطل بات کا معتقد ہے) ان کو اس سے نفرت دلا دیں۔ اور

اور یہاں پر یہی چال چلی گئی ہے کیونکہ نہ مصنّف صاحب اور نہ ان کا کوئی مددگار کبھی اس کا ثبوت دے سکتا ہے کہ ہمنے کہیں یہ کہا ہے کہ مخالف نصوص اور آیات بیّنات کے فلاں کا یا کسی کا یا حضرت مسیح موعود کا قول حجّت ہے بلکہ ہم صاف صاف کہتے ہیں کہ فلاں یا کسی کا قول اگر قرآن کی نصوص اور آیات بیّنات کے خلاف ہو تو وہ ماننے کے قابل نہیں ہے چہ جائیکہ وہ حجت ہو۔ لیکن ساتھ ہی ہم یہ بھی بآواز بلند کہتے ہیں کہ یہ ہرگز متصوّر نہیں کہ خدا کا وہ مسیح (جس کی صداقت کو خداوند تعالےٰ نے انہی آیات بیّنات کے ساتھ ثابت کیا ہے اور جس کو اس نے حکم علی الاطلاق بنا کر بھیجا ہے) اس قرآن و سنت رسول کے خلاف کہے جس کے قائم کرنے کے لئے ہی اس کو مبعوث کیا گیا ہے اور پھر اس مخالفت پر وہ قائم ہے یہانتک کہ اسی پر دنیا سے چلا جائے۔ اور نہ یہ متصور ہو سکتا ہے کہ خدا جس کی صداقت کے لئے بعض انبیاء سے بڑھکر آیات دکھائے اور جس کو اس نے اسلئے بھیجا کہ وہ ثریّا پر گئے ہوئے ایمان کو پھر لائے اور جو کہ قرآن مجید کے علوم کو دوبارہ لانے والا اور فیج اعوج سے نکال کر صحابہ کے ہمرنگ بنانے والا ہو۔ وہ تو قرآن مجید اور سنت رسول کے خلاف قول و فعل کرے اور اسی پر فوت بھی ہو جائے اور ایک ملّا اس غلطی کو نکالے۔

جو ملّا لوگ کہ ابھی خدا کے برگزیدہ مسیح کی شناخت سے محروم ہیں وہ اگر کہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب نے فلاں آیت کو نہیں سمجھا اور اسکے خلاف فلاں قول کیا ہے تو گو اسکا بھی یہ کہنا یقیناً غلط ہوگا مگر اسکا یہ کہنا نہ کچھ قابل تعجّب ہے اور نہ یہ کہنا اسکے مسلوب العقل والعلم ہونے پر دال ہو سکتا ہے۔ لیکن جو ایک طرف آپکو مسیح موعود تسلیم کرتا ہو۔ اور اس کے الہاموں کو قطعی ظاہر کرتا ہو اور پھر اسکے الہاموں میں قل ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ جیسے الہامات بھی پڑھتا ہو۔ وہ اگر کہے کہ مسیح موعود نے خلاف کتاب اللّٰہ اور سنت رسول فلاں قول اور فعل کیا ہے۔ اور اسی پر وہ فوت بھی ہو گیا

لہذا اسکے یہ اقوال اور افعال نہ قابل احتجاج ہیں اور نہ قابل اتباع ہیں تو یقیناً اس کا یہ کہنا بہت ہی قابل تعجّب ہے کیونکہ اب تو اسکے ہر ایک قول و فعل میں اس کا احتمال ہے کہ خلاف کتاب اللّٰہ اور خلاف سنت رسول اللہ ہو۔ اور اس کا پتہ لگانے والے وہ عقلمند ملّا صاحب ہی ہیں پس جب تک مصنّف صاحب اس کا پتہ نہ دیں کہ فلاں قول و فعل اس حکم کا خلاف کتاب و سنت ہے اور فلاں نہیں تب تک اسکا قول نہ قابل احتجاج ہے اور نہ قابلِ اتباع پس خدا نے اور اسکے رسول نے تو یونہی برائے نام اس کو حکم عدل فرما دیا اصل حکم عدل تو ملّا عقلمند ہیں جو کہ خداوند تعالےٰ کے بنائے ہوئے حکم پر بھی حکم ہے کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم ان یقولون الا کذبا

مسیح موعود کے حکم و عدل ہونے کا مسئلہ

پھر اسی سلسلہ کلام میں صفحہ ۵ پر پہلے یہ آیت کریمہ لکھی فلا و ربك لا یومنون حتی یحکموك الایۃ اور پھر اسی آیت کے متعلق چند لفظی فوائد بیان کرتے ہوئے (کہ ضمیر خطاب سے آنحضرت اور ضمیر جمع سے سب امت مراد ہے اور قسم کھائی ہے اور وہ بھی لا نفی کے ساتھ جو کہ تاکید کے لئے ہے اور پھر اصل سرمایہ ایمان کی نفی فرمائی گئی ہے پھر وہ نفی ایمان کی جو حرف اِنّ کے ساتھ جو تحقیق مضمون جملہ کے لئے آتا ہے۔ پھر اس نفی ایمان کی غایت یہ تحکیم قرار دی گئی ہے پھر ارشاد ہوا کہ اس تحکیم سے کوئی تنگی اور پیچ دل میں نہ ہو۔ پھر یسلموا تسلیماً بھی ارشاد ہوا جو نہایت درجہ کی تاکید ہے وغیرہ وغیرہ من التاکیدات") نتیجہ یہ نکالتے ہیں کہ "پس بتاؤ کہ اس تحکیم کا مصداق سوائے خاتم النبیین سیّد المرسلین کے اور کون ہو سکتا ہے اور ایسے آقا کے ساتھ کون غلام برابری کر سکتا ہے۔ حاشا و کلاّ"

ناظرین قبل اسکے کہ میں آپکو وہ بات بتاؤں جس کے لئے میں نے انکی یہ طویل در افشانیاں نقل کی ہیں پہلے میں آپ کی توجہ ایک مختصر سی بات کی طرف مصروف کرانا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ آپ ایک طرف تو مولوی صاحب کے اس عظیم الشان دعوے پر نظر کیجئے کہ خدا کے مسیح اور اس کے مقرر کردہ حکم کے خلاف کتاب و سنت

اقوال و افعال کو دوسرے اقوال وافعال سے علیحدہ کرنے اور اپنے اس پر حکم بننے کا ادعا کرنے کو دیکھیں اور دوسری طرف اسی آیت کی تفسیر میں ان کی ہمہ دانی اور ان کے ہوش وحواس کا اندازہ کریں۔

آپ ثم لا یجدوا فی انفسہم حرجا کے معنے یوں ادا کرتے ہیں " پھر ارشاد ہوا کہ اس تحکیم سے کوئی تنگی اور ہرج دل میں واقع نہ ہو" تنگی تو بیشک حرجا کے معنے ہیں مگر تنگی کے بعد۔ اور ہرج کیا بلا ہے؟ نہ یہ قرآن مجید کے کسی لفظ کے معنے ہو سکتے ہیں۔ اور نہ اسکا یہاں پر کوئی جوڑ ہو سکتا ہے۔ کیونکہ ہرج کے معنے موت اور نقصان کے ہیں تو معنے یہ ہونگے کہ پھر وہ لوگ اس سے اپنے دلوں میں کوئی تنگی اور موت اور نقصان نہ پائیں اور بفرض محال اگر اس کا جوڑ بھی ہو جاوے تو یہ اس آیت کے کسی لفظ کے معنے نہیں۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ لفظ اور یہاں پر عطف تفسیری ہے تو سہو کاتب سے حرج کے عوض ہرج لکھا گیا ہے تو اسکی نسبت عرض ہے کہ تفسیر تو اسکی ہوتی ہے جو صاف صاف معلوم نہ ہو اور وہ تنگی نہیں ہو سکتی بلکہ لفظ حرج ہو سکتا ہے پس عطف تفسیر ہوتا تو یوں ہوتا حرج اور تنگی واقع نہ ہو اور اسمیں ممکن تھا کہ قلم کی غلطی سے بجائے حرج ہرج لکھا جاتا لیکن یہاں پر تو تنگی اور ہرج ہے جس میں یہ تاویل نہیں چلتی پھر اس سے بڑھکر یہ ہے کہ کہتے ہیں " پھر نفی ایمان کی جو حرف انّ کے ساتھ ہے جو تحقیق مضمون جملہ کے لئے آتا ہے" حالانکہ نفی ایمان پر بلکہ اس ساری آیت میں کوئی انّ نہیں ہے۔ اور یونہی اپنے پاس سے ایک بات کہہ دی ہے۔ خدا کا خوف بھی نہیں لکھنی تفسیر اور جو کچھ منہ میں آیا کہہ دیا اب بتائیے کہ جس صاحب کے ہوش وحواس کا یہ حال ہو کہ آیت لکھی ہوئی سامنے موجود ہو اور ایک لفظ اس میں نہیں اور لکھ رہے ہیں کہ وہ اس میں ہے اور وہ فلاں فائدہ دے رہا ہے اور اس پر ایک نتیجہ بھی متفرع کیا جاتا ہے اب بزرگ مولویصاحب کا دعویٰ دیکھئے اور علمی کارنامہ دیکھئے صدق اللہ العزیز العلیم انی مہین من اراد اہانتک۔

خدا کے مسیح کی یہ کسقدر ہتک ہے کہ اسکو اس کتاب و سنت کے خلاف قول و فعل کرنے والا قرار دیا جاتا ہے جس کے قائم کرنے کے واسطے اسکو مبعوث کیا گیا تھا۔ اور پھر جن ملانوں کے دخل بیجا سے کتاب و سنت میں بہت کچھ گڑبڑ پڑگئی تھی یہانتک کہ ہر ایک عالم تجدید کی ضرورت پیش آگئی اور اسکے لئے خداوند تعالےٰ نے اپنے مسیح کو مبعوث فرمایا۔ ان ملانوں کو یا ان میں سے ایک کو اسپر حکم بنایا جاتا ہے اور پھر اس سے بڑھکر ایک مولوی صاحب کی اور کیا اہانت ہوگی کہ جس کتاب و سنت دانی کا آپ نے یہ ادعاء عظیم کیا اسی میں اسقدر فاحش غلطیاں کیں۔ بلکہ ان ملانوں کی جس کارروائی سے تجدید کی ضرورت پیش آئی تھی ایک آیت کی اس سے تغییر کرا کے اسی کا نمونہ اس کے ہاتھ سے دکھلا دیا کہ یہ ملّاں اس طرح سے کھلے کھلے خدا کی کتاب میں اپنے پاس سے داخل کیا کرتے ہیں کہ قرآن مجید میں کوئی لفظ نہیں جس کے معنی حرج ہوں اور یہ آیت کے معنوں میں حرج کو از خود بڑھاتے ہیں اور آیت میں کوئی اِنَّ نہیں۔ مگر یہ اپنی تاکیدوں کے نمبر بڑھانے کے لئے اپنے پاس سے ایک اِنَّ زائد کرتے ہیں پس دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو حد سے بڑھی ہوئی دلیری ہے کہ خدا کی کتاب پر ہاتھ صاف کرنے اور یہودیوں کی طرح اسمیں کمی بیشی کرنے کی جرأت کرنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں اور یا عقل اور ہوش و حواس قائم نہیں۔

اسکے بعد میں آپ کو اس بات کی طرف متوجّہ کرتا ہوں جس کے لئے میں نے یہ عبارت نقل کی ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ لکھنا کہ بتاؤ اس تحکیم کا مصداق سوائے حضرت خاتم النبیّین کے اور کون ہو سکتا ہے اور ایسے آقا کے ساتھ کون غلام برابری کر سکتا ہے الخ محض لوگوں کو اس مغالطہ میں ڈالنا ہے کہ یہ لوگ فلا وربک الآیۃ ... والی تحکیم کا مصداق بجائے آنحضرت کے مسیح موعود کو قرار دیتے ہیں۔ اور اگر آپکو اسکا مصداق بنائیں بھی تو پھر حضرت مسیح موعود کو حضور کے ساتھ برابر کا حصّہ دار قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ بالکل غلط ہے کہ ہم اس تحکیم کا مصداق آنحضرت کو نہیں ٹھہراتے اور نہ ہم کسی غلام کو اس آقا کے ساتھ برابر قرار دیتے ہیں۔ اور نہ

اسکی ہم کو ضرورت ہے البتہ مصیبت تو ساری سمجھ کی ہے جب کسی کی سمجھ ہی ماری جائے تو ہم اسکا کیا علاج کرسکتے یا کسطرح اسکو سمجھا سکتے ہیں اور یہ بھی نہیں کہ یہ کوئی بہت باریک مسئلہ ہے موٹی اور کھلی کھلی بات ہے جس کی نسبت میں امید کرتا ہوں کہ مولوی صاحب اور کشتۂ عناد کے سوا اور جو کوئی بھی اسکی طرف توجہ کریگا باسانی سمجھ لیگا۔

بات ساری اسقدر ہے کہ اس آیت کریمہ میں خداوند تعالےٰ نے آنحضرت صلعم کو مشاجرات میں حَکَم ٹھہرانے کا حکم دیا ہے اور پھر ارشاد فرمایا کہ جو آپ فیصلہ فرماویں اسکو اچھی طرح تسلیم کرلیں اور ظاہر ہے کہ جبتک حضور بذات خود صحابہ میں موجود تھے تب تک تو حکم بنانا یہی تھا کہ حضور سے اسکا فیصلہ چاہا جائے لیکن جب آپ رفیق اعلیٰ سے جاملے تو اب آپ کے حکم بنانے کی یہی صورت رہ گئی کہ آپ کی لائی ہوئی کتاب الٰہی اور آپ کی قائم کی ہوئی سنّت اور آپ کی احادیث سے فیصلہ چاہا جائے اس حدتک مولوی صاحب بھی مانتے ہیں اور ہم بھی مانتے ہیں۔ لیکن ایک جاہل سے جاہل اور نادان سے نادان بھی اسکو سمجھ سکتا ہے کہ آپ کے بذات خود فیصلہ کرنے میں اور کتاب و سنت اور حدیث سے فیصلہ لینے میں بہت عظیم الشّان فرق ہے کہ پہلی صورت میں تو جو فیصلہ حضور نے دیا۔ فریقین خوب اسکو سمجھ سکتے ہیں اور گو اسکے ماننے میں کسی بدبخت کو اختلاف ہو تو ہو۔ لیکن نفس فیصلہ میں کوئی نزاع نہیں ہوسکتا کہ ایک فریق کو حضور نے یہ فیصلہ دیا ہے اور دوسرا کہے کہ یہ نہیں وہ دیا ہے لیکن آپ کے بعد جو کتاب و سنت اور حدیث کا فیصلہ ہے وہ ایسا نہیں۔ بلکہ پہلے تو لوگوں کو مولوی صاحبوں کی ضرورت پیش آتی ہے کہ بجائے حضور کے پاس جانے یا کتاب کے پاس جانے کے بعض کسی مولوی صاحب کے پاس جائینگے اور بعض دوسرے کے پاس۔ پس اکثر یہی ہوگا کہ نا سمجھی کے باعث یا ان قواعد مخترعہ کے اختلاف کے باعث کہ جن پر اس فیصلہ کی بنا رکھی جاتی ہے

یا اس وجہ سے کہ ایک کے نزدیک اس عبارت کے ایک معنے ہیں اور دوسرے کے نزدیک دوسرے یا اس سبب سے کہ اس امر کی نسبت مختلف احادیث ہیں۔ اور ایک کے خیال میں ایک حدیث قابل تمسّک ہے دوسری نہیں اور دوسرے کے نزدیک دوسری ہے اور پہلی نہیں) کہ ایک ایک فیصلہ دیگا اور دوسرا پہلے کے خلاف دوسرا۔ پس حکم تو انہوں نے کتاب وسنت اور حدیث ہی کو بنایا ہے لیکن انہوں نے ان کو کچھ فیصلہ نہیں دیا۔ پھر انہوں نے مولوی صاحبوں کو وکیل بنایا لیکن انہوں نے بھی کتاب وسنت اور حدیث سے کوئی ایک فیصلہ نہ سنایا بلکہ دو دیا گیا ہے دو سے بھی زیادہ فیصلہ کتاب وسنت اور حدیث سے سنائے ہیں۔ اب بتاؤ فیصلہ ہو تو کس طرح اگر کہو کہ محمد احسن جو فیصلہ کردے وہ فیصلہ سمجھا جائے تو پہلے اس کا ثبوت کیا۔ دوم محمد احسن کے قول کے مطابق محمد رسول اللہ حکم نہ رہے یا غلام کو آقا کے ساتھ برابر کیا گیا۔ اگر اس بات پر غور کیا جاتا کہ کتاب وسنت اور حدیث محمد رسول اللہ کے قائم مقام حکم تو ہوئے پھر ان سے نزاع تو مٹا نہیں بلکہ اور بھی بڑھا تو کبھی خدا کے مسیح کے حکم ہونے کو آنحضرت کی تحکیم کے منافی یا اس کے مقابل نہ ظاہر کیا جاتا۔ پس اصل بات یہ ہے کہ چونکہ کچھ نفسانیت اور کچھ از خود قواعد اختراع کر کے ان کے ذریعہ سے نئے احکام وشرائع ایجاد کرنے وغیرہما سے نزاع و اختلاف بڑھ گئے اور اپنی شامت اعمال سے فیج اعوج بن گئے۔ تو گو مجدّدین کے ذریعہ سے کچھ نہ کچھ ہوتا رہا۔ لیکن یہ نہ ہو سکتا تھا کہ فیج اعوج کے زمانہ میں صحابہ کے زمانہ کی طرح حالت ہو جائے۔ اور یہ حکم وہی ہو سکتا ہے جس کا منجانب اللہ اور خدا سے ہمکلام ہونا اور مؤیّد من اللہ ہونا سب انبیاء کی طرح آیات باہرہ اور حجج قاہرہ کے ساتھ اور الٰہی شہادات کے ساتھ ثابت ہو کیونکہ یہی اسکے فیصلہ کے حق اور پسندِ الٰہی اور منجانب اللہ ہونے کا بیّن ثبوت ہوتا ہے اور مولویانہ باتیں نزاع کو قطع نہیں بلکہ بڑھاتی ہیں۔

اور یہ بھی ممکن نہیں تھا کہ اب کوئی شارع نبی آجائے لہٰذا پہلے سے یہ مقدّر تھا اور بتایا گیا تھا کہ مسیح موعود حکم ہو کر آئے گا اور ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا گیا تھا۔ کہ وہ اسی

دین اسلام کو اصل حالت پر لائے گا گو لیظہرہ علی الدین کلہ کو آنحضرت نے ہی شروع کیا مگر اس کو وہ پورا کریگا اور فیج اعوج سے نکالکر خیر القرون کے لوگوں کے ہمرنگ بنادیگا۔ اور باوجود اسکے چونکہ وہ سب کچھ آنحضرت ہی کے فیض سے حاصل کریگا۔ اور آنحضرتؐ سے علیحدہ ذرّہ بھر بھی نہ ہوگا۔ لہٰذا اسکی بعثت کوئی علیحدہ بعثت نہیں بلکہ حضور ہی کی بعثت ثانیہ قرار دیگئی۔ پس آپکا حکم ہونا نہ تو کوئی علیحدہ ہے اور نہ آپ کے حکم ماننے میں آنحضرتؐ کے ساتھ برابری لازم آتی ہے کیونکہ آپکی تحکیم کا خلاصہ یہ نہیں کہ میں کہتا ہوں۔ یا خدا نے مجھے یہ کہا ہے لہٰذا تم یہ کرو۔ بلکہ یہ ہے کہ خدا نے مجھے یہ بتایا یا سمجھایا ہے۔ کہ قرآن مجید کا یہ مطلب ہے یا آنحضرت کی یہ سنت یا یہ آپکا ارشاد ہے اور اسمیں کوئی علیحدگی نہیں اور نہ برابری کیونکہ برابری تو تب ہوتی کہ جس طرح آقا کی یہ شان تھی کہ وہ فرماتا کہ خدا نے مجھے یہ کہا ہے یا میں یہ کہتا ہوں اسلئے تم پر یہ لازم ہے مگر غلام کی یہ شان نہیں کہ وہ یہ کہے بلکہ وہ یہ کہتا ہے کہ خدا نے مجھے بتایا یا سمجھایا ہے کہ قرآن مجید کا یہ مطلب ہے یا آنحضرت کا یہ ارشاد یا عمل ہے لہٰذا تم پر یہ لازم ہے پس اسمیں کہاں برابری ہوئی آقا تو اس قدر بڑی شریعت لایا اور غلام ایک مسئلہ بھی نہ اس پر زائد کرتا ہے نہ کم کرتا ہے نہ تبدیل کرتا ہے بلکہ کرتا ہے تو یہ کہ (جو فیج اعوج کے ملاؤں نے از خود حکم نہیں۔ بلکہ شارع بنکر دخل دیا تھا اور اس وجہ سے اس ایک رسول کی ایک امت ایک کتاب اور ایک شریعت والی ۷۳ سے بھی زیادہ فرقوں پر تقسیم ہوگئی) اس دخل بیجا کو الٰہی اشارہ کے ماتحت رفع دفع کر کے دین کو اصل حالت پر اور فرق مختلفہ کو ایک امت بنایا ہے پس یہ محض سمجھ کا قصور ہے کہ آپ کی تحکیم کو حضور کی تحکیم کے مقابل علیحدہ تحکیم ٹھہرانا یا اس سے غلام کی آقا کے ساتھ برابری کا خیال کرنا ورنہ جو آپکی تحکیم کی حقیقت بیان ہوئی ہے اس پر نظر کرنے کے بعد تو ان دونوں باتوں کا وہم تک نہیں آسکتا مگر جب سمجھ کا یہ عالم ہو کہ فلا وربک لا یومنون میں لا نفی ایمان کا حرف

اِنّ جو تاکید مضمون جملہ کے لئے ہوتا ہے سمجھا جاتا ہے حالانکہ نہ یہاں پر اِنّ ہے اور نہ یہ دماغ عالی میں آتا ہے کہ اِنّ تو جملہ اسمی کے مضمون کی تاکید کے لئے آیا کرتا ہے

نہ تاکید مضمون جملہ فعلیہ کے لئے اور لا یومنون جملہ فعلیہ ہے نہ اسمیہ اور یا ایھا الذین آمنوا کونوا انصار اللہ الخ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے صحابہ کی ایک قسم کا انصار نام رکھنا سمجھا جاتا ہو۔ تو پھر حضرت مسیح موعود کی تحکیم میں ایسا سمجھ لینا کونسا محل شکایت ہوسکتا ہے۔ ناظرین کرام! سمجھ پر تو ایسے پتھر پڑے ہیں کہ اس کا اندازہ ہی نہیں ہوسکتا۔ مثلاً اسی کے آگے متصل آپ صفحہ ۶ پر لکھتے ہیں کہ "وہاں احادیث ضعاف اور آیات ذوالوجوہ اور متشابہات وغیرہ میں حضرت جری اللہ بھی حکم عدل ہوسکتے اور ان کا قول بھی حجت ہوسکتا ہے خصوصاً الہامات قطعیہ حضرت اقدس کے" اور پھر بھی بزرگ ٹائٹل پیج کے صفحہ ۲ پر لکھتے ہیں کہ "اور میرے نزدیک حدیث ضعیف بھی اقوال و الہامات سے مقدم ہے"

اب ناظرین غور فرمائیں کہ جب حدیث ضعیف حضرت مسیح موعود کے اقوال والہامات پر مقدم ہوئی تو پھر آپ احادیث ضعاف میں حکم عدل کس طرح ہوئے؟ احادیث ضعاف میں حکم عدل ہونے کے یہ معنی ہیں کہ آپ انمیں سے جس ضعیف حدیث کو رد کریں آپ کا یہ رد کرنا درست اور واجب الاتباع ہو۔ اور وہ ضعیف حدیث پھر قابل اعتبار نہ رہے اور جب آپ نے کسی ضعیف حدیث کے خلاف حکم دیا تو آپ نے اس کو رد کیا اور یہ فیصلہ دیا کہ یہ حدیث مردود ہے اور ثابت نہیں بلکہ ثابت وہ ہے جو میں کہتا ہوں۔

اسی طرح جب احادیث ضعاف میں آپ حکم عدل ہوئے تو پھر حدیث ضعیف آپ کے قول اور الہام سے کسطرح مقدم ہوسکتی ہے جب آپ حدیث ضعیف پر حکم ہیں اور وہ بھی عدل تو آپ اپنے قول اور الہام کے ساتھ اسکو رد کرتے ہیں اور آپ کو اسکا حق ہے۔ اور آپکی یہ تردید واجب الاتباع ہے لیکن ضعیف حدیث آپ کے قول والہام پر مقدم ہے لہٰذا وہ حدیث ضعیف قائم رہے گی اور حکم وعدل کا قول اور الہام رد ہوجائینگے۔

پھر اس پر طرفہ یہ ہے کہ صفحہ ۶ کی عبارت منقولہ کے اخیر میں صاف لکھا ہے کہ "خصوصاً الہامات قطعیہ حضرت اقدس" تو جب الہامات کا قطعیہ ہونا مسلم ہوا۔ اور حدیث ضعیف کے غیر قطعی ہونے سے انکار بھی نہیں ہوسکتا۔ اخبار احاد تو صحیح بھی ہوں تو بھی ظنی ہی ہوتی ہیں تو جب ضعیف ہوں پھر تو ظن کے مرتبہ ہی سے گر جاتی ہیں۔ یا

یا اسکے آخری ادنیٰ درجہ پر ہوتی ہیں تو پھر غیر قطعی قطعی کو کسطرح رد کر سکتا ہے۔ پس جس طرح انسانی عقل اس کو باور نہیں کر سکتی کہ کوئی شخص ہوش و حواس قائم رکھتے ہوئے ایک طرف تو حضرت اقدس کے اقوال اور الہامات کو احادیث ضعاف میں حجت اور آپ کو حکم عدل تسلیم کرتا ہو اور پھر باوجود اس کے ضعیف حدیث کو آپ کے قول اور الہام پر مقدم کہے اسی طرح اسکو بھی باور نہیں کر سکتی کہ ایک طرف الہامات حضرت اقدس کو قطعی کہے اور پھر دوسری طرف ضعیف حدیث کو جو یقیناً غیر قطعی ہے مطلقاً الہامات حضرت اقدس پر مقدم کہے۔

پھر جو شخص کہ اپنے رسالہ کے ناظرین کو اس بات کے یاد رکھنے کی تاکید کرے کہ "اس رسالہ میں جو کچھ بیان کیا جائیگا وہ کتاب و سنت سے محققانہ طور پر بیان ہوگا" اس سے کسطرح متصور ہو سکتا ہے کہ جس کو خدا اور رسول حکم عدل علی الاطلاق فرمائے وہ اسکی تحکیم کو احادیث ضعاف وغیرہ کے ساتھ از خود تخصیص کرے اور کتاب و سنت تو کیا اقوال رجال یا قال رجال بھی نہ پیش کرے اور بخلاف اپنے قول کے لوگوں کو اپنے اقوال اور قال کی تقلید کی طرف بلائے اور یہ کہنا کہ اسی کے ثبوت کے لئے تو ہمنے وہ آیت لکھی ہے۔ جس میں نفی ایمان اِنْ کے ساتھ ہے جو تاکید مضمون جملہ کے لئے آتا ہے" مفید نہیں کیونکہ اس میں ان تو ہو سو ہو مگر احادیث ضعاف یا صحاح وغیرہا کا نام و نشان تک نہیں ہے۔ باقی حضور کے ارشاد سے جو پہلے اس آیت میں ان مضمون جملہ فعلیہ کی تاکید کے لئے تسلیم کر یگا۔ لیکن جو بے ادب حضور کے ارشاد سے اس میں خلاف قاعدہ نحویہ ان کو جملہ فعلیہ کی تاکید کے لئے اور خلاف روایت قرأت و تواتر قرآن مجید میں ایک نہ ایک ایسا ان تسلیم نہ کرینگے وہ شوخ دیدہ اس ارشاد عالی کو کب تسلیم کر سکتے ہیں۔

پھر اسی صفحہ ۶ پر اسکے بعد ہے کہ "اگر مسیح موعود کے جملہ اقوال کو تمام مسائل میں مستقل حجت گردانا جائیگا تو پھر نہ قرآن مجید کی ضرورت ہے اور نہ احادیث صحاح کی" خداوند تعالے سمجھے تو کوئی بات بھی نہیں ہم ابھی بتا آئے ہیں کہ باوجود حضرت مسیح موعود کے حکم ہونے کے پھر بھی قرآن مجید و احادیث کی ضرورت ہے کیونکہ مسیح موعود حکم ہے علیحدہ شارع نہیں ہے۔ شارع ہوتے تو پھر بیشک ضرورت نہ ہوتی۔ اور

حکم ہونے سے ان کی ضرورت کی نفی نہیں بلکہ اسکا ثبوت لازم آتا ہے اور یہ بھی کہ باوجود قرآن و حدیث کے موجود ہونے کے اور ان کے حکم ہونے کے پھر بھی مسیح موعود کے حکم ہونے کی ضرورت ہے۔ اور اگر ایک کے حکم ہونے سے اوروں کی نفی ہو جاتی ہے تو پھر آیت میں تو حتّٰی یحکموك آیا ہے قرآن مجید کا ذکر تک نہیں تو کیا اس سے یہ لازم نہ آئیگا کہ قرآن حکم نہیں۔ کیونکہ اسمیں مجرد آنحضرت ہی کو کل امور میں حکم قرار دیا گیا ہے اسکے بعد اسی صفحہ ۶ پر لکھا ہے پس ثابت ہوا کہ جن امور میں قرآن مجید اور احادیث نے بصراحت فیصلہ نہیں فرمایا۔ یا فرمایا تو ہے لیکن اس سے لوگ محض غافل ہو گئے ہیں انمیں آپ حکم عدل ضرور ہیں۔"

پہلے تو یہ عرض ہے کہ کہاں سے ثابت ہوا کہ قرآن مجید اور حدیث صحیح نے جہاں فیصلہ کیا ہوا ہے لیکن لوگ محض غافل ہو گئے ہیں۔ وہاں پر حضرت مسیح موعود حکم عدل ہیں۔ اس سے پہلے نہ تو کوئی آیت یا حدیث آپنے ایسی لکھی ہے جس میں اسکا کسی قسم کا ذکر ہو۔ اور نہ کوئی اور عقلی دلیل ایسی ذکر ہوئی ہے جس میں اس تصریح اور غفلت کا ذکر ہو پھر ثابت کہاں سے ہو گیا علاوہ بریں تصریح و عدم تصریح کا فیصلہ تو مولوی صاحبان کے ہاتھ میں ہوا۔ اور وہ ایسے بزرگ ہیں جہاں بالکل ثابت نہیں وہاں بھی تصریح کے مدعی ہیں پس یہ فیصلہ کسطرح ہو کہ یہاں پر مسیح موعود حکم ہیں یا نہیں۔ کیا حیات مسیح جو کہ کسی آیت یا حدیث سے ثابت نہیں اسکے سارے کے سارے غیر احمدی مولوی صاحبان بصراحت تام قرآن مجید کی متعدد آیات اور متعدد احادیث صحیحہ سے ثابت ہونے کے مدعی نہیں ہیں۔ اور اگر یہ کہو کہ وہ غلط کہتے ہیں تو وہ کہینگے کہ تم غلط کہتے ہو۔ اور مولوی صاحبان کے نزاع کا نہ آج دن تک کبھی فیصلہ ہوا۔ اور نہ آئندہ ہوگا۔ پس نتیجہ اسکا یہ ہوا کہ جہاں مولوی صاحب کی مرضی ہوئی۔ وہاں تو مسیح کو حکم بنالیا۔ اور جہاں مرضی کے خلاف ہوا وہاں کہہ دیا کہ قرآن کی تصریح اسکے خلاف موجود ہے جیسا احمد کا جمالی ہونا خلاف مرضی ہوا تو کہہ دیا کہ مسیح کی یہاں پر کوئی بات نہیں سنی جاتی۔ قرآن مجید سے بصراحت

حالا کلام ثابت ہے کہ احمد جلالی ہے کیا اس سے بڑھکر کوئی تصریح ہو سکتی کہ جس سورۃ میں یہ آیا ہے اسکا نام ہی صف ہے اور پھر اس میں قتال کا ذکر ہے پھر اس میں صحابہ کی ایک قسم کا نام خود خدا نے انصار رکھا ہے اور ان کے مقابل حواریوں کا نام اللہ نے حواری ہی رکھا ہے انصار انکا نام اگر رکھا ہے تو مسیح نے رکھا ہے یا بزبانِ خود میاں مٹھو بنتے ہیں۔ پس اس سے بڑھکر اور کیا تصریح ہو سکتی ہے لہٰذا یہاں پر مسیح وغیرہ کی تحکیم کی کوئی گنجائش نہیں۔ پس چلو مسیح موعود کی تحکیم کا خاتمہ ہؤا۔ پھر اسکے بعد اسی صفحہ ۶ پر لکھا ہے "اور علاوہ یہ ہے کہ آپ کا حکم عدل ہونا بھی احادیث ہی سے ثابت ہے پس حسبنا کتاب اللہ اور مسیح موعود اور مہدی ہونا بھی احادیث ہی سے ثابت ہؤا ہے" اللہ اکبر انسان جب گرتا ہے تو اسکی کہانتک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ اگر یہ وہی سید محمد احسن امروہوی ہیں جو قادیان میں کبھی کبھی آکر رہا کرتے تھے تو پھر ان سے تو ہم یہ سُنا کرتے تھے کہ میں آپ کے دعوٰی کی بنا خدا کی وحی اور ان نشانات پر ہے جن کے ساتھ ہر ایک نبی کی نبوت ثابت ہوتی رہی ہے اور آج ان کی کتاب میں ہم یہ پڑھتے ہیں۔ کہ آپ کا حکم اور مسیح اور مہدی ہونا بھی حدیث ہی سے ثابت ہے اور پھر یہ بھی خیال نہیں کیا کہ اگر میں یہ کہوں گا تو اس سے یہ لازم آئے گا کہ آنحضرت کی نبوت کا ثبوت ان اسرائیلی محرّف و مبدّل کتب سے ہؤا ہے جنکا درجہ حدیث سے بھی گرا ہؤا ہے اور اس صورت میں آپکی نبوت کا ثبوت مسیح موعود کے دعاوی کے ثبوت سے بھی کمتر ہو گیا کیونکہ مسیح موعود کے دعاوی کی نسبت تو احادیث صحیحہ میں پیشگوئی ہے۔ اور آنحضرت کی نبوت کی پیشگوئی اسرائیلی محرّف و مبدّل کتب میں آئی ہے اور ان کتابوں کا رتبہ سلسلہ روایت اور حفاظت کے لحاظ سے بہت ہی گرا ہؤا ہے۔

پس اگر کسی مبشَّر کے دعوٰی کا ثبوت فقط وہ بشارت ہی ہؤا کرتی ہے تب تو جس طرح حضرت مسیح موعود کے دعوٰی کا ثبوت ان احادیث کے ساتھ ہوا جن میں آپ کی بشارات ہیں۔ اسی طرح آنحضرت کی نبوت کا ثبوت ان اسرائیلی

محرف و مبدّل غیر محفوظ کتب کے ساتھ ہو جن میں آپ کی نسبت بشارات ہیں۔ اور اگر اسکے علاوہ قولی شہادت اللہ جو کہ وحی الٰہی میں اس پر نازل ہوتی ہے اور فعلی شہادت اللہ کے ساتھ ہوتی ہے جو کہ آیات باہرہ اور تائیدات قاہرہ کے رنگ میں ہوتی ہے وکفیٰ باللہ شہیداً اسکا بین ترین ثبوت ہے تو پھر جس طرح یہ ثبوت آنحضرتؐ اور پہلے سب انبیاء کے لئے ہے اسی طرح اور بلکہ بعض سے بہت زیادہ حضرت مسیح موعود کے لئے ہے پس نبوت کے لحاظ سے جو شان سب انبیاء کی ہے وہی شان حضرت مسیح موعودؑ کی بھی ہے۔

پھر اگر اپنی پہلی باتیں بھول گئی تھیں یا انکی قدر نہیں رہی تھی تو حضرت مسیح موعودؑ ہی کے اس ارشاد کی قدر کرتے جس کو آپ نے بار بار فرمایا ہے کہ ہمارے دعویٰ کی بنیاد خدا کی قطعی وحی اور اسکے زبردست نشانوں پر ہے۔

اور پھر یہ کہاں سے ثابت ہے کہ کسی کے دعویٰ کا ثبوت جس پایہ کا اسی پایہ کے امور میں اسکا تصرّف محصور رہے گا۔ اگر کسی بڑے عہدہ دار کو اس عہدہ پر مقرر ہونے کی اطلاع بہت معمولی ملازم کے ذریعہ ملے تو اب وہ عہدہ دار اس معمولی ملازم جیسے لوگوں پر حکم اور تصرّف کر سکے گا اور اس سے اعلیٰ درجہ کے لوگوں پر نہیں کر سکیگا کیونکہ اس عہدہ کے ثبوت کا ذریعہ ادنیٰ ہے۔ دیکھو آنحضرت کی بشارات کتب اسرائیلیہ میں تھیں مگر آپ کے حکم اور قول کی کیسی اعلیٰ شان ہے[لہ] سمجھ نہیں آتا کہ یہ دعویٰ کرکے کہ جو کچھ بیان ہوگا وہ کتاب و سنت سے محققانہ طور پر ثابت کیا جائے گا پھر کیوں اس قدر بے تکی اور بے ثبوت باتیں لکھی ہیں۔

اسکے بعد اسی صفحہ ۶ کے اخیر پر لکھا ہے کہ "چنانچہ اکثر مسائل جو پیش آجاتے تھے ان کا حکم خاکسار سے دریافت کرتے[ےلہ] اور خاکسار کو گویا منصب افتا تحویل کیا گیا تھا۔ اگر

لہ اور اصل خبر جیسے دالا دیکھتا ہے تو پھر مسیح موعودؑ کی خبر آنحضرت نے دی ہے تب تو آپ کے حکم کی شان بہت ہی بڑی ہے۔

ےلہ پہلے تو ہم یہ کہتے ہیں کہ ان کا یہ کہنا کہ اکثر مسائل جو پیش آتے تھے انکا حکم خاکسار سے دریافت کرتے یہ غلط ہے کیونکہ اسکے معنے یہ ہیں کہ آپکو معلوم نہ ہوتا لہٰذا مجھ سے دریافت کرتے

آپ تمام مسائل شرعیہ میں حکم عدل ہوتے تو یہ تحویل افتا کی میرے سپرد کیوں کی جاتی۔ بینوا وتوجروا؎

معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح آنحضرت ایک صحابی کاتب وحی کا بیڑا اپنی بیجا تعلی سے غرق ہوا تھا یہاں پر بھی اسی تعلی کا کرشمہ ہے۔ پہلے تو یہی محض غلط ہے کہ اکثر مسائل جو پیش آجاتے وہ ان سے دریافت کئے جاتے ہاں اس میں شک نہیں کہ حضرت مسیح موعود شارع نہ تھے نہیں کہ ہر ایک مسئلہ اور حکم بذات خود ہی بتاتے۔ ہاں حکم عدل تھے اور حکم کے لئے خود قرآن مجید نے منصب مقرر فرما دیا ہوا ہے کہ لنحکم بین الناس فیما کانوا فیہ یختلفون۔ اور اسکا منصب نہ تو کتاب اور حدیث سے اور نہ اسکے لفظ کے مفہوم سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہر ایک مسئلہ اور حکم خود بتائے پھر جو لوگ یہاں کے واقف ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ قادیان میں مسائل کی یوں صورت پیش آتی ہے کہ حضرت مسیح موعود کی یا آپکے بعد آپکے خلیفہ کی ڈاک آتی ہے اسمیں روزانہ قریبًا ایسے خطوط آتے ہیں جن میں کچھ مسائل یا کسی سوال کا جواب طلب کیا جاتا ہے اور ایسے خطوط کا جواب بھی محرر ڈاک ہی دیتا ہے لیکن بعض کا جواب کسی مولویصاحب کے سپرد کیا جاتا ہے مگر وہ کوئی ایک ہی مقرر نہیں ہوتا۔ بلکہ مختلف مولوی صاحبان کو دیا جاتا ہے اور یہ کوئی اسلئے نہیں دیا جاتا کہ اس مولوی صاحب کے سوا وہ مسئلہ کوئی حل نہیں کرسکتا بلکہ بارہا ایسا ہوتا ہے کہ اگر وہ سوال یا مسئلہ اہم ہوتا ہے تو مطاع سے استمزاج کر لیا جاتا ہے بلکہ یہ جزئیا بالکل اسی رنگ کا ہوتا ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ اکاتبوا لابی شاہ حضرت اقدس بعض اوقات نہایت اہم تصنیف میں مشغول ہوتے اور باہر سے خط آجاتا کہ کوئیں سے چڑیا مری ہوئی نکلی ہے اسکا کیا حکم ہے یا وتر کس طرح پڑھنے چاہئیں۔ یا مکان یا زمین جو رہن رکھی جائے اس سے مرتہن فائدہ اٹھا سکتا ہے یا نہ اب بعض تو ان میں سے نہایت آسان اور متفق علیہ ہوتے اور اکثر کی نسبت حضرت اقدس کا فیصلہ معلوم ہوتا تو کیا حکم ہونے کی وجہ سے یہ کوئی ضروری تھا کہ آپ اس تصنیف

تصنیف کو چھوڑ کر ایسے مسائل خود لکھنے شروع کر دیتے اور اگر یہ مولوی صاحب ایسے ہی مفتی ہوتے تو حضرت صاحب ان مسائل میں حکم نہ ہوتے تو پھر کیا وجہ تھی کہ ان کو اپنے فتوے حضرت صاحب کے حکم سے ترک کرنے پڑتے تھے مثلاً قادیان کے رہنے والے بخوبی جانتے کہ جمع صلاتین کے مسئلہ میں انہی مولوی صاحب کا یہ فتویٰ تھا کہ جس وسعت کے ساتھ [illegible] ان میں ہوتا ہے یہ جائز نہیں اور اسکے واسطے بہت کچھ دلائل کا بھی آپ کو دعویٰ تھا اور انہی کے زور پر آپ نے حضرت اقدس کے آگے پیش بھی کیا لیکن اس حکم عدل نے ان کے فتوے کو رد کر دیا۔ اور ان کو ماننا پڑا۔ مگر بعض اوقات ایسے مواقع پر نہایت برا نمونہ بھی دکھایا کرتے تھے جس زمانہ میں محمد افضل مرحوم البدر کے اڈیٹر ہوتے تھے ایک حج پر جانے والے بھائی کا خط حضرت اقدس ؑ کی خدمت میں پیش کیا گیا جس میں مسجد حرام میں غیر احمدی امام کے پیچھے نماز پڑھنے کی نسبت دریافت کیا گیا تھا تو حضور نے فرمایا کہ بیشک کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ ابھی ان پر اتمام حجت نہیں ہوا۔ لہٰذا ان کے پیچھے نماز جائز ہونی چاہئے لیکن یہ درست نہیں کیونکہ نبی پر یہ لازم نہیں کہ ہر ایک کو جدا جدا جا کر سمجھاتا ہے بلکہ یہ لازم ہے کہ اپنے اردگرد ایک حصہ پر اتمام حجت کر دے اسکے بعد اپنی دعوت کا اعلان کر دے پس جس کو اسکی دعوت پہنچے گی اس پر یہ لازم ہو گا کہ وہ اسکی خود تحقیق کرے اور ہمنے اللہ کے فضل سے ایک حصہ پر اتمام حجت بھی کر دیا ہے اور دعوت بھی شائع کر دی ہے لہٰذا اب ان کا کوئی عذر نہیں اور ان کے پیچھے نماز بھی درست نہیں تو ان مولوی صاحبان نے جنکا یہ فتویٰ تھا کہ جائز ہونی چاہئے۔ ابتدائی حصہ تقریر سنکر اپنے فتوے کی تائید سمجھی اور اڈیٹر کو کہا کہ اسکو ضرور نوٹ کر لینا اور مجھے دکھا کر اخبار میں شائع کرنا۔ اور ان باتوں میں آگے تقریر نہ سنی اور اڈیٹر صاحب نے یہی درج کر دیا کہ حضرت صاحب نے فرمایا ہے کہ ان کے پیچھے نماز جائز ہے جب یہ پرچہ شائع ہوا تو شور پڑ گیا اور مولانا مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم نے حضرت اقدس کی خدمت میں یہ معاملہ پیش کیا تو حضرت صاحب نے فرمایا کہ ہمنے تو

یہ نہیں کہا بلکہ ہمنے تو یہ کہا تھا اور پھر ساری تقریر مکرر فرمائی تب اڈیٹر کو حکم دیا گیا۔ کہ اسکی تردید کرو۔ بلکہ مولنا مولوی عبد الکریم صاحب نے غصہ کے ساتھ فرمایا کہ اب تم اور حسن قدر تمہارے مددگار ہیں ان کو ساتھ لے کر جو ہیر پھیر کر کے دریافت کرنا ہو کر لو ورنہ تو پھر جو فیصلہ ہو گیا اسکے بعد اگر کچھ تبدیلی ہوئی تو تمہارے لئے اچھا نہ ہوگا لیکن ان بندہ خدا مولوی صاحب نے اس تردید کے عوض نہایت پیچ در پیچ مضمون لکھ کر شائع کرا دیا اور حضرت اقدس کے صریح حکم کی پرواہ نہ کی۔

اور منصب فتویٰ تحویل ہونے کا اس سے پتہ لگ سکتا ہے کہ ان فتاوی کو فتاویٰ احمدیہ میں جمع کیا گیا ہے نیز یہ صاحب تو اپنے معمولی خطوں کو بھی اخباروں میں درج کرایا کرتے تھے سو فتاویٰ تو ضرور ہی درج اخبار ہونے چاہئے اور ہوتے بھی تھے پس فتاویٰ احمدیہ اور اخبار سے پتہ لگ سکتا ہے کہ آپ منصب افتاء پر مقرر تھے یا نہ تھے منصب افتاء پر مقرر ہونا تو یوں ہوتا ہے کہ ہر ایک فتویٰ اسی سے دریافت ہو اور وہی ہر ایک فتوے دے۔

نہ یہ کہ کبھی کوئی فتوے بالخصوص اسکو دیا گیا ہو تو اس سے وہ مفتی ہو جائے مگر بیجا تعلّی اور جھوٹے فخر کا بیڑا غرق ہو۔ ویحبون ان یحمدوا بما لم یفعلوا فلا تحسبنّھم بمفازۃ من العذاب بالآخر میں حضرت صاحب کا اپنا فیصلہ لکھتا ہوں کہ آپ اپنی تحکیم کے متعلق کیا فرماتے ہیں جس سے پتہ لگ سکتا ہے کہ ان کا یہ بیان آپکے فیصلہ کے مطابق ہے یا مخالف اور وہ یہ ہے "جو شخص مجھے دل سے قبول کرتا ہے وہ دل سے اطاعت بھی کرتا ہے اور ہر ایک حال میں مجھے حکم ٹھہراتا ہے اور ہر ایک تنازع کا فیصلہ مجھ سے چاہتا ہے مگر جو شخص مجھے دل سے قبول نہیں کرتا اسمیں نخوت اور خود پسندی اور خود اختیاری پاؤ گے پس جانو کہ مجھ میں سے نہیں ہے کیونکہ وہ میری باتوں کو جو خدا سے ملی ہیں عزت سے نہیں دیکھتا اسلئے آسمان پر اس کی عزت نہیں" (اربعین نمبر ۳ صفحہ ۲۸)

اب ناظرین خدا کے لئے بتائیں کہ یہ عبارت خداوند کریم نے پہلے سے بطور

پیشگوئی اس مولوی کے اس گمراہ کن اور بے ماکانہ نعلّی نما تحریر کے جواب میں اپنے پیارے ہاں اپنی توحید اور تقدیر جیسے بیحد پیارے مسیح (فداہ ابی وامی وروحی وعرضی) سے نہیں لکھا دی۔ اور یہ بھی کہ اگر کوئی اس حکم عدل کی اس تحریر کے ہوتے ہوئے پھر اس کو چھوڑ کر اس مولوی کی اس گمراہ وتباہ کن تحریر کو صحیح سمجھے تو کیا وہ اس پیشگوئی اور خدا کے حکم عدل کے فتوے کے رُو سے اس مولوی کے ساتھ خدا کے مسیح کو دل سے قبول نہ کرنیوالا۔ نخوت اور خود پسندی اور خود اختیاری والا۔ اور اس پیارے مسیح سے قطع تعلق کرنیوالا اور اپنی عزت کو آسمان پر سے مٹانے والا نہیں ٹھہریگا۔ ضرور ضرور ضرور ٹھہریگا۔ اللہ تعالیٰ ہم میں سے ہر ایک کو بچائے نعوذ برب النّاس ملک النّاس الٰہ النّاس من شر الوسواس الخنّاس الذی یوسوس فی صدور النّاس من الجنّة والنّاس۔ کچھ مزید حوالہ جات بھی حکم ہونے کے متعلّق لکھے جاتے ہیں۔

۱۔ ضمیمہ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۵-۱۶ قل ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ۔ ان کو کہدے کہ اگر تم خدا تعالےٰ سے محبت کرتے ہو تو آؤ میری پیروی کرو تا خدا بھی تم سے محبت کرے۔ حاشیہ

"یہ مقام ہماری جماعت کے لئے سوچنے کا مقام ہے کیونکہ اس میں خداوند قدیر فرماتا ہے کہ خدا کی محبت اسی سے وابستہ ہے کہ تم کامل طور پر پیرو ہو جاؤ اور تم میں ایک ذرّہ مخالفت باقی نہ رہے۔"

۲۔ اشتہار معیار الاخیار مورخہ ۲۵ مئی سنہ ۱۹۰۰ء "مسیح موعود کے آگے گردن خم کرنا اور غربت اور چاکری کی راہ سے اطاعت اختیار کرلینا ہر ایک دیندار اور سچے مسلمان کا کام ہے۔"

۳۔ حقیقۃ الوحی صفحہ ۴۳-۴۴ "حدیثوں میں پیشگوئی موجود ہے کہ وہ مسیح موعود جو اسی امت میں سے ہوگا وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوگا یعنی جسقدر اختلاف داخلی وخارجی موجود ہیں۔ ان کو دور کرنے کے لئے خدا اسے بھیجیگا اور وہی عقیدہ سچا ہوگا جس پر وہ قائم کیا جائے گا۔ کیونکہ خدا اسے راستی پر قائم کریگا۔ اور جو کچھ

وہ کہیگا بصیرت سے کہیگا۔ اور کسی فرقہ کا حق نہ ہوگا کہ اپنے عقیدہ کے اختلاف کی وجہ سے اس سے بحث کرے۔ کیونکہ اس زمانہ میں مختلف عقائد کے باعث منقولی مسائل جن کی قرآن نے بفشرہ میں تشریح نہیں مشتبہ ہوجائینگے اور بباعث کثرت اختلاف عام تمام اندرونی طور پر جھگڑنے والے یا بیرونی طور پر اختلاف کرنے والے ایک حکم کے محتاج ہونگے جو آسمانی شہادت سے اپنی سچائی ظاہر کریگا۔ جیسا کہ حضرت عیسیٰ کے وقت میں ہوا۔ اور بعد اسکے آنحضرت صلعم کے وقت میں ہوا۔ سو آخری موعود کے وقت میں بھی ایسا ہی ہوگا۔

۴۔ ضرورۃ الامام صفحہ ۲۴۔ "پس یہ تمام مختلف رائیں اور مختلف قول ایک فیصلہ کرنے والے حکم کو چاہتے تھے۔ سو وہ حکم میں ہوں"

مقدمۃ المجدد پر نظر اس رسالہ میں براہین مذکورہ سے پہلے مصنف نے دو مقدمے لکھے ہیں مقدمہ اولیٰ صفحہ ۸ پر یوں لکھا ہے۔ "واضح ہو کہ یہاں پر مراد اسم سے اسم صفتی ہے۔ آنحضرت کے تمام اسماء جو صفاتیہ ہیں قرآن شریف میں بھی وارد ہوئے ہیں اور کتب سماویہ بائبل میں بھی موجود ہیں اور یہ سب کے سب اسماء مقدسہ الہام وکشوف کے ذریعہ سے منجانب اللہ ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ یہ اسماء صفاتیہ جو منجانب اللہ ہیں ان کے مسمیات اور معانی اور اوصاف ابد الآباد تک قائم ودائم رہینگے۔ لیکن والدین کے نام رکھے ہوؤں کے اوصاف اور مسمیات کا قائم ودائم رہنا کچھ ضروری نہیں الا ماشاء اللہ یعنی جو نام الہاماً یا کشفاً یا اتفاقاً مطابق علم الٰہی کے منجانب اللہ رکھا گیا ہو۔ وہ مستثنیٰ ہے۔ اور صرف والدین کے تسمیہ سے کوئی استدلال یا حجت کسی فضیلت پر قائم نہیں ہوسکتی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ (اور اسی سلسلہ میں صفحہ ۹ پر لکھا ہے) اور یہی نکتہ ہے کہ اکثر محدثین نے جو اسماء النبی کا باب منعقد کیا ہے اسکی تفسیر صفات کے ساتھ کی ہے ۔ ۔ ۔ چنانچہ مرقات شرح مشکوٰۃ وغیرہ میں لکھا ہے قولہ صفاتہ۔ الظاهر انه عطف تفسير فانه ليس له اسم جامد نعم له اسماء نقلت من الوصفية الى العلمية كاحمد ومحمد وغيرهما

والصفات باقیہ علیٰ اصلہا مختصۃ بہٖ واشترک فیہا غیرہ والاظہر ان
المراد بالاسماء ھو المعنیٰ الاعم منہما وبالصفات الشمائل التی یاتی بیانہا
(اسکے بعد اسکا ترجمہ لکھا ہے اور پھر صفحہ ۱۱ پہ لکھا ہے) اور صرف لوگوں کے تسمیہ کے
واسطے جو الہامانہ ہوں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان الذین لا یومنون بالآخرۃ لیسمون الملٰئکۃ
تسمیۃ الانثیٰ وما لہم بہٖ من علم ان یتبعون الا الظن وان الظن لا یغنی
من الحق شیئًا۔ اگرچہ یہ آیت مشرکین کے بارہ میں نازل ہوئی ہے لیکن بحکم العبرۃ
لعموم اللفظ لا لخصوص السبب کے ایسے تسمیہ کے ساتھ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے
نہ ہو۔ اگر استدلال کیا جائے تو اسکے ابطال کے لئے بھی شامل ہے۔"

یہاں پر مقدمہ اولیٰ کے عنوان کے نیچے ۶ عدد دعاوی کئے ہیں۔ جن میں سے چار دعوؤں
کی تو کوئی دلیل اشارۃً بھی ذکر نہیں کی اور ایک کے لئے آیت کریمہ تسمیۂ ملائکہ بالانثیٰ والی
اور ایک کے لئے مرقاۃ کی عبارت ذکر کی ہے اور سب کا حال مختصر عرض کرتا ہوں۔ پہلا
دعویٰ یہ ہے کہ یہاں پر مراد اسم سے اسم صفتی ہے" یہ پہلا دعویٰ ہے اور بڑا عظیم الشان
دعویٰ ہے اور اسکا ذکر بھی بطور مقدمہ ہے اور مقدمہ اس کو کہتے ہیں جو کہ دوسری
چیز کے لئے موقوف علیہ ہو چنانچہ مقدمۃ الدلیل کے معنے یہ ہیں کہ ما یتوقف
علیہ صحۃ الدلیل اور مقدمۃ العلم کے معنے ہیں ما یتوقف علیہ الشروع
فی العلم۔ اور یہاں پر مقدمہ سے یہ مراد ہے کہ جس پر سب بیان کا دارومدار ہے
لیکن عجیب بات یہ ہے کہ باوجود یہ دعویٰ بھی کرنے کے کہ جو کچھ بیان ہوگا وہ کتاب
وسنت سے محققانہ طور پر ثابت کیا جائے گا اور پھر دلیل ندارد کیا جس پر اثبات
مدعی کی بنا ہے اور جو ساری بحث کے لئے خود موقوف علیہ قرار دیا ہے۔ اسکے
لئے دلیل کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ پس ایک طرف اثبات مدعی کا سارا دارومدار
اس پہ رکھنا اور دوسری طرف اسکے لئے کوئی دلیل کسی قسم کی پیش کرنا یہ صاف
دکھاتا ہے کہ انکے ہاتھ میں اسکی کوئی دلیل ہے ہی نہیں اور ہوتی بھی کس طرح
قرآن مجید میں صاف اسمہ فرمایا ہے اور لفظ اسم جب مفرد ہو۔ اور ایک ہی

پر بولا گیا ہو۔ اور متعدد پر نہ بولا گیا ہو جیسا کہ یہاں پر اسم بلفظ مفرد ہے جو کہ احمد پر
بولا گیا ہے جو کہ ایک ہے اور متعدد نہیں۔ ایسی صورت میں کبھی بھی کلام عرب میں
اس سے بجز علم کے اسم صفت مراد نہیں ہؤا۔ اور ہو کس طرح سے لغت کی کتابوں
میں اسم الشی کے بھی ایک معنے کئے گئے ہیں کہ اسکی علامت چنانچہ لسان العرب
میں لکھا ہے واسم الشی وسمہ وسمہ وسماہ علامتہ اور اسکے سوا
لسان العرب جیسی مبسوط کتاب میں بھی اور معنے بالکل نہیں لکھے۔ اور علامت
کہتے ہیں ما یوجد فی الشئ ولا یوجد فی غیرہ اور علم تو بیشک ایسی چیز ہے
کہ جس کا وہ علم ہے اسی میں پایا جاتا ہے اور غیر میں نہیں پایا جاتا لیکن صفت
تو کہتے ہی اسکو ہیں کہ مادل علی ذات مبہمۃ ماخوذۃ مع بعض صفاتہا
پس وہ کسی طرح علامۃ الشی نہیں ہو سکتی ہاں جہاں پر اسماء کا لفظ ہوگا وہاں پر گاہی
بطور تغلیب صفت پر بھی اسکا اطلاق ہو جاتا ہے مگر وہاں پر صفت کے ساتھ علم
بھی ہوتا ہے ایسا وہاں پر بھی نہیں ہوتا کہ اسمار سے خالص صفات ہی مراد ہوں
پس جو امر لغت عرب کے بالکل خلاف ہے۔ اور ساری زبان عرب میں اسکی ایک مثال
بھی کوئی پیش نہیں کر سکتا یعنی یہ نہیں دکھا سکتا کہ اسمہ سے خالص صفت
مراد ہو۔ اور علم مراد نہ ہو۔ اسکو ہم بدون کسی دلیل کے کسطرح تسلیم کر سکتے ہیں
پھر اسمہ احمد ایک پیشگوئی میں واقع ہے جس میں اصل مقصد مبشر کا امتیاز غیر
سے دکھانا ہوتا ہے نہ استدلال اور نہ بیان عظمت اور اگر استدلال اور بیان عظمت
اس خاص پیشگوئی میں مقصود ہوں بھی تو پھر استدلال تو نفس بشارت سے حاصل
ہی اور اظہار عظمت رسول سے اور امتیاز وہ چیز ہے کہ ہر ایک بشارت میں ضروری
ہے اسکے سوا اسکا کچھ فائدہ ہی متصور نہیں ہو سکتا۔ اور اس بشارت میں سوا
اسمہ احمد کے کوئی ممیز ذکر بھی نہیں ہؤا۔ اور میں ابھی بتا آیا ہوں کہ تمام زبان
عرب کی رو سے اسمہ کے معنے علمہ کے ہیں اور ہیں ہی نہیں۔ تو اب اگر یہ کہا جائے
کہ ممیز صفت احمدیت ہے تو پہلے اسمیں یہ خرابی لازم آئے گی کہ تمام لغت عرب

کے خلاف اسمہ کے معنے صفت کے کرنے پڑینگے۔ دوم صفت احمدیت ایک مخفی امر ہے جو کہ کسی حالت میں ممیز نہیں ہوسکتی اور اگر بفرض محال ہو بھی تو انہی کے لیئے ہوسکتی ہے جو کہ مدتوں آپ کے ساتھ رہکر آپ کی احمدیت کا علم حاصل کرلیں ورنہ دوسروں کے لئے اسکا پتہ لگنا اور اس کا ثبوت ملنا ہی مشکل ہے اور اگر ہو بھی تو پھر علم کے برابر تو ہرگز کوئی وصف (خواہ کیسی ظاہر کیوں نہ ہو) ممیز نہیں ہوسکتی پس ان وجوہات کے ہوتے ہوئے کسطرح بلادلیل یہ مانا جائے کہ یہاں پر اسم سے مراد صفت ہے۔

اب دوسرے دعوی کو لیجئے اور وہ ان کی عبارت میں یہ ہے "آنحضرت کے تمام اسماء جو صفاتیہ ہیں قرآن شریف میں بھی وارد ہوئے ہیں اور کتب سابقہ یا بائبل میں بھی موجود ہیں ؎"

ناظرین اسکا فائدہ تو جو کچھ ہوگا وہ تو دربطن شاعر کا مصداق ہے کم ازکم مجھے اسوقت تک معلوم نہیں ہوا لیکن ہمکو اسکے معلوم کرنے کی چنداں ضرورت بھی نہیں ہاں ضرورت اسکی تھی کہ کوئی ثبوت دیتے مگر اسکا بھی ثبوت ندارد ہے خصوصاً جبکہ خود بدولت نے اسی رسالہ کے صفحہ ۷۴ پر حوالہ نقل کیا ہے کہ "ان لہ اربعۃ آلاف اسم الخ[1] اور ظاہر ہے کہ ان چار ہزار اسم میں سے ایک یا چند ہی علم ہونگے باقی سب صفات ہی ہونگے اور ہم لوگ قرآن مجید میں بجائے چار ہزار کے ۲ ہزار بھی نہیں پاتے بلکہ ہزار بلکہ ایک سو بھی بلکہ ستر بھی نہیں پاتے ہزار اور سینکڑے اور دہلے تو درکنار۔

احادیث میں جو آپ کے پانچ اسماء مروی ہیں انہیں سے ماحی۔ عاقب۔ حاشر جو کہ اسم صفتی ہیں اس قرآن میں نہیں پاتے جس کی تلاوت کرتے اور اسکا درس دیتے اور سنتے رہتے ہیں تو بائبل میں کہاں سے پائینگے پس اس حالت میں بہت ضروری تھا کہ کم ازکم قرآن میں ان تمام اسماء کا جو صفتی ہیں پائے جانے کا ثبوت تو دیدیتے اب ناظرین ہی بتائیں کہ ایسے خرافات بے ثبوت و بے اصل سے کیا کچھ نتیجہ نکل سکتا ہے اور ایسی بے اصل باتوں کی تردید میں لگنا بھی تضیع اوقات ہے اور نمونہ کیلئے

[1] یہ بھی دریافت طلب ہے کہ چار ہزار والا حوالہ کس آیت یا سنت میں ہے۔

دو پر ہمنے کچھ لکھدیا ہے ہاں ان دو دلیلوں پر کچھ لکھنا ضروری ہے لہٰذا ہم ان عادی کو چھوڑ کر ان دو دلیلوں کا حال ناظرین کے سامنے پیش کرتے ہیں پہلی دلیل کا خاکہ یہ ہے۔ دعوی نمبر ۹ کو ذکر کرکے مرقات شرح مشکوٰۃ سے یہ حوالہ دیا ہے کہ قولہٗ وصفاتہٖ الظاہر انہ عطف تفسیر الخ جس کا صحیح اور سوائے کسی کمی و بیشی اور تغیر و تاویل کے ترجمہ یہ ہے ظاہر یہ ہے کہ یہ (یعنی باب اسماء النبی وصفاتہ میں وصفاتہ ہے) عطف تفسیر ہے اسلئے کہ آپ کے لئے کوئی نام جامد نہیں ہاں آپ کے لئے ایسے نام ہیں جو کہ صفت سے نام کی طرف نقل کئے گئے ہیں جیسے احمد اور محمد وغیرہما اور آپ کے لئے کچھ صفات بھی ہیں جو کہ اپنی اصل (یعنی وصفیت) پر باقی ہیں اور نام نہیں ہوئیں ہاں وہ آپ کے ساتھ اختصاص رکھتی ہیں اور غیر ان میں آپکے ساتھ شریک ہیں۔

اور اس سے بھی زیادہ ظاہر یہ ہے کہ اسما سے وہ معنے مراد ہوں۔ جو کہ دونوں سے عام ہیں (یعنی ناموں اور صفتوں کو شامل ہیں) اور صفات سے مراد وہ شمائل ہیں جنکا بیان آگے آئیگا۔

اب ناظرین دیکھیں کہ دعوی تو یہ ہے کہ ہاں اسماء صفاتیہ جو منجانب اللہ ہوتے ہیں۔ ان کے مسمیات اور معانی اشخاص موسومہ میں پائے جاتے ہیں اور الظاہر کے ساتھ جو بیان کیا ہے اسکو کتاب یا سنت سمجھنے کے بعد اور والاظہر الخ کے ساتھ جو مصنف نے خود اسکو رد کردیا ہے اس رد کرنے کو بھی نظر انداز کردینے کے بعد اسکا خلاصہ مطلب تو اسی قدر ہے کہ وصفاتہ اسماء النبی کی تفسیر ہے اس طور پر کہ آپ کا کوئی نام جامد تو ہے نہیں کہ وہ صفت نہ ہو جیسا کہ زید۔ عمر۔ بلکہ جامد نام ہیں لہٰذا صفت نہیں بلکہ کچھ تو آپ کے علم ہیں جو کہ اب اگرچہ صفت نہیں ہے کیونکہ وہ اسم بمعنے علم ہوگئے ہیں اور ایسے علم صفت ہرگز نہیں رہتے کیونکہ علم اس شخص کے ساتھ مخصوص اور غیر مشترک فیہ ہوتے ہیں اور صفت عام اور مشترک فیہ ہوا کرتی ہے مگر وہ علم

پہلے ضرور صفت تھے اور صفت سے منقول علمیّت کی طرف ہو گئے ہیں اور کچھ آپ کی صفات ہیں کہ وہ اب بھی صفت ہیں اور اپنی اصلی حقیقت یعنے صفت ہونے پر قائم ہیں ہاں ان کا آپکے ساتھ اختصاص ضرور ہے لیکن باوجود اس کے دوسرے بھی ان میں آپکے ساتھ شریک ہیں لہٰذا وہ علم نہیں بلکہ ابتک صفت ہیں۔ پس یہاں پر دونوں قسموں کو اسماء کہا گیا ہے تغلیب کے طور پر اور پھر دونوں کو صفت بھی کہا گیا ہے ایک کو اس لحاظ سے کہ گو وہ اب صفت نہیں مگر پہلے صفت تھا اور دوم جیسا پہلے صفت تھا اب بھی صفت ہے۔

اور ناظرین دیکھ لیں کہ یہ عبارت اپنے مفہوم کے لحاظ سے اسکے دعوی کی مؤید نہیں بلکہ مخالف ہے کیونکہ اس کا دعوٰے ہے کہ یہ کل اسماء خواہ علم بھی ہوں تب بھی اپنے اصلی معنے اور اوصاف پر دال ہیں۔ لیکن اس عبارت میں صاف تسلیم کیا ہے کہ کچھ ایسے علم میں جو کہ صفت سے علمیّت کی طرف نقل کئے گئے ہیں اور ظاہر ہے کہ انسانی علم کے معنے انسان معیّن کے ہوتے ہیں۔ پس جس طرح حجر اور جبل کے علم انسانی ہونے کے بعد انسان معیّن کے معنے ہوتے ہیں نہ معین پتھر اور معین پہاڑ کے۔ اسی طرح حامد اور محمود کے علم ہونے کے بعد معیّن انسان کے معنے ہوتے ہیں نہ معیّن تعریف کرنے والے اور معیّن تعریف کئے ہوئے کے۔

مگر جو احباب عربی زبان جانتے ہیں وہ خدا کے لیے اس قبر میں پاؤں لٹکائے ہوئے متقی اور فرشتہ مولوی صاحب کے اس عبارت کے ترجمہ کو ضرور ہی ملاحظہ فرمائیں کہ اپنے اپنے دعوی کی تائید نکالنے کیلئے اس مرقات کے ترجمہ میں کیا کیا ہے؟ اور ضرور ہی اللہ دیکھیں کہ فانّہ لیس لہ اسم جامد کے معنے لکھتا ہے "کیونکہ آنحضرت صلعم کے تمام اسماء آپکی صفات ہی ہیں۔ آپ کا کوئی نام ایسا نہیں ہے جو علم ہو کر بمنزلہ جامد ہو جائے یعنی کسی وصف مندرجہ اسم پر دلالت نہ کرے" اب دیکھئے عبارت مذکورہ کا صاف صاف ترجمہ یہ ہے کہ وہ اسلئے کہ آپکے لئے کوئی نام جامد نہیں ہے" یعنے سب نام آپکے مشتق ہیں۔ ان میں سے ایک نام بھی جامد نہیں ہے مگر یہ بزرگ مولوی

اسکے یہ معنی بنا لینا ہے کہ آپکا کوئی نام ایسا نہیں ہے جو علم ہوکر بمنزلہ جامد ہو جائے اور یہ محض اسواسطے کہ میرے دعوٰی کی تائید نکل آئے۔

پھر یہ عبارت کہ "نعم لہ اسماء نقلت من الوصفیۃ الی العلمیۃ" اسکا ترجمہ اور مطلب بھی بالکل صاف تھا کہ ہاں اسکے لئے کچھ نام ہیں جو کہ وصفیّت سے علمیّت کی طرف نقل کئے گئے ہیں اور ایسے اسماء کچھ حضور ہی سے مخصوص نہیں۔ بلکہ اور انسانوں کے بھی ایسے نام ہوتے ہیں جو کہ وصفیّت سے علمیّت کی طرف منقول ہوتے ہیں مثلاً حسان۔ مالک وغیرہ ایسے ہی نام ہیں جو کہ وصفیّت سے علمیّت کی طرف منقول ہیں۔ اور اس نقل کا یہی مطلب ہے کہ پہلے ان کے معنے تھے کوئی شخص بہت خوبصورت کوئی شخص ملکیّت والا اور نقل کے بعد ان کے معنے ہو گئے فلاں شخص یعنی عموم کی جگہ خصوصیّت آگئی اور جو صفت ان سے مفہوم ہوتی تھی وہ بھی اب ان سے مفہوم نہ ہوگی نہ یہ کہ عموم تو نہ رہے مگر صفت ان سے مفہوم ہوتی رہے اور معنے ان کے منقول ہونے کے بعد یہ رہیں کہ فلاں بہت خوبصورت یا فلاں ملکیّت والا بلکہ جس طرح جامد سے علمیّت کی طرف نقل ہوتے ہیں جیسے حجر۔ جبل وغیرہ۔ کہ پہلے ان کے معنے غیر معیّن پتھر۔ غیر معیّن پہاڑ کے تھے اور بعد نقل کے ان کے معنے ہیں فلاں معیّن انسان کے نہ یہ کہ عموم نہ رہے اور باقی معنے قائم رہیں اور بعد نقل کے یہ معنی ہوں کہ معیّن پتھر معیّن پہاڑ اسی طرح وصفیّت سے نقل ہونے کے بعد وصف کا حال ہوتا ہے اور یہ بزرگ اسکا مطلب یہ بیان کرتے ہیں "ہاں بعض اسماء ایسے ہیں جو صفات سے منقول ہوکر علم ہو گئے ہیں . . . . مثلاً احمد و محمد پس ان ہر دو اسم صفات کا علم ہوتا اسطرف اشارہ کرتا ہے کہ ان صفات احمدیت و محمدیت میں کوئی غیر آپکا شریک نہیں پایا"

گویا صفت سے منقول ہوکر علم ہونے سے اسی قدر تغیر آیا ہے کہ عموم کی جگہ خصوصیت آگئی ہے اور بس وصفی معنے قائم ہیں۔

اور یہ محض اسلئے کیا ہے تاکہ یہ عبارت ان کے دعوے کے خلاف نہ رہے کیونکہ حقیقت میں تو یہ اسکے صریح طور پر مخالف ہے کیونکہ جب آپکے بعض ایسے نام ہوئے کہ جو صفت سے علمیت کی طرف نقل ہو گئے ہیں تو وہ نقل ہونے کے بعد صفت پر دال نہیں کیونکہ نقل ہونے کے معنے ہی یہ ہیں کہ ایک چیز کو چھوڑ کر دوسری کی طرف چلے گئے ہیں تو جب نقل صفت سے ہوئے تو اس کو چھوڑ اگیا اور وہ اب وہ بالکل باقی نہیں رہی۔

لیکن ناظرین ان سب باتوں سے بڑھکر یہ کیا ہے کہ اس کے بعد عربی عبارت یوں ہے ولہ صفات باقیۃ علی اصلھا اور ظاہر ہے کہ اصلھا میں جو ھا ضمیر مؤنث ہے وہ صفات کی طرف پھر رہی ہے نہ آنحضرتؐ کی طرف مگر یہ مولویصاحب اسکے معنے کرتے ہیں "اور آپکے جو اسماء صفاتیہ ہیں وہ آپکی صفات اصلیہ پر باقی ہیں" الخ

اب اس سے بھی بڑھ چڑھکر میں ناظرین کو ایک بات بتاتا ہوں کہ مرقات کی مذکورہ عبارت میں دو صورتیں اسماء النبی وصفاتہ کی بیان کی ہیں پہلی الظاھر کے ساتھ بیان کی ہے جس کے ترجمہ میں بیجا دخل دیکر انھوں نے اپنی تائید نکالی ہے۔ اور دوسری صورت والاظھر کے ساتھ بیان کی ہے جس سے ان کی کوئی تائید نہیں نکلتی۔ اور یہ صاف کھلی بات تھی کہ جب مصنف نے دوسری صورت کو پہلی کے مقابلہ میں والاظھر یعنی بہت ظاہر کہکر بیان کیا ہے تو اس سے ہر ایک شخص سمجھ سکتا ہے کہ مصنف کے نزدیک پہلی صورت کے مقابلہ میں دوسری صورت زیادہ پسند ہے اور اس سے ان کی ساری کوشش پر پانی پھرتا تھا تو آپنے اسکا تدارک یوں ایمانداری کے ساتھ کیا کہ پبلک عربی دان تو ہے ہی نہیں اور جو افراد ہیں بھی تو چونکہ انکی اصلی زبان اردو ہے لہذا جب اردو ترجمہ ساتھ کیا ہوا ہو۔ تو وہ بجائے عربی کے اسی کو پڑھتے ہیں اور اگر عربی کو اسکے ساتھ پڑھیں بھی تب بھی اس کی نسبت ترجمہ اردو کا انکی طبیعت پر زیادہ اثر ہو کر عربی زبان کو بھول جاتے ہیں اور اسکی باریک باتوں کی طرف بالکل توجہ نہیں کرتے اسلئے آپنے یہ کیا کہ اردو ترجمہ میں والاظھر کو بالکل اڑا کر دوسری صورت کا ایسے رنگ میں بیان شروع کیا کہ جس سے اس کا زیادہ پسند

ہونا تو درکنار اسکی دوسری صورت ہونا بھی نہیں ہو سکتا بلکہ ایسا کمال کیا ہے کہ ہر ایک شخص اسکو پہلی ہی صورت کا تتمہ سمجھیگا۔ مگر اسکے مقابل دوسری طرف یہ کمال کیا ہے کہ پہلی صورت کے شروع میں جو الظاھر تھا جس کو سب جاننے والے جانتے ہیں کہ اسم فاعل کا صیغہ ہے جس کا ترجمہ اردو میں بھی ظاہر یا کھلی بات ہے۔ لیکن اس بزرگ نے اسکا ترجمہ کیا ہے کہ "یہ بات ظاہر تر ہے" اور یہ ترجمہ الظاھر کا ہرگز نہیں بلکہ الاظہر کا ہے جو کہ اسم تفضیل ہے۔ [1]

میرے پیارے ناظرین! یہ ہنسی کا مقام نہیں بلکہ رونے اور سخت رونے کا مقام ہے کہ انسان جب خدا کے بھیجے ہوئے بندے یا اس کے مقرر کردہ خلیفہ کی مخالفت پر اٹھتا ہے تو وہ کسقدر دور جا گرتا ہے اور فرشتہ سے شیطان عالم سے جاہل عقلمند سے بے عقل۔ شریف سے رزیل بلکہ انسان سے بیل اور گدھا بلکہ ان سے بدتر ہو جاتا ہے کیا کبھی آپ کے وہم و گمان میں آ سکتا تھا کہ مولوی سید محمد احسن صاحب ایسی کارروائی کر سکتے ہیں۔ اور نہ اس قدر طویل عمر میں کبھی کی لیکن وہ کل خدا کے مقرر کردہ خلیفۃ المسیح کی مخالفت پر قلم پکڑتے ہیں اور ہم آج انکی قلم سے یہ عجیب نقشے ظاہر ہوتے ہوئے دیکھتے ہیں اے مولیٰ کریم تو ہمکو اس غارت کرنے والی مخالفت سے بچا اور ضرور بچا۔ ناظرین! میں تو سوائے کسی شک و شبہ کے اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ سب اسی مخالفت کا نتیجہ ہے لاغیر۔

اب آپ غور فرمائیں کہ جن دعاوی کے اثبات کے لئے بجائے قرآن مجید اور کتب احادیث کے مرقات کو تلاش کرنا پڑے اور پھر اسکی عبارت میں بھی اس قدر دخل بیجا دینے پر بھی جو تائید حاصل ہو۔ اس پر اسی مرقات کی عبارت یا نی پھیرتی ہو اور اس سے اس ہی تائید کو بچانے کے واسطے بیچ میں سے عبارت ہی حذف کرنی پڑتی ہو۔ کیا ایسے دعاوی ساری بحث کے لئے مقدمہ ہونے کے قابل ہو سکتے ہیں یا ایسے دعاوی کی نسبت کبھی یہ گمان بھی ہو سکتا ہے کہ شاید ان کی کوئی دلیل ہو مگر مصنف نے تھکان کے باعث یا اختصار کی غرض سے بیان نہ کی ہو۔ ہرگز

[1] اور جہاں یہ والاظہر ان المراد من الاسماء ہو المعنی الاعم منہما الخ تھا وہاں پر ترجمہ یوں کیا ہے اور لفظ اسماء عام ہے "گویا نہ اسم لفظ الاظہر ہے اور نہ کوئی دوسری صورت ہے"

نہیں اور ہر گز نہیں ؎۱۔

اب میں مختصر طور پر کچھ دوسری دلیل کا حال بھی سنا دیتا ہوں۔ اس دوسری دلیل سے پہلے لکھا ہے۔ "اور صرف لوگوں کے تسمیہ کے واسطے جو الہاماً نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الذین لا یومنون بالآخرۃ لیسمون الخ" اور اسکے بعد لکھا ہے "اگرچہ یہ آیت مشرکین کے بارے میں نازل ہوئی ہے لیکن بحکم العبرۃ لعموم اللفظ لالخصوص السبب کے ایسے تسمیہ کے ساتھ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہ ہو۔ اگر استدلال کیا جائے تو اسکے ابطال کے لئے بھی شامل ہے۔"

مولوی صاحبان کی چیول مارنے کے لئے کچھ ہتھیار ہوتے تو ہیں تو انکے ذریعہ سے جہاں پر کودنا چاہیں چیتے کی چوکڑی کی طرح فوراً جا پہنچتے ہیں۔ بریلی میں ایک مفتی صاحب ہیں جنکا کئی سو فتوے کفر کا اسوقت تک طبع ہوکر شائع ہو چکا ہے جس پر وہ کفر کا فتویٰ لگانے لگتے ہیں تو بس اسی قدر ضرورت ہوتی ہے کہ اسکا کوئی کبیرہ۔ صغیرہ گناہ ملجائے پھر اس سے توہین شرع شریف کا کبریٰ ساتھ لگا اور کفر اور طلاق وغیرہ کا نتیجہ وہ موجود ہے۔ اسی طرح یہ فقرہ کہ العبرۃ لعموم اللفظ لالخصوص السبب ایسا ہتھیار ہے کہ جو بات کہیں سے ثابت نہ ہو سکے کوئی ایک آیت قرآن مجید کی پڑھی اور یہ فقرہ ساتھ جڑھا اور ثبوت حوالہ کیا کیونکہ ان کو یقین کامل ہوتا ہے کہ عام لوگ تو عربی سنتے ہی گردن رکھ دیتے ہیں کہ شائد یہ بھی کوئی آیت اور حدیث ہے اور عربی دان لوگوں کی نسبت انکو یقین ہوتا ہے کہ انہوں نے کب تلاش کرنا ہے۔ کہ یہاں پر کوئی لفظ عام بھی ہے یا نہ اور نہ یہ سوچنا ہی کہ العبرۃ لعموم اللفظ لالخصوص السبب کوئی آیت ہے یا حدیث رسول اللہ کہ جس کے سنتے ہی گردن تسلیم خم کر دینی چاہیئے اور یہاں یہ بھی اسی سے کام لیا ہے۔ حالانکہ اسی طرح یہاں پر جو آیت لکھی ہے اسمیں الملئکۃ جمع محلی بال ہونیکی وجہ سے عام ہے تو اسکا عموم یہی ہے کہ

؎۱ پھر اگر یہ ثابت بھی ہو کہ جو نام الہاماً ہوں انکے اوصاف مسمی میں قائم و دائم ہوتے ہیں تو پھر محمود نام جو الہامی ہے اسکے معنے بھی مسمی میں قائم و دائم رہنے چاہئے تو پھر اسکی مذمت کیوں کی گیا یہ سبوت المذمم و انا محمد کی سنت پوری کی ہے۔

سب فرشتوں کو شامل ہو۔ نہ یہ کہ آدمیوں کو بھی شامل ہو ما الہم میں ھم الذین لا یومنون بالاخرۃ کی طرف راجع ہے اسکو اگر عام فرض کریں تو اس کا عموم یہی ہے کہ آخرت کے سب منکروں کو شامل ہو نہ کہ اوروں کو۔ اسی طرح ان یتبعون میں واو ضمیر جمع ہے۔ تو اسکا مرجع بھی وہی منکرین آخرت ہیں لہذا اسکا عموم یہی چاہیے گا کہ سب منکرین آخرت کو شامل ہو۔ نہ اس پر ایمان لانے والوں کو۔ اسی طرح شیئًا نکرہ حیز نفی میں وارد ہونے کے باعث اگر عام ہے تو اس کا عموم اس کو چاہتا ہے کہ ظن حق کے مقابلہ میں کچھ بھی فائدہ نہیں دیتا یعنے نہ بہتا اور نہ تھوڑا مگر باوجود اس کے کہ ایسا کوئی عام نہیں پھر بھی اس مشہور فقرہ کو دہرایا ہے۔

اور پھر یہ بھی نہیں سوچا کہ اگر یہاں پر کوئی ایسا عام ہوتا بھی تو پھر اسکو وہی حکم لاحق ہوتا جو کہ آیت کریمہ میں لاحق کیا گیا ہے اور عموم لفظ کے اعتبار کرنیکے یہ معنے ہرگز نہیں کہ جو حکم آیت میں مذکور تک بھی نہیں ہے وہ چیز کو لاحق ہو جائے۔ مثلاً السارق والسارقۃ فاقطعوا ایدیہما میں عموم لفظ کے اعتبار کے بہانہ سے یہ تو کوئی کر سکتا ہے کہ کفن کش وغیرہ کو سارق کا ایک فرد قرار دے کر اسکے قطع ید کا حکم دے لیکن یہ نہیں کر سکتا کہ عموم لفظ کے بہانہ سے اس پر حبس دوام کا حکم لگا دے جو کہ اس آیت میں مذکور تک نہیں ہے۔

لیکن انہوں نے یہاں پر ایسا ہی کیا ہے کیونکہ آیت مذکورہ میں تسمیۃ الملئکۃ بالانثی کی ممانعت کا ذکر ہے اور بتایا گیا ہے کہ اس تسمیہ میں یہ لوگ ظن کی پیروی کر رہے ہیں تو اگر یہاں پر کوئی عام لفظ ہوتا اور وہ اوروں کو یا اوروں کے نام رکھنے کو شامل بھی ہوتا تو اس سے یہ حکم نکلتا کہ جس طرح اتباع ظن کے باعث فرشتوں کا تسمیہ بالانثی جائز نہیں ہے اسی طرح اتباع ظن کے باعث تسمیہ فلاں بالفلاں یا بالانثی بھی منع ہے نہ یہ کہ تسمیہ تو جائز ہو مگر اسکے ساتھ استدلال کرنا منع ہو۔ ممانعت استدلال بالتسمیہ کا ذکر تو آیت کریمہ میں اسی طرح نہیں جس طرح سرقہ کی آیت میں حبس دوام کا ذکر نہیں ہے نہیں جس تسمیہ کا آیت میں ذکر ہے اسکی ممانعت

تو یہ لینے نہیں۔ ورنہ یہ معنے ہوتے کہ والدین وغیرہ کا نام رکھنا جائز نہیں ہے اور جو اس تسمیہ کے ساتھ استدلال کرنے کی ممانعت آپ نے لی ہے اسکا ذکر اس آیت کریمہ میں ندارد۔

پس یہ حال ہے اس استدلال کا کہ عموم لفظ کا دعویٰ کیا ہے اور نہ اس آیت کریمہ میں کوئی ایسا عام بتایا ہے اور نہ بتا سکتے ہیں اور نہ واقعہ میں اسمیں کوئی ایسا عام لفظ ہے پھر عموم کے باعث جو حکم ثابت کیا ہے وہ آیت میں نہ صراحتاً مذکور ہے اور نہ اشارتاً اور نہ کنایتاً۔

مقدمہ دوم المجدد پر نظر مقدمہ دوم کو یوں بیان کیا ہے اور "حضرت جری اللہ کے اسماء صفاتیہ بھی ظلّی طور پر الہامات اور کشوف میں چند وارد ہو گئے ہیں چنانچہ ایک نام آپکا الہاماً نبی بھی ہے جو ظلّی ہے اور غلام احمد قادیانی بھی کشفی اور الہامی نام ہے جو ظلّی ہونے پر صریح دلالت کر رہا ہے ہاں احمد آپکا نام الہام میں بھی آگیا ہے مگر اس سے مراد وہی ظلّی ہے دیکھو حقیقۃ الوحی صفحہ ۴۴۳۔ البتہ کشفاً والہاماً آپکا نام متحدیانہ غلام احمد قادیانی ہی ہے لاغیر" پھر آگے لکھا ہے "آپکو جو کچھ تمام اسماء صفاتیہ . . . حاصل ہوئے ہیں وہ سب ظلّی اور بروزی ہیں یعنی بسبب غلامی حضرت نبی کریم سے عطا ہوئے ہیں" اسکے بعد لکھا ہے اس مختصر بیان سے یہ تو ثابت ہو گیا کہ آپ کا نام احمد جو بالفاظ بیعت یا الہام وغیرہ میں مذکور ہوا ہے وہ بطور اختصار کے مثل تخلص کے فرمایا گیا ہے"

اس مقدمہ کی غرض بالکل ظاہر ہے اور وہ یہ ہے کہ آپنے پہلے مقدمہ میں یہ ثابت نہیں کیا تھا بلکہ دعویٰ کیا تھا کہ آنحضرت کے سب اسماء صفاتیہ منجانب اللہ الہاماً ہیں اور جو ایسے ہوں وہ اپنے معانی پر ہمیشہ دال اور ان کے معانی اور اوصاف قائم و دائم رہتے ہیں۔

اور گو اس سے کوئی یہ لازم نہیں آجاتا کہ جب آپکے نام ایسے ہیں تو پھر آیت مذکورہ میں وہی لینے چاہئے مگر باوجود اسکے کوئی مقابلہ کے طور پر کہہ سکتا تھا کہ

حضرت مسیح موعود کے اسماء بھی الہاماً منجانب اللہ ہیں اور جو اسماء ایسے ہوں۔ ان کے معانی قائم و دائم ہوتے ہیں۔ پس جو نتیجہ وہاں نکلیگا وہی یہاں پر بھی نکلنا چاہیئے تو آپنے اس بات کو دفع کرنے کے لئے یہ دوسرا مقدمہ قائم کیا۔ اور اس میں اسکے ثابت کرنیکے لئے کہ آنحضرت صلعم کے ایسے اسماء میں اور حضرت مسیح موعود کے ایسے اسماء میں فرق ہے بہت کچھ ہاتھ پاؤں مارے ہیں۔ چنانچہ پہلے تو آنحضرت صلعم اور حضرت مسیح موعود کے ایسے اسماء میں فرق نکالا ہے اور وہ یہ بتایا ہے کہ حضرت مسیح موعود کے سب ایسے اسماء ظلی ہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ تیرھویں صدی کے مولویوں کے جس قدر ہاتھ کنڈے تھے مولویصاحب نے قریباً قریباً ان سب ہی سے اس کتاب میں کام لیا ہے۔ چنانچہ ایک داؤ ان کا یہ بھی ہے کہ جب کوئی غلط اور مخدوش جیسی بات کر بیٹھیں تو پھر ضرور اس پر اعتراض وارد ہوتا ہے تو اسکے رفع کرنے کیلئے از خود نئے نئے قیود لایعنی اور لاتعلق لگانے شروع کر دیتے ہیں اور اس ذریعہ سے لوگوں کو الجھن میں ڈالکر اپنا مطلب سیدھا کر لیا کرتے ہیں مثلاً کہدیا کہ گھوڑا حلال ہے کیونکہ اس پر سواری کیجاتی ہے اور جس پر سواری کیجائے وہ حلال ہوتا ہے تو ظاہر ہے کہ یہ بات غلط ہے اسکو سن کر ہر ایک اعتراض کریگا کہ گدھے پر بھی سواری کی جاتی ہے تو کیا وہ بھی حلال ہے تو اسکا جواب یہ دیں کہ بیشک سواری تو دونوں پر ہوتی ہے لیکن گدھے کے کان لانبے ہیں۔ اسلئے وہ حلال نہیں بلکہ حرام ہے۔ حالانکہ کانوں کے طول کا نہ تو پہلے ذکر ہوا ہے نہ اسکا سواری میں کوئی دخل ہے جو کہ حلت کی علت اور علامت قرار دی گئی ہے اور نہ اصل حکم یعنے حلت و حرمت میں اسکا کوئی اثر ہے۔

بس اسی طرح کے لاتعلق فرقوں کے ساتھ جواب دینا یہ انکا ایک ہتھیار ہے اور یہاں پر اسی ہتھیار کو کئی رنگوں میں چلایا ہے۔

اوّل یہ کہ بیشک حضرت مسیح موعود کے اسماء بھی ایسے ہی ہیں مگر وہ ظلی ہیں۔ اب کوئی پوچھے کہ پہلے تمنے کہاں قید لگائی ہے کہ اسماء صفاتی جو الہاماً منجانب اللہ

ہوں اور بروزی اور ظلّی نہ ہوں تو ان کے معانی قائم و دائم ہوا کرتے ہیں۔ بلکہ پہلے تو تم نے مطلق ذکر کیا اور مطلق کو اس کے اطلاق پر ہی رکھنا چاہیئے جبتک کہ وہ ممتنع نہ ہو جائے۔"

پھر ظلّی کے معنی خدا نے خود تم سے کرا دیئے ہیں۔ چنانچہ مقدّمہ دوم کی جو عبارت ہمنے نقل کی ہے اسکے آخر میں ہے "آپکو جو کچھ تمام اسماء صفاتی حاصل ہوئے ہیں وہ سب ظلّی اور بروزی ہیں یعنی بسبب غلامی حضرت نبی کریم کے عطا ہوئے ہیں۔"

تو جب آپکے اسماء صفاتی کے ظلّی اور بروزی ہونے کے یہ معنے ہیں کہ آپکو وہ اسماء صفاتی حضرت نبی کریم کی غلامی کے سبب حاصل ہوئے ہیں تو اس سے ثابت ہوا کہ وہ حاصل تو حقیقتاً ہوئے ہیں۔ کیونکہ جو چیز کسی کے سبب سے حاصل ہو۔ تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ چیز حقیقتاً وہ چیز نہ ہو یا وہ چیز تو حقیقتاً وہ چیز ہو۔ مگر اس کو حاصل حقیقتاً نہ ہو۔ بلکہ باوجود کسی کے سبب سے حاصل ہونے کے وہ چیز بھی حقیقتاً وہی چیز ہوتی ہے اور حاصل بھی حقیقتاً ہی ہوتی ہے مثلاً ایک بادشاہ کا پیارا دوست ہے اور وہ دوست بادشاہ سلامت کے سلام کو آیا ہے اسکے ساتھ اسکا خاص الخاص غلام زید بھی ہے اور بادشاہ سلامت نے اپنے دوست کے سبب سے زید کو کچھ روپیہ دیا ہے تو گو وہ اس کو اپنے آقا کے سبب سے ملا ہے لیکن وہ روپیہ بھی حقیقتاً روپیہ ہے اور اس کو ملا بھی حقیقتاً ہی ہے پھر یہ بھی نہیں کہ کسی کے سبب سے تو بیشک دونوں حقیقتاً ہوں۔ مگر غلامی کے سبب سے چیز یا اس کا حصول حقیقی نہ رہتا ہو۔ کیونکہ مثال مذکور میں زید کو غلامی ہی کے باعث روپیہ ملا ہے اور پھر دونوں حقیقی ہیں۔

اور یہ بھی نہیں کہ اوروں کی غلامی کے سبب جو کچھ ملے وہ تو حقیقی ہوتا ہے اور حقیقتاً ملتا ہے لیکن حضرت نبی کریم کی غلامی میں ایسا کچھ اثر ہو کہ اس کے سبب سے جو کچھ ملے نہ وہ حقیقتاً وہ شئ ہوتا ہے اور نہ وہ حقیقتاً حاصل ہوتا ہے بلکہ دونوں برائے نام ہی ہوتے ہیں۔ کیونکہ آپکی غلامی کے سبب سے جو روپیہ ملیگا وہ حقیقتاً روپیہ ہوگا اسکی چاندی چاندی ہی رہے گی اور اس کی قیمت اتنی ہی رہے گی اور جس کو ملیگا اسکو

حقیقتاً ہی ملیگا۔

تو پھر ان معنوں کے ساتھ ظلّی اور بروزی ہونے سے کونسا نقص ہوگیا۔ وہ اسمار صفاتیہ اب بھی اسمار صفاتیہ حقیقتاً ہیں اور آپ کو عطا بھی حقیقتاً ہی ہوئی ہیں تو پھر کیوں انکے معانی قائم و دائم نہ ہوں۔ پھر احمد نام کے لئے بالخصوص ایک اور قید بنائی ہے جس پر آپ کو بڑا ناز ہے ٹائٹل پیج پر بھی اس کو درج کیا ہے۔ اور وہ یوں بیان کی ہے کہ بیشک احمد نام بھی آپکا الہام میں آگیا ہے مگر الہامی اور متحدیّانہ نام آپکا غلام احمد قادیانی ہے اور احمد متحدیانہ نام نہیں ہے۔

اب ناظرین خود غور فرمائیں کہ سید محمد احسن صاحب جیسے شخص سے ایسی لچر باتوں کا صادر ہونا اور ایسے مشہور مزورانہ طریقوں کا استعمال کرنا کسقدر دل کو دکھ دے سکتا ہے ایک طرف فاضل اور فرشتہ ہونے کا ادعار اور قبر میں پاؤں لٹکائے ہوئے ہونا اور دوسری طرف چالبازوں کی مستعمل چالوں پر گامزن ہونا کسقدر حیرت میں ڈالنے والی چیز ہے۔

اب کوئی اس بوڑھے فاضل میاں سے دریافت کرے کہ آنحضرت صلعم کے ناموں اور اسمار صفاتیہ میں کب متحدیانہ ہونے کی قید لگائی یا کہاں ان اسمار صفاتیہ میں سے ہر ایک کے متحدیانہ ہونیکا ثبوت دیا ہے کہ حضرت مسیح موعود کے احمد نام میں بھی اسکا متحدیانہ ہونا ضروری ہو۔ ورنہ اس کے معنے قائم دائم نہ ثابت ہونگے۔ آخر متحدیانہ ہونے کی قید کتاب کی کس آیت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کس سنت سے ثابت ہے۔ حالانکہ آپنے اپنی زبان سے دعوٰی کیا ہے کہ جو کچھ لکھا ہے کتاب و سنت سے ثابت کیا

آخر اب کوئی وجہ تو بتائے کہ متحدیانہ کی قید آپنے کہاں سے نکال ماری ہر آپ جتنے اسمائے اس کو جدا کرتے ہو وہ تو آنحضرت کے اسمار صفاتیہ ہیں جو کہ الہاماً منجانب اللہ ہیں اور ان کے معانی قائم و دائم ہیں۔ اور ان میں آپنے جس قدر قیود لگائے ہیں کہ منجانب اللہ ہوں الہاماً ہوں اسمار صفاتی سے ہوں۔ وہ سب کے

سب قیود حضرت مسیح موعود کے اسم احمد میں بھی موجود ہیں۔ پھر آپ نے متحد یانہ نام نہ ہونے کی وجہ سے ان اسماء سے اس کو کیوں جدا کیا ہے۔ پھر متحد یانہ کے آپ معنے کیا لیتے ہیں۔ اگر اسکے یہ معنی ہیں۔ کہ سب نام دوسروں کو کہے کہ اس نام کا کوئی اور بتاؤ۔ اور ہرگز نہ بتا سکو گے تو پھر اس سے لازم آئیگا کہ آنحضرت کا کوئی نام متحد یانہ نہیں۔ کیونکہ نہ آپ نے ایسا کہا اور نہ آپکا کوئی ایسا نام ہے اور اگر کوئی اور معنے ہیں تو بتانے چاہئے تھے۔

پھر اس پر بھی صبر نہ آیا اور اخیر میں یہ کہدیا کہ "اس مختصر بیان سے یہ تو ثابت ہو گیا کہ الفاظ بیعت یا الہام میں جو آپکا نام احمد آیا ہے یہ تخلّص کی طرح بطور اختصار ہے"۔ بیانِ مذکور میں تو کوئی ثبوت نہیں ہاں یہ در بطن شاعر ہو تو بے شک ہر ایک چیز کی حد ہوتی ہے لیکن اس بزرگ کی جرأت کی حد ہمکو ابتک معلوم نہیں ہوئی اپنے پیشوا پر خدا کے الہام پر غرض جو سامنے آجائے اس پر ہاتھ صاف کرنے میں کچھ دریغ نہیں۔ خدا کا فرستادہ ہمیشہ بیعت احمد کے نام پر لیتا رہا۔ خداوند تعالیٰ نے ایک دفعہ بھی یا غلام احمد کر کے نہیں پکارتا بلکہ یا احمد کر کے پکارتا ہے مگر یہ بزرگ رجماً بالغیب کہتا ہے کہ یہ مختصر شدہ نام ہے۔ اور اگر یہ ادعاء محض اسوجہ سے کیا ہے کہ غلام احمد بھی آپکو کہا جاتا ہے تو اسکی وجہ اگر خود معلوم نہ ہو سکتی تھی تو حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ نے مفصل لکھ دی تھی اس کو سمجھ لیتے اور اگر زعم شریف میں پسند نہ آئی تو پھر پہلے اسکی تردید کرتے اور پھر یہ ادعا کرتے اور پھر اس قدر سمجھ تیز ہو گئی ہے کہ فقط غلام احمد کو نہیں۔ بلکہ غلام احمد قادیانی سارا آپکے نزدیک نام ہے بلکہ اصل نام ہے جو کہ نہ والدین نے رکھا اور نہ اس کے ساتھ کسی نے اور نہ خداوند تعالیٰ نے کبھی خطاب کیا۔ اور جس کشف میں دکھایا گیا ہے اسمیں تو نام نسبت الی البلدۃ کے ساتھ بتایا تاکہ وہ امتیاز حاصل ہو جو کہ علم سے بھی زیادہ ہو۔

اور اگر سمجھ اور پھر ساتھ انصاف اور خوف خدا ہوں تو انسان ان باتوں کو دیکھکر کہ خداوند تعالیٰ نے جب آپ کو نام کے ساتھ پکارا ہے تو بجائے یا غلام احمد رض

القادیانی اویا غلام احمد کے یا احمد ہی فرمایا ہے۔ آپ کے والد ماجد نے جو گاؤں آباد کیا اسکا نام احمد آباد ہی رکھا ہے نہ غلام احمد قادیانی آباد یا غلام احمد آباد۔ آپ نے اپنی عربی اور فارسی کتابوں میں جہاں کہیں نام کے طور پر لکھا ہے نہ عربی طریق اضافت پر غلام احمد کو لکھا ہے بلکہ بعض میں الراقم میرزا غلام احمد القادیانی لکھا ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ماقبل و مابعد میں عربیت کو ملحوظ رکھا۔ لیکن میرزا غلام احمد میں اسکو ملحوظ نہیں رکھا۔ اور نہ فارسی میں فارسی طریق اضافت کو ملحوظ رکھا ہے اور نہ کبھی آپ نے اسکا تلفظ اضافت کے ساتھ کیا ہے اور نہ اپنے بیٹوں کے نام میں احمد کی طرف اضافت " نظر رکھی ہے جیسا کہ بشیر احمد۔ شریف احمد۔ مبارک احمد سے معلوم ہوتا۔ اور ہندوستان میں یہ عام طریق ہے کہ مفرد نام بجز شاذ و نادر کے نہیں بولتے۔ بلکہ ضرور اسکے ساتھ دوسرا لفظ لگا دیتے ہیں جیسے نذیر حسین نذیر حسن محمد احسن محمد یعقوب۔ محمد یوسف محمد اسمٰعیل محمد علی وغیرہم۔ اور ان میں اصل نام ایک ہی ہوتا ہے اور دوسرا خاندان یا عزت یا تبرک وغیرہ کے لئے ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت المسیح موعود نے ایام الصلح اردو کے صفحہ ۹۴ حاشیہ میں لکھا ہے "ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام عبد بھی ہے . . . . (پھر اپنے نام کا ذکر کرکے فرماتے ہیں) یہ غلام کا لفظ اس عبودیت کو ظاہر کرتا ہے جو ظلی طور پر مہدی موعود میں بھی ہونا چاہیئے" ۱۱

ترجمہ غلام کے معنے عبد کے ہوئے اور گو عبودیت اس کو ظلی طور پر ملے یعنے آنحضرت صلعم کی وساطت سے ملے مگر وہ بھی آنحضرت صلعم کی طرح ہوگا تو اللہ کا عبد نہ احمد کا۔ پس غلام کو یہاں پر بمعنے عبد بتا کر آپ نے صاف صاف بتا دیا ہے کہ غلام کا لفظ یہاں پر احمد کی طرف ہرگز مضاف نہیں اور نہ اسکا احتمال ہی ہوسکتا ہے۔ پس جو شخص ان امور پر نظر رکھے گا۔ اور ضد اور رجماً بالغیب کے طور پر بات کہنے کا عادی نہ ہوگا وہ آپکا نام احمد ہی سمجھیگا اور نہ لفظ غلام کو مضاف نہیں بلکہ خدا کی نشان کہئے گا اور کبھی یہ جرأت نہ کریگا کہ وہ غلام کو مضاف اور غلام احمد کو اصل نام اور نہ احمد کو اسکا اختصار قرار دے۔ بلکہ وہ ضرور احمد ہی کو اصل نام یقین کریگا۔

جیساکہ خداوند تعالیٰ نے کیا ہے کہ جب نام کے ساتھ خطاب کیا ہے تو احمد کے ساتھ کیا ہے نہ غلام احمد قادیانی یا غلام احمد کے ساتھ اور یہ کب ہو سکتا ہے کہ جو اصل نام ہے۔ خداوند تعالیٰ اس کے ساتھ تو کبھی بھی خطاب نہ کرے اور جب کرے تو اختصار ہی کے ساتھ کرے اور جیساکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا کہ آپ نے یہی بتایا کہ اس کا نام میرا نام ہوگا نہ یہ کہ اسکا نام غلام احمد ہوگا۔ یا جیساکہ خود حضرت اقدس نے کیا کہ جہاں کہیں خاندانی نسبت اور امتیاز کی ضرورت نہیں ہوئی وہاں پر اپنا نام احمد ہی بتایا ہے جیسا بیعت میں اور جہاں غلام احمد بھی بتایا ہے وہاں پر اضافت کا اظہار نہ عربی طریق پر کیا ہے اور نہ فارسی اور نہ اردو اور پنجابی طریق پر۔ اور پھر مرکب اضافی میں اختصار کا عام طریق یہی ہے کہ مضاف الیہ کو حذف کر کے مضاف کو قائم رکھتے جیسا یا عبد اللہ میں عبد۔ اور پھر مرکب مزجی میں نسبت میں دوسری جزو حذف ہوا کرتی ہے نہ پہلی مگر باوجود اسکے آپ نے اپنی جن چیزوں کو اپنی طرف نسبت کیا ہے تو پہلی جزو کو حذف کر کے دوسری یعنی احمد کی طرف نسبت کیا ہے جس کے ساتھ آپ نے ظاہر کر دیا کہ اصل نام احمد ہی ہے

اور جیساکہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ ابتدا زمانہ میں جبکہ کرامات الصادقین طبع ہوئی آپ نے اسکے آخر میں لکھا ہے شعر

فواللہ مذ لاقیتہ زادنی الھدیٰ ٭ وعرفت من تفہیم احمد احمد

اور جیساکہ پیغامیوں کی احمدیہ انجمن اور ان کے امیر قوم نے کیا کہ حضرت مسیح موعود نے الوصیۃ میں لکھا تھا کہ "چاہیئے جماعت کے بزرگ جو نفس پاک رکھتے ہیں میرے نام پر میرے بعد لوگوں سے بیعت لیں"۔ اور اس ارشاد کی تعمیل میں اس انجمن اور اس کے امیر قوم نے جو الفاظ بیعت شائع کئے ہیں ان میں لکھا ہے کہ "آج میں محمد علی کے ہاتھ پر احمد کی بیعت میں داخل ہو کر اپنے تمام گناہوں سے توبہ کرتا ہوں"۔

اب ناظرین ہی بتائیں کہ ایک شخص ہے جس کے علم اور اس کی سمجھ اور دیانت اور امانت کی یہ حالت ہو جس کا نقشہ اس کتاب سے ملتا ہے اور پھر خدا کے مسیح کی بات کے مقابل کہکر اسکو نکتہ معرفت قرار دینے والا اور خدا کے مسیح کو رسول اکرم کی توہین کرنیوالا

اور کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے خلاف کرنے والا بلکہ آپ کو وہ شخص قرار دیتا ہو جس کے قول و فعل کی پیروی گناہ میں داخل ہو۔ اور باوجود ان سب باتوں کے بات بھی ایسی کہے جو کہ خدا کے مسیح کی بات کے صریح خلاف اور اس کے خلیفہ اول کے قول کے خلاف خلیفہ ثانی ایدہ اللہ بنصرہ کے ارشاد کے صاف صاف خلاف ہو۔ اور ویں ندارد تو ایسے قول مردود کے ساتھ بجز بھلا ئے یدپرش خاوند کے اور کیا کچھ کوئی کر سکتا ہے۔ اب جس کتاب کے مقدمات کا یہ حال ہے اسکے براہین کا کیا حال ہوگا۔

روایات رسالہ المجدّد پر ایک نظر

آپ فتوح الشام اور تفاسیر سے کچھ روایات لکھی ہیں اور پھر خود خیال آیا ہے کہ واقدی جیسے کذاب و وضاع کی روایتوں اور کتب تفاسیر کے رطب و یابس قصص کا اعتبار ہی کیا ہے کہ ان سے کچھ ثابت ہو۔ تو اس کا تدارک آپ نے صفحہ ۴۳ پر یوں کیا کہ "واضح ہو کہ جبکہ پیشگوئی اسمہ احمد بحق نبی کریم خاتم النبیین تمام ادلہ نقلیہ کتاب و سنت سے ثابت ہو چکی تو اب ہم کو کوئی ضرورت باقی نہیں رہی کہ اس بارہ میں روایات کو توثیق اسماء الرجال سے ثابت کرتے پھریں (پھر اس پر طرفہ تر یہ کہ آپ فرماتے ہیں) لہٰذا ہم چند روایات کتب تواریخ سے بھی یہاں پر لکھے دیتے ہیں۔ کتاب عجائب القصص فارسی میں لکھا ہے الخ"

اب ناظرین پہلے تو ان کی کتاب کو اول سے یہاں تک غور سے دیکھیں کیا کوئی ایک آیت بھی ایسی لکھی ہے جس میں یہ بیان ہو کہ مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد کی بشارت محمد رسول اللہ کے لئے ہے یا کم از کم یہ کہ محمد رسول اللہ کا زمین پر یا انسانوں میں احمد علم ہے باقی رہا یہ کہہ دینا کہ اس سورہ کا صف نام رکھنا بتاتا ہے کہ اس بشارت کا مصداق صف باندھ کر جنگ کریگا۔ اور اسمیں قتال کا ذکر بتاتا ہے کہ اسکا مبشر نبی جلالی ہوگا اور پھر یا ایھا الذین آمنوا کونوا انصار اللہ الایہ کی نسبت یہ کہنا کہ اسمیں خدا نے صحابہ کی ایک قسم کا نام انصار رکھا ہے اور حواریوں کا نام خدا نے انصار نہیں بلکہ حواری رکھا ہے اور اس سے بھی ثابت ہوا۔ کہ

بشرنبی جاالی ہی سو ہمنے پہلے مفصّل طور پر بتا دیا ہے کہ نہ کسی علم کے قواعد ہیں اور نہ فی حدّ ذاتہا صحیح اور درست ہیں۔ بلکہ ان کے صحیح ماننے سے بڑا طوفان بے تمیزی برپا ہو جاتا ہے اور پھر اگر بفرض محال یہ صحیح ہوتے بھی تو یہ ذوقی اور صوفیانہ اشارات ہوتے نہ اثبات یا ثبوت بالکتاب ہے۔

اسی طرح ابتدا سے یہاں تک ایک صحیح مرفوع حدیث نہیں جسمیں یہ لکھا ہو کہ آپ نے (محمد رسول اللہ ؐ نے) فرمایا ہے کہ اسمہ احمد کی بشارت کا مصداق میں ہی ہوں۔ یا کم از کم یہ فرمایا ہو کہ میرا نام میرے خاندان نے احمد رکھا ہے یا یہ کہ انسانوں میں یا زمین پر میرا علم احمد ہے باقی رہا ان لی خمسة اسماء الخ و انا بشارة عیسٰے الخ تو ہم پہلے کھولکر بتا آئے ہیں کہ ان سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آپکا زمین پر انسانوں میں احمد علم ہے اور نہ یہ کہ میں اسمہ احمد والی بشارت عیسٰے کا مصداق ہوں۔ اور جب کوئی آیت اور کوئی صحیح مرفوع حدیث ایسی ابتک ذکر نہیں ہوئی تو پھر یہ کہہ دینا کہ "جبکہ پیشگوئی اسمہ احمد بحق نبی کریم . . . . کتاب و سنت سے ثابت ہو چکی تو اب ہم کو کوئی ضرورت باقی نہیں رہی کہ اس بارہ میں روایات کو توثیق اسمار الرجال سے ثابت کرتے پھریں" کیسا صریح غلط ہے۔ پس اسمار الرجال سے توثیق نہ کرنے کی یہ وجہ نہیں بلکہ اسکی اصل وجہ یہ ہے کہ ان روایتوں کی توثیق اسمار الرجال سے آپ کرہی نہیں سکتے اور نہ یہ ممکن ہے کیونکہ یہ محض خرافات و اکاذیب ہیں۔ جیسا کہ ابھی ہم انشاء اللہ بتائینگے۔

مشہور مقولہ ہے یک نہ شد دو شد۔ آپ ان کی توثیق کا عذر کرتے ہوئے کہتے ہیں "لہٰذا ہم چند روایات کتب تواریخ سے بھی یہاں پر لکھے دیتے ہیں" یعنے چونکہ اب رطب و یابس کی اجازت ہو گئی ہے لہٰذا ہم ان بے سرو پا روایات سے بڑھکر تاریخ کے گپوڑے بھی کچھ لکھا دیتے ہیں اور پھر کتب تواریخ میں سے جنی کون ہے عجائب القصص جس کا نام ہی بتاتا ہے کہ کوئی ناول اور فسانجات کی کتاب ہے جس کے مصنّف کا نام مورخین کے زمرہ میں بھی شمار نہیں ہوا۔ چہ جائیکہ آپ یہ

بتا سکیں کہ ان کا مصنّف مسلم اور معتبر اور معتمد علیہم مورخین میں سے ہے۔

تعجّب آتا ہے کہ ساری کتاب میں آیت اور حدیث مرفوع تو کیا کسی صحابی یا تابعی کا قول بھی نہیں لکھا جس میں یہ بیان کیا ہو کہ یہ بشارت اسمہ احمد والی آنحضرت صلعم کے حق میں ہے اور باوجود اس کے لکھدیا ہے کہ "جبکہ پیشگوئی اسمہ احمد بحق نبی کریم خاتم النّبیّین صلعم تمام ادلہ نقلیہ کتاب وسنت سے ثابت ہوچکی الخ" باقی رہا یہ کہ آنحضرت صلعم عیسےٰ کی بشارت ہیں۔ یا آپکا فرشتوں میں یا آسمان پرنام احمد ہے۔ یا آپ صفت احمد کے مصداق اوّلین ہیں۔ سو اس کو القول المجدّد سے پہلے ہی ہم جانتے اور مانتے ہیں۔ پر اس سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ اسمہ احمد کی بشارت بحق آنحضرت صلعم ہے جیسا کہ ہم پہلے مفصّل بتا چکے ہیں۔

پھر صفحہ ۱۰۳ پر لکھا ہے۔ "ان احادیث کی تصحیح وتضعیف ہمکو کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ کیونکہ جبکہ احمد کا نام احادیث اصح الصحاح سے نبی امی کے لئے محققانہ طور پر ثابت ہوچکا کما مرّ۔ پھر ان احادیث کا ضعیف ہونا ہمکو کچھ ضرر نہیں دیتا۔ بلکہ بفرض تسلیم اگر موضوع بھی مانی جائیں تب بھی کوئی ضرر نہیں بلکہ مدعا کو مفید ہے کیونکہ ضعف اور وضع محدثین کی اصطلاح ہے مثلاً راوی حدیث نے کبھی جھوٹ بولا ہے تو اس کی روایت موضوع کہلائے گی ہوسکتا ہے کہ وہ حدیث اصل میں صحیح ہو۔ اگر واقعات اس کو ثابت کردیں تو وہ حدیث صحیح ہوجاویگی جیسا کہ چاندگہن اور سورج گہن کی حدیث اسوجہ سے صحیح مانی گئی ورنہ محدثین کی اصطلاح کے بموجب ضعیف تھی"

ناظرین کو ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ جن صحیح حدیثوں میں آنحضرت کا نام احمد بتایا گیا ہے ان میں ساتھ ہی حاشر۔ ماحی وغیرہا نام بھی بتائے گئے ہیں۔ اور جس طرح ان احادیث سے حاشر۔ ماحی کا اسم علم ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ اسی طرح احمد کا اسم علم ہونا بھی ان صحیح حدیثوں سے ثابت نہیں ہوتا۔ اور صفت ہونے سے ہمکو بھی انکار نہیں ہے بلکہ آپکے رسالہ کی تصنیف سے بہت پہلے ہم شائع کرچکے ہیں۔

نیز اسمہ احمد ایک پیشگوئی ہے اور یہ اپنے مفہوم کے لحاظ سے اس پر صادق آسکتی ہے
جو کہ رسول ہو۔ اور ان انسانوں کے علم میں اسکا نام اور علم احمد ہو۔ تاکہ اسمہ احمد کے نشان
سے وہ اس کو پہچان سکیں کہ یہ اس کا مصداق ہے اور تاکہ منکرین پر حجت ہو سکے
نہ یہ کہ انسانوں میں تو اسکا نام کوئی اور ہو اللہ تعالےٰ کے علم میں یا فرشتوں میں یا آسمان
پر اسکا نام احمد ہو کیونکہ نہ یہ اس پیشگوئی کا مفہوم ہے اور نہ انسانوں کے لئے یہ
معرفت کا ذریعہ ہو سکتا ہے اور نہ ہی ان پر حجت ہو سکتا ہے۔

اور مصنّف صاحب نے خود اپنی کتاب میں لکھدیا ہے کہ آنحضرت آسمان میں اور
فرشتوں میں احمد تھے۔ غرضیکہ پیشگوئی اسمہ احمد کی یہ چاہتی ہے کہ اسکا نام (یعنی
اسم علم انسانوں کے نزدیک احمد ہو۔ اور صحیح حدیثوں سے فقط اسی قدر ثابت ہوتا ہے
کہ حاشر اور ماحی کی طرح احمد بھی آپ کی صفت ہے اور جس طرح حاشر و ماحی اللہ تعالےٰ
کے علم میں اور آسمان پر تھے نہ پہلے سے انسانوں کے علم اور عرف میں۔ اسی طرح
آپ اللہ تعالےٰ کے علم میں اور آسمان پر احمد تھے نہ کہ انسانوں کے علم اور عرف میں
جس کی کہ مصنّف صاحب نے خود بھی تصریح کر دی ہے۔ پس جو صحیح احادیث میں آیا ہے
نہ وہ ہمارے خلاف کچھ ثابت کرتا ہے اور نہ مصنف صاحب کو کچھ فائدہ دیتا ہے۔
اور نہ ہمیں اس سے انکار ہے۔ ہاں فائدہ تب دیتا کہ یہ ثابت ہوتا کہ آنحضرتؐ کے
اقربا نے آپکا نام احمد رکھا تھا۔ یا آپکا اسم علم انسانوں کے علم و عرف میں احمد تھا۔ اور
یہ کسی صحیح حدیث میں نہیں آیا۔ اور نہ کوئی صحیح حدیث ایسی ہے اور نہ مصنّف صاحب
نے کوئی پیش کی۔ بلکہ ان بے سرو پا روایات میں بھی سوائے ان تین روایتوں کے جنکا
ذکر انشاء اللہ ہم آگے کرینگے اور کوئی روائیت ایسی نہیں جو کہ یہ ثابت کرتی ہو کہ آنحضرتؐ
کا نام اقربا نے احمد رکھا۔ یا کہ انسانوں کے عرف میں آپکا علم احمد تھا۔ مثلاً حضرت حسان
بن ثابت والی روایت یوں لکھی ہے قال انی واللہ لغلام یفع ابن سبع سنین
او ثمان سنین اعقل کلما سمعت اذ سمعت یھودیا یصرخ علی اطم یثرب
یامعشر الیھود طلع اللیلۃ نجم احمد الذی بہ ولد یعنی حضرت حسان

کہتے ہیں کہ میں سات یا آٹھ سال کا بچہ تھا مگر سمجھتا تھا تو جب سنتا تھا تو یہی سنتا تھا۔ کہ ایک یہودی مدینہ کے ٹیلوں پر چیخ رہا ہے کہ اے یہود کے گروہ آج احمد کا وہ ستارا چڑھا ہے جس کے ساتھ وہ پیدا ہوا ہے"۔[۱]

پس ناظرین غور فرمائیں کہ اگر یہ صحیح بھی ہو کہ احمد کے لئے کوئی خاص تارا طلوع کرنے والا تھا۔ اور وہ یہودی اس کو پہچانتا تھا۔ اور یہ بھی صحیح ہو کہ حضرت حسان جب کبھی سنتے تو یہی سنتے کہ ایک یہودی یثرب کے ٹیلوں پر چیخ رہا ہے۔ کہ آج رات احمد کا تارا چڑھا ہے تو اس سے اسی قدر ثابت ہوگا۔ کہ اس کے نزدیک وہ احمد کا ستارا تھا۔ لیکن یہ تو اس سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ محمد رسول اللہ کا اقرباء نے احمد نام رکھا تھا۔ یا انسانوں کے علم و عرف میں آپ کا علم احمد تھا۔

اور باوجود اسکے اے ناظرین اسکی سند کو دیکھیں پہلی سند ہے سلیمان بن احمد قال حدثنا محمد بن احمد بن البراء قال حدثنا الفضل بن غانم قال حدثنا سلمة بن الفضل قال حدثنا محمد بن اسحٰق عن یحییٰ بن عبد اللہ عن عبد الرحمٰن بن اسعد قال حدثنی من شئت من رجال من قومی عن حسان بن ثابت۔

تو اس محمد بن احمد کی نسبت لکھا ہے کان یضع الحدیث اور اسکے شیخ فضل بن غانم کی نسبت لکھا قال یحییٰ لیس بشیء وقال الدارقطنی لیس بالقوی وقال الخطیب ضعیف۔ اور اسکے شیخ سلمۃ بن الفضل کے حق میں لکھا ہے۔ قال (ابن معین کان) یتشیع وقال ابو حاتم لا یحتج بہ وقال ابو زرعۃ کان اهل الری لا یرغبون فیه لسوء رایه وظلم فیه اور اس کے شیخ محمد بن اسحاق کی نسبت لکھا ہے قال النسائی لیس بالقوی۔ قال الدارقطنی لا یحتج بہ قال ابو داؤد قدری معتزلی۔ سلیمان التیمی کذاب وقال وهب سمعت هشام بن عروة یقول کذاب وقال وهب سالت مالکاً عن ابن اسحق فاتهمه۔ وقال عبد الرحمٰن بن المهدی کان یحییٰ بن سعید الانصاری

ومالك بحر حان ابن اسحٰق وقال یحییٰ بن آدم حدثنا ابن ادریس قال کنت
عند مالك فقیل له ان ابن اسحٰق یقول اعرضوا علی علم مالك فانی بیطاره
فقال مالك انظروا الی دجال من الدجاجلة وقال یحیی القطان یحییٰ ابن اسحٰق
یحدث عن اهل الکتاب ویرغب عن شرحبیل بن سعید وقال احمد بن حنبل
بیاضی وقال بن ابی فدیك رأیت ابن اسحٰق یکتب عن رجل من اهل الکتب
وقال احمد هو کثیر التدلیس جدًا۔ وقال ابوقلابة الرقاشی حدثنی ابوداؤد
سلیمٰن بن داؤد۔ قال قال یحیی القطان اشهد ان محمد بن اسحٰق کذاب
وقال ابو داؤد الطیالسی حدثنی بعض اصحابی قال سمعت ابن اسحٰق یقول
حدثنی الثقة فقیل له من قال یعقوب الیهودی۔

اور دوسری سند ہو واقدی سے قال حدثنی ابن ابی سبرۃ عن عبداللہ
العبسی عن جعفر بن عبداللہ بن ام الحکم عن عبدالرحمن بن یزید
بن جاریة۔ سمعت حسان الحدیث۔

واقدی کا حال تو مشہور ہے اور آگے آتا ہے اور ابن ابی سبرہ کی نسبت میزان
میں لکھا ہے ضعفہ البخاری وغیرہ۔ وروی عبداللہ وصالح ابنا احمد
عن ابیہما قال کان یضع الحدیث وقال النسائی متروك وقال ابن معین
لیس حدیثه بشیئی اور عبداللہ کی نسبت لکھا ہے قال ابن حبان دجال
یضع الحدیث۔

اب ناظرین غور فرمائیں کہ جس خبر کے راویوں کا یہ حال ہو۔ کیا وہ کسی پر حجت ہو سکتی
ہے۔ باقی رہا یہ کہنا کہ یہ محدثین کی اصطلاحات ہیں۔ لیکن اگر واقعات ان کے
خلاف کسی حدیث کو صحیح ثابت کردیں تو وہ صحیح ہو جائے گی یا نہ یہ سچی بات ہے
مگر جس طرح رمضان میں سورج اور چاند گہن کی نسبت واقعات نے شہادت
دی ہے اس طرح یہاں پر کن واقعات نے شہادت دی ہے کہ زمین پر انسانوں
کے علم وعرف میں آنحضرت کا علم احمد تھا۔ کسوف وخسوف کی نسبت تو جس طرح

اس حدیث میں آیا تھا ویسا ہی واقع ہو گیا۔ کہ ایک شخص نے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا۔ اور رمضان مبارک کی انہی تاریخوں میں سورج اور چاند گہن واقع ہو گیا تو اس سے ماننا پڑا کہ وہ حدیث صحیح تھی لیکن یہاں پر کہاں واقعات نے بتایا کہ اخبار بے سروپا صحیح ہیں۔ باقی رہا صحیح روایات میں یہ آجاتا کہ آنحضرت کے پانچ یا بہت سے نام تھے الخ تو یہ نہ کوئی واقعات ہیں اور نہ ان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ زمین پر انسانوں کے علم وعرف میں آپکا یہ نام تھا۔

باقی رہا یہ کہنا کہ اگر یہ موضوع بھی ہوں تو بھی مفید ہیں۔ اس لئے[دوم] کہ اننا ان احادیث سے ضرور ثابت ہوتا ہے کہ ان مخرجین کے نزدیک نبی امی عربی کا ہی نام احمد ہے" صفحہ ۱۰۲ تو اسکی نسبت یہ عرض ہے کہ جب یہ اخبار ہی کسی کذاب ومفتری کی گھڑی ہوئی ٹھہریں تو یہ کیونکر ثابت ہوا۔ کہ ان مخرجین کے نزدیک آنحضرت ہی کا نام احمد ہے کیونکہ اس مفتری نے از خود سلسلہ رواۃ کے نام ذکر کر دیئے ہیں۔ نہ انہوں نے یہ بیان کیا اور نہ ان کو اسکا علم ہے تو پھر اس مفتری کے نام لینے سے یہ کیونکر ثابت ہوا کہ ان کے نزدیک آنحضرت ہی کا نام احمد ہے بلکہ اس سے تو یہ بھی ثابت نہیں ہوتا کہ اس مفتری کے نزدیک ایسا ہے کیونکہ اس مفتری کے سامنے کوئی صحیح خبر یا واقعات نہیں ہیں کہ اس کے دل میں اسکی تسلیم اور تصدیق ہو۔ بلکہ اس نے تو از خود ایک افترا کیا ہے جس کے کذب کا اس کو خود یقین ہے۔ اور بفرض محال اگر یہ ثابت بھی ہو۔ کہ اس مفتری کے نزدیک آنحضرت ہی کا احمد نام ہے تو اس سے فائدہ کیا ہوا۔ آپ تو ایک گروہ کے مقابلہ میں بطور مناظرہ اور اتمام حجت اور اثبات دعویٰ کتاب لکھ رہے ہیں تو کیا یہ ثابت ہونے سے کہ فلاں کاذب و مفتری مثلاً مسیلمہ کذاب وغیرہ کے نزدیک فلاں امر ثابت ہے تو کیا اس مفتری اور کاذب کے نزدیک اس امر کے ثابت ہونے سے اس امر کا فی الواقعہ وفی نفس الامر حق ہونا ثابت ہو جاتا ہے یا حریف مقابل پر جو کہ اس امر کو نہیں مانتا۔ اس سے اتمام حجت ہو جاتا ہے ہرگز نہیں ہوتا۔ تو پھر ایسے کذابوں کے نزدیک ثابت

ہونے سے کیا فائدہ؟

اب میں وہ تین حدیثیں لکھتا ہوں کہ جن کو مینے پہلے مستثنےٰ کیا ہے اور وہ یہ ہیں [۱] عن ابی جعفر محمد بن علی قال امرت امنت وھی حامل برسول اللہ ان تسمیہ احمد [۲] عن زید بن اسلم ان حلیمۃ لما اخذت النبی قالت لھا امہ امنۃ اعلمی انک قد اخذت مولودًا لہ شان واللہ لحملتہ فما کنت اجد ما تجد النساء من حمل ولقد اوتیت فقیل لی انک ستلدین غلامًا فسمیہ احمد [۳] الحدیث عن ابی بریدۃ عن ابیہ قال رأت امنۃ فی مناصھا فقیل لھا انک قد حملت بخیر البریۃ وسید العلمین فاذا ولدتیہ فسمیہ احمد ومحمدًا۔ اور ان تینوں کی سندیں سلسلہ وار یہ ہیں۔ [۱] اخبرنا محمد بن عمر بن واقد الاسلمی قال حدثنی قیس مولی عبد الواحد عن سالم عن ابی جعفر محمد بن علی۔ [۲] اخبرنا محمد بن عمر قال حدثنی عبد اللہ بن زید بن اسلم عن ابیہ۔ [۳] عمر ابن محمد قال حدثنا ابراھیم بن السندی قال حدثنا النضر بن سلمۃ قال حدثنا ابو غزیۃ محمد بن موسیٰ الانصاری عن ابی عثمان سعید بن زید ان الانصاری عن ابی بریدۃ عن ابیہ۔ پہلی دونوں

[+] نوٹ گو القول المجد میں حاملۃ لکھا ہوا ہے مگر چونکہ اصل حدیث میں بھی حامل ہے اور قواعد زبان عرب کے مطابق بھی حامل ہی ہونا چاہئے۔ کیونکہ جو صفات اناث ایسی ہیں کہ اناث کے ساتھ مختص ہیں۔ اور ذکور ان میں شریک نہیں۔ ان کو مونث کے لئے بدوں تا استعمال کیا جاتا ہے کیونکہ تا فرق بین المذکر والمؤنث کے لئے لائی جاتی ہے۔ اور ایسے صفات مختصہ میں اشتراک ہی نہیں کہ فرق کی ضرورت پیش آئے اور یہ کوئی سہو کاتب نہیں بلکہ یہ کم علمی کا نتیجہ ہے مولنا تو لوگوں کو لکھ رہے ہیں کہ باوجودیکہ قادیان میں اہل علم ہیں اور پھر وبالآخرۃ ھم یوقنون میں آخرۃ کا موصوف وحی کو قرار دیا ہے۔ اور آخرہ مونث اور وحی مذکر ہے حالانکہ عربی زبان میں عموماً اور قرآن مجید میں خصوصاً کثرت کے ساتھ ایسا ہوتا ہے کہ مذکر کی صفت مؤنث اور مؤنث کی صفت مذکر محض بلحاظ عنوان وتعبیر لائی جاتی ہے اور وحی اور تعبیر آیات دبشارات ومبشّرات وغیرہا کے مونث ہوتی ہے اور حدیث میں آیا ہے کہ لم یبق من النبوۃ الا المبشرات جس سے صاف ثابت ہے کہ آخری یعنی مسیح موعود کی وحی مبشرات ہے مگر مولنا نے اسپر اعتراض کرکے اپنی شان علمیت کو داغ لگایا مگر چونکہ قادیان والوں کی بے علمی کا اظہار مقصود تھا اسلئے خداوند تعالےٰ نے خود ان سے تذکیر و تانیث کے مسائل میں بہت کچھ غلطیاں کرا کے کما تدین تدان کا معاملہ پورا کر دیا۔

سندوں کا پہلا راوی محمد بن عمر واقدی ہے جس کی شان یہ ہے قال احمد بن حنبل ھو کذاب یقلب الاحادیث وقال ابن معین لیس بثقۃ۔ وقال مرۃ لا یکتب حدیثہ وقال البخاری وابوحاتم ایضًا والنسائی یضع الحدیث وقال ابن عدی احادیثہ غیر محفوظۃ والبلاء منہ وسمعت ابن المدینی یقول الواقدی یضع الحدیث۔ وقال ابن راھویہ ھو عندی ممن یضع الحدیث۔ واستقر الاجماع علی وھن الواقدی اور ان دونوں سندوں کے باقی راوی بھی ایسے ہی ہیں۔ واقدی کے بعد ان کے ذکر کی ضرورت نہیں ہے۔

اور تیسری سند میں جو عمر بن محمد ہے اسکی نسبت تو لکھا ہے دجّال۔ اور ابن السندی کو مجہول لکھا ہے اور نضر بن سلمہ کی نسبت لکھا ہے قال ابوحاتم کان یفتعل الحدیث وقال ابن حبان لا یحل الروایۃ عنہ الا للاعتبار اور ابو غزیہ محمد کی نسبت لکھا ہے قال ابن حبان کان یسرق الحدیث ویروی عن الثقات الموضوعات اور ابو یزید کی نسبت لکھا ہے لا یعرف۔

اور پھر طرفہ یہ ہے کہ سوائے ان کے اور کسی نے ان حدیثوں کو (جن کا یہ مفہوم ہے کہ آمنہ کو حکم ہوا کہ تو اس مولود کا نام احمد رکھ۔ یا اس نے آپکا نام احمد رکھا) اور کسی نے نہیں روایت کیا۔ بلکہ اس کے مقابلہ میں نہایت اعلیٰ درجہ کی صحیح حدیثوں میں آیا ہے کہ آپکا نام محمد رکھنے کا حکم ہوا۔ اور محمد ہی نام رکھا گیا۔

پس یہ روایات پہلے تو سلسلہ روات کے لحاظ سے قابل اعتبار نہیں چہ جائیکہ حجّت ہوں۔ اور پھر باوجود اس کے صحیح حدیثوں کے مخالف اور متقابل ہیں۔ اسوجہ سے بھی مقبول نہیں ہو سکتیں۔

ہاں اگر کوئی ایسی صحیح احادیث ہوں جو ان اعلیٰ درجہ کی صحیح حدیثوں کا مقابلہ کر سکتی ہوں تو پھر ان سے اسقدر ضرور ثابت ہو جاتا کہ آپ کے اقربا نے آپکا نام بیشک احمد رکھا تھا گو خداوند تعالےٰ نے اور لوگوں نے اسکے ساتھ آنحضرت کو ندا اور خطاب کرنا ترک کر رکھا تھا۔

مگر ایسی کوئی حدیث آج دن تک کسی نے پیش کی ہے اور نہ کوئی پیش کر سکتا ہے اور ایسی واہی و تباہی روایتوں سے کچھ بھی نہیں ثابت ہوتا۔

مسئلہ نبوّت مسیح موعودؑ

چونکہ المجدد میں حضرت مسیح موعودؑ کی نبوّت کا ذکر بھی آیا ہے اور گو ہم پر کوئی لازم نہ تھا کہ ہم اسمہ احمد کی بحث میں مسئلہ نبوت کے متعلّق ان کی باتوں کے جواب دیں۔ کیونکہ خدا کے فضل سے سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہٖ نے اس پر وہ کافی بحث کر دی ہوئی ہے جس کا جواب ابتک نہیں ہُوا اور نہ انشاء اللہ کبھی ہوگا پس جب تک کہ کوئی شخص ان تحریرات کا پہلے جواب نہ دے لے تب تک نہ تو وہ اس کا حق رکھتا ہے کہ جن باتوں کے بار بار جواب آچکے ہیں انہی کو دُہرا کر لکھدے کہ حضرت مسیح موعود نبی نہیں۔ اور جب نبی نہیں تو پھر اسمہ احمد کے مصداق بھی نہیں۔ اور نہ اس کے ایسا کرنے سے ہم پر کوئی لازم ہوتا ہے کہ ہم اسکی ایسی باتوں کا جواب دیں بلکہ اس کا فرض ہے کہ پہلے وہ ان باتوں کی تردید کرے جو کہ ہماری طرف سے شائع ہو چکی ہیں اور پھر اسکے بعد نبوت کے مسئلہ کو درمیان لائے۔

مگر باوجود اس کے ہمنے عام فائدہ کے خیال سے کچھ تو وہ حوالے درج کر دئیے ہیں جن سے اسکا سارا ساختہ پرداختہ خاک میں ملجاتا ہے اور اس کی باتوں کی تردید بھی کی ہے اب جو چند باتیں نبوت کے متعلّق باقی رہ گئی ہیں۔ ان کی نسبت بھی یہاں پر ہی عرض کر دیتا ہوں۔

حضرت اقدسؑ کے الہام و کلام میں لفظ نبی کے معنی

مصنّف رسالہ ہٰذا نے برہان صادی عشرین کے اخیر میں صفحہ ۹۲-۹۳ پر حضرت مسیح موعود کی نبوّت کی نسبت ایک بات لکھی ہے جس پر بڑا زور دیا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو اس پر بڑا ہی ناز ہے اور وہ یہ ہے

کہ آپ یہاں پر دو سوال پیدا ہوتے ہیں۔ اوّل یہ کہ حضرت مرزا صاحب کے کلام یا الہام میں جو لفظ النبیّ کا وارد ہوا ہے۔ اس سے مراد آیا وہی نبی بروزی جزوی مجازی ظلّی ہے یا یہ مراد نہیں ہو سکتی۔ بشق اوّل فنعم الاتفاق ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور اگر یہ مراد نہیں ہو سکتی تو اوّل تو حضرت صاحب کے کلام میں جو متعدد جگہ پر اسکی تفسیر حضرت کی طرف سے بھی کی گئی ہے جیسا کہ تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۸ میں لفظ نبی کی تفسیر فرماتے ہیں میری مراد نبوّت سے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ الی قولہ ولکل ان یصطلح۔ پس یہ مراد نہ ہو سکنا خود بانی سلسلہ کے مخالف ہے وہو باطل۔ اور علاوہ اس پر یہ کہ ایک ایسا تناقض لازم آتا ہے جس میں تطبیق نہیں ہو سکتی ہے۔ اور ایسا تناقض کلام حکم عدل میں بالکل باطل ہے اور دوسرا فساد علمی یہ لازم آتا ہے کہ یہ قضیہ کہ حضرت مرزا صاحب نبی ہیں اس قضیہ میں لفظ میرزا موضوع ہے اور نبی محمول ہے یہ قضیہ مجازاً بروزاً ظلاً اور جزواً تو صحیح مانا جا سکتا ہے کیونکہ اندریں حالت لم یبق من النبوۃ الا المبشرات بھی صحیح رہیگا اور لا نبی بعدی بھی اندریں صورت صحیح رہ سکتا ہے اور ختم النبیّین بھی صحیح رہتا ہے اور نزاع باقی نہیں رہتا اور اگر یہ ہر چہار صورت ظلی وغیرہ اس قضیہ میں مسلم نہ ہوں۔ اور محض اتحاد حقیقی ہی مانا جائے۔ تو در صورت اتحاد موضوع و محمول کے اس قضیہ کا عکس محض باطل ہو جاتا ہے۔ کیونکہ بعض جزو کو مجازاً بسبب عظمت اسکے کل کہہ سکتے ہیں لیکن کل کو یہاں پر جزو نہیں کہہ سکتے۔ اس میں نبی کریمؐ کی شان کی توہین لازم آتی ہے"۔

خلاصۂ مطلب اسی قدر ہے۔ کہ جہاں جہاں حضرت میرزا صاحب کے لئے نبی کا لفظ آیا ہے۔ اس سے جزوی مجازی ظلی بروزی مراد ہے یا یہ مراد نہیں۔ پہلی صورت میں نہ کوئی نزاع باقی رہتا ہے اور نہ کوئی اور نقص عائد ہوتا ہے۔ اور اگر دوسری صورت لی جائے۔ تو بہت سے نقص لازم آئیں گے۔ ۱ یہ کہ متکلم کی تفسیر کے مخالف مطلب ہوگا ۲ حکم عدل کے قولوں میں ناممکن الدفع تناقض لازم آئیگا ۳ یہ کہ اس صورت میں تفضیلاً لازم آئیگا کہ مرزا صاحب نبی ہیں اور وہ ظلی وغیرہ نہیں بلکہ حقیقی اور اصلی اور اس صورت میں موضوع اور محمول میں اتحاد ہونگی

وجہ سے اسکا عکس (یعنی نبی میرزا ہے) باطل ہوگا۔ کیونکہ اسمیں آنحضرتؐ کی توہین ہوتی ہے اور اصل بروز اور ظلّ اور حقیقی مجازی ہو جاتا ہے حالانکہ عکس کا صدق و کذب اصل کے صدق و کذب کے ساتھ لازم ہوتا ہے۔ ۴۔ لم یبق من النبوۃ الا المبشّرات کے خلاف ہوگا۔ ۵۔ یہ کہ لا نبی بعدی کے مخالف ہوگا۔ ۶۔ ختم بی النّبیون کے منافی ہوگا۔

ناظرین مجھے مصنّف رسالہ المجدّد پر تو اب بالکل تعجّب نہیں آتا۔ کیونکہ اس نے جو کچھ اپنی سمجھ اور جرأت کے نمونے بتائے ہیں وہ اس قدر اعلیٰ ہیں کہ ایسی باتیں ان کے آگے کچھ حقیقت نہیں رکھتیں مگر اس مقام پر مجھے ہمیشہ تعجّب آیا کرتا ہے کہ جب سے یہ نزاع شروع ہوئی ہے۔ تب سے ہماری طرف سے نہایت اوضح طریق کے ساتھ بتایا گیا۔ کہ ہم حضرت مسیح موعود کو کس قسم کا نبی تسلیم کرتے ہیں اور ظلّی۔ بروزی۔ مجازی نبی کہتے ہیں یا نہیں اور کہتے ہیں تو کن معنوں سے لیکن باوجود اسکے جو الٹا ہی ہماری توضیح و تشریح کے برخلاف ہماری طرف باتیں نسبت کر دیتا ہے چنانچہ اس مصنّف نے بھی ان لوگوں کی اس سنت کو ترک نہیں کیا لہٰذا میں پہلے یہاں پر اسی تشریح سے کچھ ذکر کرتا ہوں خداوند تعالیٰ نے اپنے کلام میں حضرت مرزا صاحب کو نبی اور رسول فرمایا۔ آنحضرتؐ نے حضرت مسیح موعود کو نبی فرمایا حضرت مسیح موعود نے خود فرمایا کہ ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم رسول اور نبی ہیں۔ (بدر ۲۵ مارچ ۱۹۰۸ء) پھر فرمایا اس نے میرا نام نبی رکھا ہے۔ سو میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں (مکتوب آخری مندرجہ اخبار عام)

پھر ان تصریحات کے مقابل بعض ایسی عبارتیں بھی آپ کے کلام میں ہیں جن میں نبوت اور رسالت سے انکار مفہوم ہوتا تھا تو حضور کی موجودگی میں جب بعض خدام نے ان عبارتوں سے آپکا انکار نبوت و رسالت ثابت کیا۔ تو آپ نے ایک غلطی کا ازالہ لکھا اور اس میں بطور قاعدہ کلیہ کے فرمایا کہ جس جس جگہ میں نے نبوت یا رسالت سے انکار کیا ہے صرف ان معنوں سے کیا ہے کہ میں مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا نہیں ہوں اور نہ میں مستقل طور پر نبی ہوں مگر ان معنوں سے کہ میں نے اپنے رسول مقتدا سے باطنی فیوض حاصل کر کے

اور اپنے لئے اُس کا نام پاکر اس کے واسطہ سے خدا سے علم غیب پایا ہے رسول اور نبی ہوں مگر بغیر کسی جدید شریعت کے اس طور کا نبی کہلانے سے میں نے کبھی انکار نہیں کیا۔ بلکہ انہی معنوں سے خدا نے مجھے نبی اور رسول کر کے پکارا ہے سو اب بھی میں ان معنوں سے نبی اور رسول ہونے سے انکار نہیں کرتا۔"

پس ہمکو یہاں سے یہ قاعدہ کلّیہ معلوم ہو گیا کہ جہاں جہاں آپ کے کلام سے صراحتاً یا ضمناً نبوت و رسالت کی نفی اور انکار مفہوم ہو۔ وہاں انہی دو امروں میں سے کسی ایک یا دو کی نفی اور انکار (نہ اصل نبوت و رسالت کی نفی اور انکار) مراد ہوگی و بس۔ اور وہ دو امر یہ ہیں (۱) جدید شریعت لانا (۲) براہ راست بدون وساطت آنحضرتؐ کے نبوت و رسالت پانا۔ تو اس قاعدہ کلّیہ سے جس طرح ہمکو من نیستم رسول الخ جیسے صریح انکار کے معنے معلوم ہو گئے کہ جدید شریعت لانے سے انکار ہے۔ اسی طرح ہمکو ظلّی۔ بروزی۔ مجازی نبی ہونے کے معنے بھی معلوم ہو گئے جو کہ ضمنی انکار ہیں کیونکہ بروز عین اصل نہیں مجاز عین حقیقت نہیں کہ ان کے ساتھ بھی انہی دو امروں میں سے ایک یا دو کا انکار مراد ہے نہ کوئی اور

پھر ہمنے دیکھا کہ یہ اصطلاحی الفاظ نہ تو قرآن مجید میں آئے ہیں نہ حدیث میں بلکہ خاص حضرت مسیح موعودؑ نے ہی یہ نام رکھے ہیں لہٰذا ہمکو ضروری معلوم ہوا کہ حضرت صاحب ہی سے ان کے معنے بھی معلوم کریں تو ہمکو معلوم ہوا کہ حضرت صاحبؑ نے ظلّی۔ بروزی کے معنے یہ کئے ہیں کہ آنحضرتؐ کی اتباع اور آپ کے فیضان سے اسکو نبوّت عطا ہو۔ اور حقیقی نبی کے یہ معنے کئے ہیں کہ جو نبی شریعت لائے اور اس سے مجازی نبی کے معنے خود ظاہر ہو گئے کہ جو نبی شریعت نہ لائے۔

پس آپ کے بتائے ہوئے معنوں سے بھی یہی ثابت ہوا کہ بروزی اور ظلّی نبی کے ساتھ براہ راست بدون افاضہ آنحضرتؐ کے نبی ہونے سے انکار ہے نہ مطلق نبی ہونے سے۔

اور مجازی اور غیر حقیقی اور کے ساتھ نئی شریعت والا نبی ہونے سے انکار

کیا ہے نہ نفس نبی ہونے سے۔

پھر ہمنے یہ بھی دیکھا کہ کیا براہ راست نبی ہونا اور نئی شریعت لانا نبی کے لئے ضروری ہے یا نہ تو حضرت مسیح موعود ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم کے صفحہ ۱۳۸ پر فرماتے ہیں "نبی کے معنی صرف یہ ہیں کہ خدا سے بذریعہ وحی خبر پانے والا ہو اور شرف مکالمہ اور مخاطبہ سے مشرف ہو۔ شریعت کا لانا اس کے لئے ضروری نہیں۔ اور نہ یہ ضروری ہے۔ کہ صاحب شریعت رسول کا متبع نہ ہو"

جس سے بخوبی معلوم ہو گیا کہ ظلّی بروزی مجازی نبی کہنے سے حضرت مسیح موعودؑ نے شریعت لانے اور شریعت والے رسول کے متبع نہ ہونے سے انکار کیا ہے اور ان دونوں کا نبی میں ہونا کوئی ضروری نہیں کہ آپ کے فی الواقعہ اور دراصل نبی ہونے میں کوئی فرق آتا۔ لہٰذا آپ فی الواقعہ اور دراصل نبی ہیں۔ پھر یہ بھی ہمنے دیکھا کہ کیا ان معنوں والی نبوت اور نبی خدا تعالےٰ اور انبیاء اور شریعت اسلام کی اصطلاح میں نبوّت اور نبی ہیں یا کہ محض لغت کی رُو سے یا خاص حضرت صاحب کی اصطلاح میں نبی اور نبوت ہیں تو ہمنے دیکھا کہ حضرت مسیح موعود چشمہ معرفت کے صفحہ ۳۲۵ پر فرماتے ہیں "ہر ایک شخص اپنی گفتگو میں ایک اصطلاح اختیار کر سکتا ہے لکل ان یصطلح سو خدا کی یہ اصطلاح ہے جو کثرت مکالمات و مخاطبات کا نام اس نے نبوّت رکھا ہے" پھر الوصیّة کے صفحہ ۱۲ پر فرماتے ہیں۔ "اور جبکہ وہ مکالمہ مخاطبہ اپنی کیفیّت اور کمیّت کے رُو سے کمال درجہ تک پہنچ جائے۔ اور اسمیں کوئی کثافت اور کمی باقی نہ ہو۔ اور کھلے طور پر امور غیبیہ پر مشتمل ہو تو وہی دوسرے لفظوں میں نبوّت کے نام سے موسوم ہوتا ہے جس پر تمام نبیوں کا اتفاق ہے" پھر ایک غلطی کے ازالہ صفحہ ۳۰۲ پر فرماتے ہیں۔ "جس کے ہاتھ پر اخبار غیبیہ منجانب اللہ ظاہر ہونگے بالضرور اس پر مطابق آیت لا یظھر علیٰ غیبہ کے مفہوم نبی کا صادق آئے گا اسی طرح جو خدا کی طرف سے بھیجا جائے گا اسی کو ہم رسول کہینگے" ایسا ہی لیکچر سیالکوٹ میں فرماتے ہیں "ایسے لوگوں کو اصطلاح اسلام میں نبی اور رسول اور محدّث کہتے ہیں۔ اور وہ خدا کے پاک مکالمات اور مخاطبات سے مشرف

ہوتے ہیں اور خوارق ان کے ہاتھ پر ظاہر ہوتے ہیں ؎"

پس اس سے بھی ثابت ہوا کہ جن معنوں والی نبوت آپ میں پائی جاتی ہے اور جس کی وجہ سے آپ نبی کہلاتے ہیں۔ خدا تعالےٰ اور سب انبیاء اور قرآن مجید اور اسلام کی اصطلاح میں وہ نبوت ہے اور آپ ان سب کی اصطلاح میں نبی ہیں لہٰذا آپ دراصل اور فی الواقعہ نبی ہیں اور نہ محض لغت یا اپنی خاص اصطلاح کی رُو سے بلکہ خدا اور انبیاء اور قرآن مجید اور اسلام کی اصطلاح میں۔

پھر ہم نے دیکھا کہ حقیقی نبی کے ایک تو وہ اصطلاحی معنے ہیں جو کہ خود حضرت مسیح موعودؑ کی اصطلاح ہے اور خود آپ ہی نے وہ بیان بھی کر دیئے ہیں کہ شریعت لانے والا ہو۔ ان معنوں کی رُو سے تو آپ حقیقی نبی نہیں اور نہ ان معنوں سے ہم آپکو حقیقی نبی کہتے ہیں اور نہ کبھی کہا ہے اور نہ کہہ سکتے ہیں مگر لغت میں جو حقیقی کے معنے ہوتے ہیں کہ فی الواقعہ اور دراصل اور نفس الامر میں ہو۔ ان کی رُو سے بموجب ان تحریرات اور وجوہات کے آپکو حقیقی نبی اور آپکی نبوت کو حقیقی نبوت تو یقیناً کہہ سکتے ہیں لیکن کیا حضرت صاحب نے بھی کبھی ان لغوی معنوں کے لحاظ سے اپنے پر حقیقی نبی یا اپنی نبوت پر حقیقی نبوت کا اطلاق کیا ہے تو ہم نے دیکھا کہ حضرت مسیح موعود نے ضمیمہ براہین حصہ پنجم کے صفحہ ۱۳۸ پر فرمایا ہے "یہ تمام بدقسمتی دھوکہ سے پیدا ہوئی ہے کہ نبی کے حقیقی معنوں پر غور نہیں کی گئی۔ نبی کے معنے صرف یہ ہیں کہ خدا سے بذریعہ وحی خبر پانے والا ہو اور شرف مکالمہ اور مخاطبہ سے مشرف ہو۔ شریعت کا لانا اسکے لئے ضروری نہیں۔ اور نہ یہ ضروری ہے کہ صاحب شریعت رسول کا متبع نہ ہو"

پس اس تحقیق سے ہم اس نتیجہ تک پہنچے ہیں کہ حضرت مسیح موعود دراصل اور درحقیقت خداوند تعالےٰ اور سب انبیاء اور قرآن مجید اور اسلام کی اصطلاح میں نبی ہیں۔ اور باوجود ایسا ہونے کے آپ ظلی۔ بروزی۔ مجازی غیر حقیقی نبی ہیں۔ ان معنوں کی رُو سے جو کہ آپ نے خود بیان فرمائے ہوئے ہیں۔ اور جو کہ پہلے ہم نے لکھ دیئے ہیں۔ لیکن ظلی کے اگر یہ معنے کئے جائیں کہ سایہ اور عکس کی طرح درحقیقت کوئی نبوت نہیں اور مجازی اور غیر حقیقی

کے یہ معنے کہ دراصل اور فی الواقعہ تو نبوت نہیں بلکہ کوئی اور چیز ہے یونہی کسی وجہ سے اسکو نبوت اور جس میں وہ ہے اس کو نبی کہدیا گیا ہے۔ ورنہ تو دراصل نہ نبوت ہے۔ اور نہ وہ شخص دراصل کوئی نبی ہے۔ جس میں وہ پائی جائے۔ تو ان معانی کی رُو سے کہ جن میں نبوت کی نفی لازم آتی ہے ہم آپکو ظلّی بروزی۔ مجازی غیر حقیقی نبی ہرگز ہرگز نہیں کہتے۔ پس اگر آپ کے بیان کردہ معانی کو لیں تو ان کی رُو سے ہم آپکو ظلی نبی الخ کہتے اور غیر ظلی نبی الخ ہرگز ہرگز نہیں کہتے اور آپ کے بیان کردہ معانی کے خلاف جو لوگ اور اور معنے کرتے ہیں جن کی رُو سے آپکی نبوت کی نفی لازم آتی ہے انکی رُو سے ہم آپکو غیر ظلی نبی الخ کہتے اور ظلی نبی الخ نہیں کہتے۔

اور آپ نے جو معنے بیان فرمائے ہیں ان کی رُو سے نبوت کی نفی نہیں ہوتی اور جو ان لوگوں نے لئے ہوئے ہیں ان سے نفی نبوت لازم آتی ہے۔

اس تشریح کے بعد ہم اصل جواب کی طرف آتے اور کہتے ہیں کہ ہم حضرت مرزا صاحب کے کلام یا الہام میں جو النبی آیا ہے اس سے ظلی۔ بروزی۔ مجازی نبی مراد لیتے ہیں پر ان سب الفاظ کے وہ معنے لیتے ہیں جو کہ حضرت صاحب نے خود بیان فرمائے ہیں اور جو کہ ان کے بتائے ہوئے قاعدہ کلیہ کے مطابق ہیں اور جو کہ خداوند تعالےٰ اور سب انبیاء اور قرآن مجید اور اسلام کی اصطلاح دربارۂ نبوت کے موافق ہیں نہ وہ معنی جو کہ حضرت صاحب کے اپنے بتائے ہوئے معنوں کے خلاف ہیں اور آپکے بتائے ہوئے قاعدہ کلیہ کے مخالف ہیں جن کی رُو سے بالکلیہ نبوت کی نفی لازم آتی ہے اور جو کہ خدا کی اور انبیاء کی اور قرآن مجید اور اسلام کی اس اصطلاح کے مخالف پڑتے ہیں جو نبوت میں ہے پس باوجود ہمارے ان معنوں کے ساتھ ظلی بروزی مجازی نبی لینے کے اگر فنعم الاتفاق ہے تو پھر اسقدر اوراق سیاہ کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ اور اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر اسکی یہی راہ ہے کہ خودپسندی اور خود اختیاری کو ترک کر کے حکم عدل اور خود متکلم کی اپنی اصطلاحات کی تشریحات کے مطابق اسکے کلام میں ان اصطلاحی الفاظ کے معانی تسلیم کرلیں تو حاصل ہو جاتا ہے۔

اب ناظرین غور فرمائیں کہ اسی مشہور مثل کی تصدیق ہے یا نہ کہ اُلٹا چور کوتوال کو ڈانٹے خلاف تو کر رہے ہیں خود اور ذمہ ہمارے لگایا جاتا ہے ہم تو ثبوت دیتے ہیں کہ ان اصطلاحی الفاظ کے حضرت مسیح موعود نے یہ معانی بیان فرمائے ہیں جن کی رُو سے نبوت کی نفی نہیں ہوتی بلکہ براہ راست بدوں واسطہ آنحضرت صلعم کے نبوت پانے اور شریعت لانیوالا نبی ہونے سے انکار ہے لیکن یہ لوگ قیامت تک بھی اس کا ثبوت نہیں دے سکتے۔ کہ کبھی ہمنے ان معانی کی رُو سے ظلی بروزی مجازی ہونے سے انکار کیا ہے۔ جو کہ خود حضرت مسیح موعود نے بیان فرمائے ہوئے ہیں۔ حق کی مخالفت نے تو ان صاحبوں کی سمجھوں کی یہ حالت بنا دی ہے کہ خود ایک حوالہ نقل کرتے ہیں لیکن جس مقصد کے لئے اسکو نقل کرتے ہیں عین نقیض اسکا اس سے ثابت ہوتا ہے مثلاً یہاں پر ہی جو انہوں نے تتمہ حقیقۃ الوحی کا حوالہ نقل کیا ہے جو کہ مینے قصداً پہلے نقل نہیں کیا۔ اب سارا نقل کرتا ہوں جس قدر کہ انہوں نے نقل کیا ہے اور پھر آپ دیکھیں کہ آیا اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود ان معنوں سے ظلی وغیرہ نبی ہیں کہ دراصل کچھ بھی نہیں یونہی برائے نام ان کو کہا گیا ہے یا اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ دراصل نبی ہیں وہ حوالہ یہ ہے "میری مراد نبوت سے یہ نہیں ہے۔ کہ میں نعوذ باللہ آنحضرت کے مقابل پر کھڑا ہو کر نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں۔ یا کوئی نئی شریعت لایا ہوں صرف میری مراد نبوت سے کثرت مکالمات و مخاطبات الٰہیہ ہے جو آنحضرت کے اتباع سے حاصل ہے سو مکالمہ و مخاطبہ کے آپ لوگ بھی قائل ہیں۔ پس یہ صرف لفظی نزاع ہوئی یعنی آپ لوگ جس امر کا نام مکالمہ و مخاطبہ رکھتے ہو۔ میں اسی کی کثرت کا نام بموجب حکم الٰہی نبوت رکھتا ہوں ولکل ان یصطلح (تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۸) اب آپ دیکھیں کہ اسکی ابتدا میں آپنے مطلق اور اصل نبوت سے انکار نہیں فرمایا۔ بلکہ دو امر سے کیا ہے ایک براہ راست بدوں آنحضرتؐ کے واسطہ کے۔ دوم شریعت لانے سے اور یہی ہمنے پہلے اپنا مذہب اور حضرت صاحب کے قاعدہ کلیہ کا خلاصہ اور ان الفاظ کا مفہوم بتایا ہے

اور آگے جو یہ فرمایا ہے کہ "صرف میری مراد نبوت سے الیٰ قولہ حاصل ہے" اس میں آپ نے اپنی نبوت کی وہ حقیقت بتائی ہے جو کہ خدا تعالےٰ اور سب انبیاء اور قرآن مجید اور اسلام کی اصطلاح میں نبوت ہے پس آپ نے اس کے ساتھ یہ نہیں بتایا کہ یہ نبوت نہیں۔ بلکہ بتایا ہے کہ نبوّت ہے اور اسکے بعد آخر تک یہ بیان فرمایا ہے کہ تمہارا میرے دعوے نبوّت پر ناراض ہونا بیجا ہے اسلئے کہ تمنے غلطی کے ساتھ برخلاف خدا تعالےٰ اور سب انبیاء اور قرآن مجید اور اسلام کی اصطلاح کے جو حقیقت نبوت کی سمجھ رکھی ہے (کہ نئی کتاب اور شریعت لائی جائے اور بدوں اتباع کسی نبی اور رسول کے براہ راست اس درجہ کو حاصل کیا جائے) نہ وہ میرے نزدیک نبوت کی حقیقت ہے اور نہ میں اسکا مدعی ہوں اور جس کا میں مدعی ہوں تم گو اسکا نام نبوت نہیں رکھتے مگر آنحضرتؐ کے بعد بھی اس کے وجود کے قائل ہو۔ اور وہ ہے کثرت مکالمہ و مخاطبہ کہ تم اسکے وجود کے قائل ہو مگر اسکو نبوّت نہیں کہتے اور میں اسکی کثرت کا نام **نبوّت**[1] رکھتا ہوں۔ اور وہ بھی اپنی طرف سے نہیں بلکہ خدا تعالےٰ کے حکم سے اور اسی کا میں مدعی ہوں۔ پس اس عبارت کے ساتھ آپ نے یہ نہیں بتایا کہ جس کا میں مدعی ہوں وہ دراصل نبوت نہیں بلکہ یہ بتایا ہے کہ دراصل وہی نبوّت ہے کیونکہ مینے اپنی طرف سے اس کا نام نبوت نہیں رکھا بلکہ خدا تعالےٰ کے حکم سے رکھا ہے پس جو خدا کے نزدیک نبوت ہے وہی دراصل نبوّت ہے ہاں ساتھ ہی یہ بھی بتایا ہے کہ تم اس کے وجود کے قائل ہو۔ پس یہ تو نزاع نہ رہا۔ کہ میں آنحضرتؐ کے بعد اسکے وجود کا قائل ہو گیا ہوں اور تم اسکے قائل نہیں بلکہ قائل تم بھی ہو۔ ہاں غلطی سے تم اسکا نام اور رکھتے ہو۔ اور نبوت نہیں رکھتے۔ اب میں پھر مکرر کہتا ہوں کہ ناظرین خدا کے لئے غور فرمائیں۔ کہ اس حوالہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جس نبوت کا میں مدعی ہوں وہ دراصل اور عند اللہ نبوت نہیں ہے یونہی اسکو برائے نام نبوت کہا ہے ورنہ دراصل وہ نبوّت نہیں یا کہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ نبوت تو دراصل اور عند اللہ ہے لیکن تم اسکو نبوّت نہیں کہتے البتہ اسکے وجود کے تم بھی قائل ہو۔ پھر آپ غور فرمائیں کہ یہ کسقدر رکھا حوالہ

[1] دیکھو حشیر معرفت

لیکن باوجود اسکے یہ بزرگ اس حوالہ کو اس غرض کے لئے پیش کر رہا ہے کہ اگر تم آپکی نبوت کو ان معانی کی رُو سے ظلّی وغیرہ نہ مانوں جو کہ میں کہتا ہوں اور جو نبوت کی نفی پر دال ہیں تو پھر اس حوالہ کی خلاف ورزی ہو گی معلوم نہیں کہ تمہیں اُلٹی ہو گئی ہیں یا کہ آنکھوں میں خاک ڈالنے کی مشق کمال کو پہنچ گئی ہے۔ اور جبکہ ہمارا آپکے بیان کردہ معانی کی رُو سے ظلّی وغیرہ کہنا اور ان کے بیان کردہ معانی کی رُو سے ظلّی وغیرہ نہ کہنا نہ اس حوالہ کے خلاف ہے اور نہ آپکے کسی اور قول کے۔ تو پہلا نقص تو لازم نہ آیا کہ متکلم کی اپنی تفسیر کے خلاف ہو۔ اور نہ دوسرا نقص لازم آیا کیونکہ جب سے خداوند تعالےٰ نے آپ کو یہ علم دیا ہے کہ عام لوگ نبوت کی تعریف اور حقیقت کے بیان میں غلطی پر ہیں۔ اور اس کی اصل حقیقت کثرت مکالمہ ومخاطبہ و اظہار علی الغیب ہے اور شریعت کا لانا اور براہ راست اور بلا واسطہ حاصل کرنا اس کے لئے ضروری نہیں۔ تب سے آپ کی کسی تحریر میں اس کے خلاف نہیں پایا جاتا۔ جیسے کہ جب سے آپکو علم دیا گیا کہ حضرت مسیح فوت ہو گئے ہیں اور جو آنے والا مسیح ہے وہ تم ہی ہو تب سے کوئی تحریر اسکے خلاف نہیں پائی جاتی۔ اور اگر اس علم سے پہلے کبھی اسکے خلاف لکھا ہو تو اسمیں کوئی نقص نہیں اور ہمنے پہلے جو حوالجات یکجا درج کئے ہیں۔ ان میں سے حقیقۃ الوحی صفحہ   کا جو حوالہ ہے اس میں حضرت صاحب نے خود لکھ دیا ہے کہ یہ کوئی تناقض نہیں۔ پس جس کو حضرت صاحب خود فرمائیں کہ تناقض نہیں ایک احمدی کہلانے والا اگر اس کو تناقض کہے تو نہایت بے شرمی ہے اور اگر کوئی ایسی بیشرمی پر کمر باندھ لے تو ہم تو اسکے ایسے قابل شرم قول کی ہرگز تصدیق نہیں کر سکتے۔

مصنّف رسالہ المجدّد کی منطق دانی

اب رہا نقص نمبر ۲ جس کو مصنّف نے دوسرا فساد کہا ہے اور جس کو علمی فساد قرار دیا ہے سو اس کی نسبت عرض ہے کہ جس فن کو انسان بالکل نہ جانتا ہو اگر اپنے علم اور فضل کے اظہار کے شوق سے اسمیں بھی ہاتھ مارنے لگے تو پہلے ایسا کرنا ہی پہلے اچھا نہیں ہوا کرتا   دوم بجائے علم وفضل کے ظہور کے ضرور نہ

اسکی جہالت طشت ازبام ہوجایا کرتی ہے۔

یہاں پر مصنّف ہٰذا کو بھی یہی شوق آیا ہے اسمیں شک نہیں کہ اگر آپ وہی مولٰنا محمد احسن صاحب ہیں تو پھر آپ علم معقولات سے ناواقف ہیں لیکن یہاں پر اسمیں بھی ہاتھ مار ہی دیا ہے اور پھر لاعلمی کی وجہ سے ایسی صریح غلطی میں پڑے ہیں کہ کوئی مبتدی طالب العلم بھی ایسی غلطی نہیں کرسکتا۔ اور وہ یہ ہے کہ آپ نے قضیہ تو یہ بنایا کہ مرزا صاحب نبی ہیں۔ اور یہ بالکل سچّی بات ہے کہ اگر مرزا صاحب کو دراصل اور فی الحقیقت نبی مانا جائے اور ان کی نبوت کو درحقیقت نبوت تسلیم کیا جائے تو اس سے اس قضیہ کا صدق ضرور لازم آتا ہے۔ پھر وہ کہتے ہیں کہ اگر اس کو ظلّی۔ بروزی وغیرہ (یعنی ان معانی کی رُو سے جو خود بدولت کرتے ہیں) نہ مانو تو پھر دصورت اتحاد موضوع ومحمول) قضیہ کا عکس باطل ہوجاتا ہے"۔ یعنی اگر ظلّی وغیرہ ہماری طرح نہ مانو۔ تو مرزا صاحب کو محمد رسول اللہ کے ساتھ متحد ذاتاً وصفاتاً ہونے کی صورت میں اس قضیہ کا عکس باطل ہُوا جاتا ہے اس طرح کہ مرزا صاحب نبی ہیں کے معنے ہوئے مرزا صاحب محمد ہیں اور یہ تو درست ہے کیونکہ مرزا صاحب جزوی نبی ہیں لہٰذا جزو ہیں اور محمد رسول اللہ کلی نبی ہیں لہٰذا کل ہیں اور جزو کو مجازاً کل کہدیا کرتے ہیں۔ اور پھر مرزا صاحب بروز ہیں اور آنحضرتؐ اصل ہیں تو بروز کو بھی اصل مجازاً کہدیا کرتے ہیں اور پھر مرزا صاحب مجازی نبی ہیں اور آنحضرت حقیقی اور مجازی چیز پر حقیقی کا اطلاق ہوجاتا ہے لیکن اسکا عکس ہوگا نبی مرزا صاحب ہیں۔ یعنی محمدؐ رسول اللہ مرزا صاحب ہیں اور یہ ناجائز ہے کیونکہ اسمیں کل محمدؐ کو جزو (مرزا) کہا گیا ہے اور اصل کو بروز اور حقیقت کو مجاز اور یہ جائز نہیں کیونکہ نبی کریم کی شان کی توہین ہوتی ہے۔

اب ناظرین غور فرمائیں کہ صورت تو یہ لی ہے کہ اگر ظلّی وغیرہ ہر چہار صورت مراد نہ ہوں۔ تو پھر اتحاد کہاں سے آگیا حالانکہ پہلے تو بتایا ہے کہ ظلّی کے فقط اسی قدر معنے ہیں کہ آنحضرتؐ کے فیض سے نبوّت عطا ہو۔ پس یہ وہ ظلّی نہیں جو آپ ہماری مراد لیتے ہیں اور نہ اتحاد کا کوئی وہم ہوسکتا ہے پس سب سے پہلے تو یہی ثابت کرنا تھا

کہ ظلّی (جو کہ ہمارے نزدیک ہے) نہ ماننے سے آنحضرت کے ساتھ اتحاد لازم آتا ہے جب اس کا لزوم نہ ثابت کیا اور نہ واقعہ میں ہے اور نہ مسلم فریق ثانی ہے تو پھر یونہی کہدینا کہ اتحاد کی صورت میں اس قضیہ کا عکس باطل ہو جاتا ہے کیا فائدہ رکھتا ہے کیونکہ فریق ثانی کہہ سکتا ہے کہ ہو باطل ہمارے نزدیک تو یہ اتحاد بھی باطل ہے۔ پھر اس کے بعد دوسری بات جو قابلِ غور ہے وہ یہ ہے کہ اتحاد ہونے کی صورت میں کیا مرزا صاحب نبی ہیں کہ کسی دنیا کی لغت یا عرف میں یہ معنے ہو سکتے ہیں یا ہونے چاہئیں کہ مرزا صاحب محمدؐ ہیں۔ نبی ایک صیغہ صفت ہے اور ہے بھی نکرہ یعنی غیر معیّن جو کہ جس طرح محمدؐ پر صادق آتا ہے اسی طرح کل انبیاء پر صادق آتا ہے مثلاً جب کوئی کہے کہ زید عالم ہے تو اسکے یہی معنی ہونگے کہ زید علم والا ہے نہ یہ کہ زید فلاں معیّن شخص ہے اسی طرح اسکے بھی ہر صورت میں یہی معنے ہو سکتے ہیں کہ مرزا صاحب نبوّت والے ہیں نہ یہ کہ مرزا صاحب فلاں شخص ہیں۔ پھر یوں دیکھیں کہ جو مرزا صاحب کو آنحضرت کے ساتھ نعوذ باللہ متحد ذاتاً و صفاتاً مانے گا تو وہ آنحضرت کو مرزا صاحب کے ساتھ ضرور متحد مانے گا کیونکہ اتحاد محض ایک جانب سے نہیں ہوا کرتا بلکہ دونوں جانب سے ہوتا ہے۔ تو اس صورت میں جب یہ کہا جائے کہ محمدؐ نبی ہیں تو کیا اسکے یہ معنی ہونگے کہ نعوذ باللہ محمدؐ مرزا صاحب ہیں ہرگز نہیں بلکہ یہ ہونگے کہ حضور نبوت والے ہیں اور آپکو نبوّت حاصل ہے۔ منطق کا یہ مسئلہ ہے کہ قضایا متعارفہ میں جو کہ علوم میں معتبر ہوا کرتے ہیں موضوع کی جانب ذات اور محمول کی جانب مفہوم مراد ہو سکتا ہے پس نبی جو کہ محمول ہے اس سے مفہوم ہی مراد ہوگا نہ ذات۔ اور جس طرح زید عالم یا زید ناطق کا عکس بعض العالم زید اور بعض الناطق زید آتا ہے اسی طرح اس قضیہ کا عکس ہوگا بعض نبی مرزا صاحب ہیں اور یہ بالکل صحیح ہے اعنی جس طرح یہ صحیح ہے کہ عالم اور ناطق کے بعض افراد میں سے زید ہے اس طرح یہ بھی صحیح ہے کہ نبی کے افراد میں سے حضرت مرزا صاحب ہیں۔

الغرض کہ محمدؐ کے ساتھ متحد ماننے سے کسی طرح یہ لازم نہیں آتا۔ کہ نبی کے

معنے محمد کے ہو جائیں یہ بالکل نئی منطق ہی پھر تیسری بات یہ قابل غور ہے۔ کہ اگر کوئی پاگل بنکر اسکے یہ معنی کر بھی دے تو پھر جب وہ شخص اتحاد کا قائل ہے اور ظلّی۔ بروزی۔ مجازی جزوی کا قائل نہیں تو اسکے نزدیک اسکا عکس یعنی نبی مرزا صاحب ہیں بمعنے محمد مرزا صاحب ہیں جائز ہوگا اور کسی طرح باطل نہ ہوگا۔ کیونکہ جب وہ ظلّی بروزی۔ جزوی۔ مجازی کے قائل ہی نہیں اور صورت لی ہوئی بھی یہی ہے کہ یہ مراد نہیں تو پھر یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ درصورت جزوی نہ ہونے کے جس پر کہ جزو کل ہونے کی بنا ہے جزو کو کل یا کل کو جزو کہا گیا ہے اسی طرح جب وہ قائل ہی جزوی کا نہیں تو اس پر الزام کسطرح عاید ہو سکتا ہے کہ عکس میں کل کا جزو ہونا لازم آئے گا نیز جب وہ جزوی کے قائل نہ ہونے کی صورت میں اتحاد کا قائل ہے تو پھر اس پر یہ کسطرح الزام عائد ہو سکتا ہے کہ عکس میں کل کا جزو ہونا لازم آئیگا کیا وہ یہ نہ کہیگا کہ یہ الٹی گنگا کدھر بہنے لگی کہ تم خود کہتے ہو کہ تو اتحاد کا قائل ہے تو پھر اتحاد کی صورت میں جزو کہاں اور کل کہاں۔

اسی طرح ظلّی بروزی کا نہ وہ قائل ہے اور نہ صورت یہ لی ہوئی ہے بلکہ وہ تو قائل اتحاد کا ہے اور ان کا منکر اور صورت بھی ان کے نہ ہونے اور اتحاد کے ہونے کی لی ہوئی ہے پھر کہاں ظل اور کہاں اصل اور کسطرح اس پر عکس میں اصل کے ظلّ ہونے کا الزام عائد ہو سکتا ہے۔ اور پھر اتحاد ذاتاً وصفتاً میں کہاں ظلّ اور کہاں اصل اور کہاں اصل کے ظل ہونیکا الزام۔ الغرض کہ یہاں پر ایسی خانہ زاد منطق مکر روسہ کر رہ چلائی ہے جس سے نہ کبھی آدم زاد کی قوی اور اکیہ آشنا ہوئی ہے اور نہ اسکے کان ہی اسکے تیسرے حصہ تک ہی واقف ہوئے ہیں یہ تو مینے انکی منطق دانی کی نسبت عرض کیا ہے۔ باقی رہا لزوم فساد علمی کا جواب سو میںنے پہلے بتا ہی دیا ہے کہ ہم اس ظلّی وغیرہ کے تو قائل نہیں جسکے آپ قائل ہیں۔ ہاں اس ظلّی وغیرہ کے قائل ہیں۔ جو کہ حضرت مسیح موعود کی اصطلاح میں ہیں اور اسکے ساتھ نہ یہ اتحاد لازم آتا ہے اور نہ ہی ہم اسکے قائل ہیں۔ تو جب اتحاد ہی نہیں جس پر سب الزام کی بنا ہے تو پھر کوئی فساد علمی لازم نہیں آتا۔

لم یبق من النّبوۃ الا المبشّرات

اسی طرح نقص نمبر۲ بھی لازم نہیں آتا کیونکہ خدا کے مسیح نے خود اسکے معنے لم یبق من انواع النّبوۃ الا نوع واحد کئے ہیں دیکھو۔

اور ظاہر ہے کہ اگر مبشرات ان اجزا میں سے کوئی جزو ہیں جن سے نبوت کی حقیقت مرکب ہوتی ہے اور جو اس کی ماہیت کے لئے ایسے ضروری ہیں کہ سوائے ان کے وہ حاصل ہی نہیں ہوسکتی تو پھر ایک جزو کو کسطرح نبوت کہہ سکتے ہیں۔ کیا شجرت کے لئے جو ایسے اجزا ہیں ان میں سے ایک نبات کو جزوی شجرت اور انسان کی ماہیت جن اجزا سے اہل حکمت کے نزدیک مرکب ہے ان میں سے اکیلے مادہ یا اکیلے حیوان یا صورت اور ناطق کو جزوی انسان کہہ سکتے۔ جزوی کہنے کے لئے پہلے تو یہ ضروری ہے کہ وہ شجرت اور انسان تو ہو اور پھر جزوی وغیرہ کے ساتھ متصف ہو پس جو معنے حضرت صاحب نے کئے ہیں ان سے چارہ نہیں اور ان کے سوا دوسرے کوئی معنے نہ ہم پر حجت ہوسکتے ہیں اور نہ ہم ان کو مانتے ہیں۔ اور ان کی رُو سے یہ بالکل صحیح ہے اور کوئی فساد لازم نہیں آتا۔ کیونکہ اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ یہی ایک نوع باقی ہے اور اسی نوع کا حضرت مسیح موعود نے دعوی کیا ہے اور اسی کو ہم مانتے ہیں۔

لا نبی بعدی

اسی طرح لا نبی بعدی کی نسبت (جس سے نقص نمبر ۵ عاید کیا جاتا ہے) ہم اس کو پیش نہیں کرتے جس پر مولنٰنا مولوی سید محمد احسن صاحب حضرت مسیح موعود کے سامنے بڑا زور دیتے اور خوش ہوتے اور بار بار ذکر کیا کرتے تھے کہ حضرت عائشہ نے فرمایا ہوا ہے کہ قولوا خاتم النّبیین ولا تقولوا انّہ لا نبیّ بعدہ۔ بلکہ ہم وہ کہتے ہیں جو کہ جناب محی الدین ابن عربی رح اور دوسرے علمائے ربانی نے کہا ہے کہ مطلق نبوت منقطع نہیں ہوئی بلکہ نبوت تشریعی منقطع ہوگئی ہے۔

پس ان معنوں کے لحاظ سے یہ بالکل صحیح ہے اور کوئی نقص اور کوئی فساد لازم نہیں آتا۔ کیونکہ ہم حضرت مسیح موعود کو شارع نہیں کہتے جو کہ آنحضرت صلعم کی

شریعت کو نسخ کرکے نئی شریعت لانے والا ہو۔

ختم بی النبیون اسی طرح ختم بی النبیون کے (جس سے نقص نمبر ۶ عاید کیا گیا ہے) یہ معنے نہیں کہ ہیں سب نبیوں کا آخر ہوں نہ اسلئے کہ مولانا سید محمد احسن صاحب امروہوی نے خاتم النبیین میں ان کو رد کیا ہوا ہے بلکہ اس لئے کہ خدا کے مسیح نے فرمایا ہوا ہے کہ وہ اللہ جل شانہ نے آنحضرت کو صاحب خاتم بنایا ہے یعنی آپ کو افاضہ کمال کے لئے مہر دی جو کسی اور نبی کو نہیں دی گئی۔ اسی وجہ سے آپکا نام خاتم النبیین ٹھہرا یعنی آپکی پیروی نبوت بخشتی ہے اور آپکی توجہ روحانی نبی تراش ہے" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۹۷ حاشیہ) اور حقیقت میں جری اللہ (نبی اللہ) فی حلل الانبیا کا راز بھی یہی ہے اور ان معنوں کی رو سے یہ صحیح ہے اور کوئی نقص اور فساد عائد نہیں ہوتا۔

ایک اور منطقی تحقیق نبوت کے متعلق اسی مسئلہ نبوت کے متعلق ایک اور منطقی تحقیق آپ نے صفحہ ۱۰۶ پر بیان کی ہے۔ لہٰذا میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اسکو بھی یہاں پر ہی لکھدوں۔ اور وہ یہ ہے "پس لفظ نبی اور نبوت کا انبیاء سابقین کے زمانہ میں کلی تھا۔ کہ ہر ایک ملک کے نبی اور اسکی نبوت پر صادق آسکتا تھا۔ لیکن آنحضرت کے وقت سے جو حقیقت نبوت ہے۔ اس وجہ سے کہ وہ محیط الکل ہے لفظ نبی کا کلی کے معنوں میں باقی نہیں رہا۔ بلکہ جزئی ہوگیا ہے ..... پس لفظ شمس کا تصور ذہنی میں تو کلی معلوم ہوتا ہے لیکن خارج میں صرف ایک فرد جزئی خاص میں منحصر ہے کہ دوسری کوئی فرد شمس کی خارج میں موجود نہیں"

ناظرین یہ تو ہو سکتا ہے بلکہ ہوتا ہے کہ جب کسی حق بات کے خلاف کچھ لکھا جاتا ہے تو اسمیں اگر قاعدہ مثلاً صحیح لکھا ہے تو اجرا غلط کر دیا ہے یا مقیس علیہ صحیح بیان کیا ہے اور قیاس غلط کر دیا ہے۔ مگر اس رسالہ کی عجیب حالت دیکھی گئی ہے جونسا حصہ دیکھو تو ایں خانہ تمام آفتاب است کا نظارہ نظر آئے گا۔ ظلمات بعضھا فوق بعض اذا اخرج یدہ لم یکد یرٰیھا۔

قادر۔ عالم کلی ہیں۔ کیونکہ جب تک کسی لفظ کے مفہوم میں مذیت اور تشخیصت

نہ آجائیں جیسے ہذا الرّجل زید تب تک منطق کی اصطلاح میں کلّی ہے قدرت اور علم جو ان دونوں کے ماخذ ہیں جس جس شخص میں پائے جاینگے وہ اشخاص تو ان کے جزئیات ہونگے جیسے زید (عالم وقادر) عمرو (عالم وقادر) اللہ (سب سے زیادہ عالم وقادر) اور نہیں جو علم وقدرت ہیں۔ اس کو حصہ کہتے ہیں اور وہ حصص علم وقدرت کی جزئیات ہیں۔ اور مطلق علم وقدرت کلی ہیں اسی طرح نبی جس میں نبیت وشخصیّت نہیں کلی ہے اور موسےٰ ع عیسےٰ ع محمد ص (جو نبی ہیں) اسکی جزئیات ہیں اسی طرح نبوت کلّی ہے اور اس کے وہ حصص جو ان میں پائے گئے ہیں اسکی جزئیات ہیں اور جس طرح کہ خداوند تعالیٰ کی قدرت اور علم محیط الکل ہیں اور پھر بھی اسکی قدرت اور اسکا علم قدرت وعلم کے فرد جزئی ہیں۔ اسی طرح آنحضرت کی نبوت محیط الکل ہوکر بھی مطلق نبوت کی فرد اور جزئی ہی ہے اور جس طرح خداوند تعالےٰ باوجود محیط الکل قدرت اور علم رکھنے کے قادر اور عالم کا ایک فرد اور جزئی ہی ہے اور اسی طرح آنحضرت ص باوجود ایسی محیط الکل نبوّت رکھنے کے نبی کے فرد اور جزئی ہی ہیں اور جس طرح باوجود خداوند تعالےٰ کی قدرت اور علم کے محیط الکل ہونے کے عالم اور قادر اور علم اور قدرت خداوند تعالےٰ ہیں اور اسکی قدرت اور اسکے علم میں منحصر نہیں ہوئے بلکہ اس کے بعد زید وعمر اور ان کی قدرت اور انکے علم پر بھی صادق آتے ہیں اور وہ بھی ان کے ایسے ہی جزئیات ہیں جیسے خداوند تعالےٰ اور اسکی قدرت اور اسکا علم ان کے جزئیات ہی ہیں۔ اسی طرح آنحضرت ہیں اور آپکی نبوت ہیں نبی اور نبوت منحصر نہ ہونگے۔ بلکہ اسوقت بھی پہلے انبیاء اور ان کی نبوتوں پر بھی نبی اور نبوت صادق آئینگے اور اب بھی وہ نبی اور نبوت کی جزئیات اور افراد ہوں گے اور اگر یہ کہو کہ آنحضرت کی نبوت ان کی نبوتوں پر صادق نہیں آتی تو یہ سچ ہے کہ ایک جزئی دوسری جزئی پر صادق نہیں آیا کرتی مگر اسکی بنا محیط الکل ہونے پر نہیں۔ بلکہ موسےٰ کی نبوت عیسےٰ کی نبوت پر صادق نہیں آتی۔ اور عیسےٰ کی نبوّت محمد کی نبوت پر صادق نہیں آتی۔ پس یہ محض احمقانہ بات ہے۔ کہ محمد رسول اللہ کے زمانہ میں نبوت کی حقیقت محیط الکل ہوگئی ہے

اور یہ بھی کہ محیط الکل ہونے کی وجہ سے منحصر فی فرد واحد ہوگئی ہے۔ بلکہ محیط الکل نبوت مطلق نبوت کی ایک جزئی ہے اور کلی ہرگز نہیں اور مطلق النبوت کلی ہے جو کہ اس محیط الکل پر بھی صادق آتی ہے اور ان غیر محیط الکل پر بھی صادق آتی ہے جو پہلے گزری ہیں اور اس سے بھی وہ انکار نہیں کرتی کہ اس کے سوا کوئی فرد بھی اسکا پایا جاوے۔ یہ ساری مصیبت اس سے آئی ہے کہ خیر سے محیط الکل نبوت کو جو کہ بالخصوص آنحضرت کی نبوّت ہے اور جزئی ہے اسکو کلّی سمجھ بیٹھے ہیں۔

پھر مثال دی ہے شمس کی تو پہلے خیر سے شمس ایک فرد میں خارج میں بھی منحصر نہیں ہے جیسا کہ اسوقت کی تحقیق سے ثابت ہوا ہے کہ اس کے سوا کئی شمس اور ثابت ہو چکے ہیں۔ پھر اگر ہو بھی تو اس سے آج دن تک کسی منطقی نے شمس کو جزئی نہیں کہا جیسے کہ یہ کہہ رہے ہیں کہ نبوت جزئی ہوگئی ہے۔ مرقاۃ جو منطق کا ایک ابتدائی رسالہ ہے اسمیں لکھا ہے الکلی اقسام احدھا ما یمتنع وجود افرادہ فی الخارج کاللاشی واللاممکن واللاموجود وثانیھا ما یمکن افرادہ ولم توجد کالعنقاء وجبل من الیاقوت وثالثھا ما امکنت افرادہ ولم یوجد من افرادہ الا فرد واحد کالشمس والواجب تعالیٰ الخ دیکھے اسمیں کس طرح شمس کو کلی کہا ہے مگر یہ اس کو اور اس پر قیاس کرکے نبوت کو جزئی قرار دے رہے ہیں۔

اور ان اغلاط کے مجموعہ کے علاوہ نبوت اگر شمس کی طرح ہوگئی تو شمس کے اور افراد ممتنع تو نہیں بلکہ ممکن ہیں اور ایک وقت نہ پائے جانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ ممکن الشئے کہ پہلے نہیں پائی گئی تو آئندہ بھی نہ پائی جائے گی۔ اور جب اور افراد کا پایا جانا ممکن ہوا۔ تو پھر اس دردسر سے فائدہ کیا ہوا۔ پھر میں کہتا ہوں جس طرح آنحضرت کی نبوت قیامت تک ممتد اور محیط ہے حضرت موسٰے کی نبوت بھی بنی اسرائیل میں آنحضرت کے زمانہ تک ممتد اور محیط ہے۔ ہاں بنی اسرائیل سے باہر شامل نہیں۔ پس اگر ممتد اور محیط ہونے سے انحصار فی فرد لازم آتا ہے۔ تو

پھر موسیٰ کے بعد گو غیر نبی اسرائیل میں نبی آتے مگر بنی اسرائیل میں آنحضرت کے زمانہ تک کوئی نہ آنا چاہئے تھا کیونکہ ان میں آنحضرت کے زمانہ تک موسیٰ کی نبوت ممتد ہے اسی کی شریعت آنحضرت کے زمانہ تک چلتی رہی ہے مگر واقعہ یہ ہے کہ بنی اسرائیل میں موسیٰ کے بعد اور آنحضرت سے پہلے بہت سے انبیاء آئے پس کیوں جائز نہیں۔ کہ اسی طرح باوجود آنحضرت کی نبوت کے قیامت تک ممتد اور محیط ہونے کے آپ کے بعد بھی نبی آئیں۔

سچ تو یہ ہے کہ اس بندہ خدا نے اپنا وقت بھی ایسی جہالت کی باتوں کے لکھنے میں ضائع کیا۔ اور ہمارا وقت بھی ان لغویات کی تردید میں یونہی ضائع کرایا ہے ہاں ہمارا وقت اس وجہ سے انشاء اللہ ضائع نہیں ہوگا کہ خدا کی اس وحی کی تصدیق ہو رہی ہے کہ انی مہین من اراد اہانتک۔

ایک اور علمی مسئلہ میں مصنف المجدّد کی غلطی

پھر اسی طرح کا ایک اور شگوفہ چھوڑا ہے گو وہ منطقی نہیں ہے لیکن ہے بالکل اس کے ہمرنگ اور وہ یہ ہے کہ پہلے صفحہ ۱۰۰ کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ علمائے کلام نے جو نبی کی تعریف کی ہے کہ النبی انسان بعثہ اللہ لتبلیغ ما اوحی الیہ تو وہ تمام لاکھوں مسائل شریعت اسلام کے ما اوحی الیہ میں داخل ہیں جس کی تبلیغ نبی امّی نے کی اور اب اسلام میں یہی حقیقت نبوت کی ہوگئی ہے" اور پھر صفحہ ۱۱۵ پر لکھا ہے خلاصہ یہ کہ نبوت موسوی میں ما اوحی الیہ وہی تھا جس کی انہوں نے تبلیغ کی۔ اور وہ مختص الزمان والمکان والاقوام بھی تھا اور نبوت عیسوی کی حقیقت بھی وہی تھی جس قدر انہوں نے ما اوحی الیہ کی تبلیغ کی۔ علیٰ ہٰذا القیاس کل انبیاء کا ما اوحی الیہم سمجھ لو۔ لیکن نبی امی عربی کا ما اوحی الیہ وہ ہے جو لاکھوں احکام مسائل کو کل عالم کے لئے قیامت تک کو حاوی اور شامل ہے اور اسلام میں یہی نبوت حقیقی ہے جو نہ کسی کو ملی نہ آئندہ کو مل سکتی ہے"۔

عجیب حیرت کا مقام ہوتا ہے جبکہ متکلم اپنے منہ اور قلم سے ایک بات نکالتا ہے

اور خود اس کو نہیں سمجھتا۔ ناظرین غور فرمائیں خود اپنے قلم سے یہ لکھتے ہیں کہ "نبوت عیسوی کی حقیقت بھی وہی تھی جس قدر انہوں نے ما اوحی الیہ کی تبلیغ کی علیٰ ہذا القیاس کل انبیاء کا ما اوحی الیہم سمجھ لو" اور پھر خود ہی یہ لکھتے ہیں کہ "اسلام میں بھی نبوت حقیقی ہے جو نہ کسی کو ملی اور نہ آئندہ کو مل سکتی ہے" اور بوڑھے میاں یہ نہیں سوچتے کہ اب تو سب انبیاء کی نبوت کی حقیقت جُدا جُدا ہوگئی اور ہر ایک کی نبوت اسی کے ساتھ مخصوص ہوگئی جو کہ نہ کسی کو پہلے ملی اور نہ آئندہ مل سکتی ہے اور یہ بھی کہ ہر ایک نبی کا اور اسکے دین میں وہی نبوت حقیقی ہوگی جو کہ نہ کسی اور کو ملی ہے اور نہ ملے گی کیونکہ وہ خاص جزئی ہے جس کا تعدد محال ہے تو جب سب انبیاء کی نبوتوں کا ایک سا حال ہوا کہ ہر ایک کی نبوت کی حقیقت ما اوحی الیہ کی تبلیغ ہے۔ پس موسیٰ کی نبوت کی حقیقت اور ہے اور عیسےٰ کی نبوت کی حقیقت اور ہے اور ہر ایک کے دین میں وہی نبوت حقیقی ہے اور ہر ایک کی نبوت اسکے ساتھ مختص ہے نہ وہ پہلے کسی اور کو ملی اور نہ آئندہ کو مل سکتی ہے تو پھر باوجود اس کے موسیٰ کے بعد تو اور نبی آگئے اور عیسےٰ کے بعد بھی آگیا پھر محمد رسول اللہ کے بعد کیوں نہ آسکے گا اور آخر ممانعت کی وجہ تو اسی قدر بیان کی ہے کہ آپکی نبوت کی حقیقت تبلیغ ما اوحی الیہ ہونے کے باعث ایک تو اسلام میں نبوت کی حقیقت یہی ہوگئی ہے اور یہی نبوت حقیقی ہے دوم یہ آنحضرت کے ساتھ مختص ہے جو نہ پہلے کسی کو ملی اور نہ آئندہ ملے گی۔

اور یہ وجہ ممانعت ہر ایک نبی کی نبوت میں موجود ہے موسیٰ کی نبوت کی حقیقت ما اوحی الیہ کی تبلیغ ہے لہٰذا موسوی دین میں یہی نبوت کی حقیقت اور یہی نبوت حقیقی ہو اور یہ حضرت موسیٰ کے ساتھ مختص ہے نہ پہلے کسی کو ملی اور نہ آئندہ کو ملے گی پس جس طرح آنحضرت کے بعد کو حقیقی نبوت والا نہ آنا چاہئیے اسی طرح موسیٰ کے بعد بھی کوئی حقیقی نبوت والا نہ آنا چاہئیے اور اگر باوجود اس وجہ ممانعت کے موجود ہونے کے موسیٰ کے بعد حقیقی نبوت والے آئے ہیں تو پھر آنحضرت کے بعد بھی آسکتے ہیں پس ناظرین غور فرمادیں کہ اگر ان کو اپنے لکھے ہوئے کی سمجھ ہوتی تو کبھی ایسا نہ لکھتے۔ پھر آپ غور تو

فرمائیں کہ جب اسلام میں حقیقی نبوت یہی ہے تو پھر اسلام میں موسیٰ اور عیسیٰ اور ابراہیم اور نوح ؑ کی نبوت حقیقی نبوت نہ ہوگی بلکہ مجازی ہوگی اور اسلام میں یہ الفاظ کفر میں سے ہے کہ کہا جائے کہ نوح وغیرہ پہلے انبیاء کی نبوت حقیقتاً نبوت نہ تھی اور نہ وہ حقیقی نبی تھے۔

ما اوحی میں ما لفظ عام ہے جو کہ احکام ومسائل اور بشارت و انذار اور اخبار غیبیہ اور نصائح اور عبرت وغیرہ کو شامل ہے اور یہی وجہ ہے کہ موسیٰ کے بعد بہت سے ایسے نبی آئے ہیں جو کہ کوئی نیا حکم اور مسئلہ نہیں لائے اور یہ بزرگ خاص مسائل اور احکام لے رہے ہیں جن سے لازم آتا ہے کہ ایسے انبیاء انبیاء نہ رہیں۔ اور اگر عام لو تو پھر حقیقی نبوت جب تبلیغ ما اوحی الیہ ہے اور ہر ایک کا ما اوحی الیہ جُدا جُدا ہوتا رہا ہے اور جدا جدا ہونا چاہئے اور ما اوحی عام ہے کہ احکام ہوں یا اخبار غیب اور بشارات و انذارات تو پھر کیا وجہ ہے کہ جس طرح موسیٰ کے بعد ایسے انبیاء آئے ہیں۔ آنحضرتؐ کے بعد نہ آئیں پھر اور عجیب کمال کیا ہے کہ خود نبی کی تعریف بیان کی ہے کہ انسان بعثہ اللہ لتبلیغ ما اوحی الیہ اور مانا کہ ہر ایک کا ما اوحی الیہ جدا ہے اور اسی کی تبلیغ نبوت ہے لیکن آنحضرت کے بعد اگر نبی کی تعریف یہ بنا دی ہو کہ انسان بعثہ اللہ لتبلیغ ما اوحی الی محمد یا یہ کہ انسان بعثہ اللہ لتبلیغ ما اوحی الیہ من جمیع ما اوحی الی محمد ورنہ کیا وجہ ہے کہ جو مسائل آنحضرتؐ کو وحی ہوئے ہیں۔ ان کی وحی یا ان کا دوبارہ نزول اور پھر انکی تبلیغ بعد کے نبی کے لئے ضروری قرار دیتے ہیں۔ کیا موسیٰ کے بعد جو آئے ان کے لئے یہ ضروری تھا کہ جو کچھ موسیٰ پر احکام وحی ہوئے ہیں۔ وہ سب کے سب انپر ہی دوبارہ نازل ہوں اور پھر وہ ان کی تبلیغ کریں ہرگز نہیں تو پھر یہاں پر کیوں؟ آخر موسے کے بعد وہی موسوی شریعت تھی کہ یحکم بھا النبیّون الذین اسلموا کے مطابق انبیاء ما بعد اسکی تبلیغ کیا کرتے تھے اور جس طرح اسلام میں نبوت کی حقیقت ما اوحی الی محمد کی تبلیغ ہو گئی ہے اسی طرح موسوی دین میں نبوت کی حقیقت ما اوحی الی موسیٰ کی تبلیغ

ہو گئی تھی پس اگر اب نبوت حقیقی تب ہی ہو سکتی ہے کہ وہ سب کچھ اسپر وحی ہو۔ جو کہ آنحضرت پر ہوا تھا تو پھر موسیٰ کے بعد بھی ایسا ہی ہونا چاہئے اور اگر موسیٰ کے بعد نہیں ہوا۔ تو آنحضرت کے بعد بھی نہ ہونا چاہئے۔

حضرت مسیح موعود کے اقوال حجت مستقلہ ہیں

دوسری شق نہ اگر تبلیغ فقط لو۔ تو پھر جس طرح موسیٰ کے بعد کے انبیاء موسوی شرائع کی تبلیغ کرتے تھے اسی طرح حضرت مسیح موعود بھی اسکی تبلیغ کرتے رہے ہیں جو کہ آنحضرتؐ پر نازل ہوا ہے۔

پھر صفحہ ۷ پر لکھا ہے "وہ حضرت کے اقوال کو حجت مستقلہ نہیں سمجھتا اور اسکا سبب قوی یہ ہے کہ حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۱۲۱ میں سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کے اقوال مسیح موعود جو کہ ظلی اور حقیقی نبوت کے متعلق ہیں منسوخ قرار دیا گیا ہے لیکن میں انکو منسوخ قرار نہیں دیتا . . . لیکن بہرحال انکے اقوال میں بظاہر اختلاف تو ضرور ہی واقع ہو گیا ہے" اور پھر صفحہ ۸۴ پر انہی پہلے اقوال کی نسبت کہتے ہیں کیا اسوقت حکم عدل نہیں تھے اندریں صورت جس قدر کوشش اور سعی آپنے اور آپ کے ہمرکابوں نے کی تھیں وہ سب اکارت گئیں۔ اور اگر حکم عدل تھے تو وہ سب واجب التسلیم ہیں" اسی طرح اسی حکم عدل ہونے نہ ہونے کے سوال کو صفحہ ۸۰ پر بھی دہرایا ہے۔ حجت مستقلہ ہونے نہ ہونے کے متعلق تو دوسری جگہ پر بحث کی گئی ہے یہاں پر تو پہلے یہ بات دکھانی منظور ہے کہ مصنف صاحب نو اپنے آپ کو فاضل اجل بھی ظاہر کر رہے ہیں اور فرشتہ بھی اور ۸۰ سال کا بوڑھا بھی اور پھر خلاف واقعہ بات شائع کرنے کی جرأت بھی کرتے ہیں کہ اقوال مسیح موعود کو حجت مستقلہ نہ سمجھنے کا قوی سبب میرے لئے یہ ہے کہ حقیقۃ النبوۃ میں جو کہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی کتاب ہے جن کے مقابلہ میں یہ رسالہ لکھا ہے مسیح موعود کے فلاں اقوال کو منسوخ قرار دیا ہے پھر جس منسوخ قرار دینے کو سبب قوی قرار دیا ہے اس سے ساتھ ہی انکار بھی کر دیا ہے کہ میں ان کو منسوخ قرار نہیں دیتا۔ اب خدا کے لئے کوئی سوچے کہ یہ کیا صداقت شعاری ہے

اور پھر یا ایں دعویٰ فضیلت اسقدر بھی نہیں سوچا۔ کہ یہ میں کہتا کیا ہوں ۔ کسی کے بعض اقوال کا منسوخ ہونا یا قرار دینا کیا اس بات کا موجب ہوا کرتا ہے کہ اسکے اقوال حجت مستقلہ نہ رہیں اور کیا اس سے مجھے قرآن مجید اور احادیث رسول کو بھی حجت مستقلہ کی فہرست سے ضرور نکالنا پڑیگا۔ کیونکہ خدا کے بھی بعض اقوال کو منسوخ قرار دیا گیا ہے اور رسول اللہ کے بعض اقوال کو بھی پھر دیکھئے کہ عقل پر کیسا پردہ پڑا ہے کہ اس نسخ کا طعن تو کرتے ہیں حضرت خلیفۃ المسیح ثانی پر حالانکہ حقیقۃ الوحی کا حوالہ بار بار ہمنے پیش کیا ہے جس میں خود حضرت صاحب ان پہلے اقوال کو مسیح کے آسمان سے نازل ہونے کے قول پر قیاس کر کے بتاتے ہیں کہ جس طرح وہ قول متروک ہے اسی طرح اوائل کے یہ اقوال بھی متروک ہیں۔ پھر اس ترک کی وجہ بھی دونوں قولوں میں مشترک بتاتے ہیں کہ نزول مسیح من السماء کا قول جس طرح عام عقیدہ کی وجہ سے مینے کہا تھا۔ اسی طرح یہ اقوال بھی عام عقیدہ کی وجہ سے کہے ہیں اور جس طرح خدا کی وحی اور تفہیم سے مینے نزول مسیح من السماء کے قول کے خلاف مسیح کے فوت ہونے اور اپنے مسیح موعود ہونے کا قول کیا ہے اسی طرح ان اقوال کے خلاف خدا کی وحی اور اسکی تفہیم سے مینے نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے تو کیا حقیقۃ الوحی سے یہ صاف صاف ثابت نہیں ہوتا کہ جس طرح نزول مسیح من السماء کا قول خود حضرت مسیح نے ترک کیا اور پھر خود بخود نہیں بلکہ خدا کی وحی اور تفہیم سے اسی طرح یہ اقوال بھی خود آپ نے ہی ترک کئے ہیں مگر نہ از خود بلکہ خدائے ذوالجلال کی وحی اور تفہیم سے۔ اور کیا اس سے یہ بھی نہیں ثابت ہوتا کہ جس طرح نزول مسیح من السماء کا متروک قول خدا کی طرف اور اسکی وحی اور تفہیم سے نہیں بلکہ عام عقیدہ کی وجہ سے تھا۔ اسی طرح یہ اقوال بھی خدا کی طرف اور اسکی وحی اور تفہیم سے نہیں تھے بلکہ عام عقیدہ کی وجہ سے تھے اور جس طرح نزول مسیح من السماء کے متروک قول کے خلاف جو کچھ کہا ہے وہ بھی خدا کی وحی اور اسکی تفہیم سے کہا ہے اور ظاہر ہے کہ جو قول کہ وحی الہی اور تفہیم خداوندی سے نہ ہو وہ جب ایسے قول کے مخالف ثابت ہو جو کہ وحی الہی اور تفہیم الہی سے کہا گیا ہے تو خواہ وہ حکم عدل کا قول ہو۔ یا نبی

بلکہ شارع رسول کا قول ہو ضرور ہی قابلِ ردّ و ترک ہوگا۔ آنحضرتؐ پر جبکہ خاص امور کے متعلق قرآن مجید نازل نہ ہوتا تھا تو آپ اسکی نسبت عام رواج یا اہل کتاب کے تعامل یا اپنے اجتہاد وغیرہ سے عمل کرتے اور کراتے اور جب اسکے خلاف قرآن مجید میں حکم نازل ہوجاتا تھا تو پھر خود ہی اس پہلے قول و فعل کو ترک کرکے الٰہی ارشاد کے مطابق قول اور فعل کرتے اور کراتے تھے اس تحقیق سے حکم ہونے نہ ہونے کا مسئلہ بھی صاف حل ہوگیا۔ جس طرح آنحضرتؐ ان پہلے اقوال وافعال کے وقت نبی اور رسول اور شارع تھے مگر بعد کے قول اور فعل کے وقت خود آپ ہی کی طرف سے یہ ظاہر کیا گیا کہ پہلا قول و فعل شانِ رسالت کے ماتحت نہیں کیا گیا تھا اور جو اب کیا گیا ہے وہ رسالت کی شان سے ہے اور یہ کام زید و عمر کا نہیں کہ وہ بتائے کہ حکم عدل اور رسول کا فلاں قول یا فعل از خود ہے اور فلاں منجانب اللہ ہے اور نہ یہ کہ فلاں متروک ہے اور فلاں غیر متروک ہے بلکہ یہ خود اسی حکم عدل یا رسول کا کام ہے۔ اور جب خود حکم عدل نے نزول مسیح کے بارے میں پہلے قول کو متروک اور دوسرے کو ثابت کہدیا ہے اور پھر اسی کی طرح نبوت کے بارے میں بھی اپنے پہلے اقوال کو متروک اور آخری کو ثابت فرمادیا ہے تو پھر یہ کسقدر غلطی ہے کہ نزول المسیح کے بارے میں تو پہلے کو متروک اور دوسرے کو ثابت تسلیم کیا جائے اور نبوت کے بارہ میں جو پہلے اقوال ہیں انکو متروک نہ مانا جائے نیز نزول مسیح کے بارہ میں پہلے قول کو متروک تسلیم کرکے پھر نبوت کے بارہ میں ایسے پہلے اقوال کو متروک تسلیم کرنے والے پر علاوہ اور اعتراضوں کے یہ سوال کرنا کہ ان پہلے اقوال کے وقت آپ حکم عدل تھے یا نہ تھے کسقدر بیجا ہے مگر سچ تو یہ ہے کہ یہ لوگ سب مدارج کو طے کرکے آگے بڑھ گئے ہیں۔

حضور کے بعض اقوال کا مطلب نہ سمجھنا

پھر صفحہ ۸۲ اور ۸۴ پر پہلے حضرت صاحب کی وہ عبارت نقل کی ہے جو کہ مولوی عبد الحکیم کلانوری کے ساتھ لاہور میں ۲۳ فروری ۱۸۹۲ء میں مباحثہ کے وقت لکھی تھی جس میں آپ نے لکھا تھا کہ پھر مجھے اپنے مسلمان بھائیوں

کی دلجوئی کے لئے اس لفظ کو دوسرے پیرایہ میں بیان کرنے سے کیا عذر ہو سکتا ہے
سو دوسرا پیرایہ یہ ہے کہ بجائے لفظ نبی کے محدث کا لفظ ہر جگہ سمجھ لیں۔ اور
اسکو کاٹا ہوا خیال فرمالیں" اسکے بعد پھر ازالہ اوہام کی یہ عبارت نقل کی ہے کہ "میرا
یہ بھی دعویٰ نہیں کہ صرف مثیل ہونا میرے پر ہی ختم ہو گیا ہے۔ بلکہ میرے نزدیک ممکن
ہے کہ آئندہ زمانوں میں میرے جیسے اور دس ہزار بھی مثیل آجائیں" پھر یہ کہ اس عاجز
کی طرف سے یہ بھی دعویٰ نہیں کہ مسیحیت کا میرے وجود پر ہی خاتمہ ہے اور آئندہ
کوئی مسیح نہیں آئے گا۔ بلکہ میں تو مانتا ہوں اور بار بار کہتا ہوں کہ ایک کیا دس ہزار
سے بھی زیادہ مسیح آسکتا ہے" پھر یہ عبارت نقل کی ہے کہ "اول تو یہ جاننا چاہئے
کہ مسیح کے نزول کا عقیدہ کوئی ایسا عقیدہ نہیں ہے جو ہمارے ایمانیات کا کوئی جزو
یا ہمارے دین کے رکنوں میں سے کوئی رکن ہو۔ بلکہ صدہا پیشگوئیوں میں سے ایک
پیشگوئی ہے جس کو حقیقت اسلام سے کچھ بھی تعلق نہیں" اسکے بعد لکھا ہے "پس
اگر آپ کامل یا حقیقی نبی ہوتے تو آپ پر فرض اور لازم تھا کہ وہی رجز پڑھے جاتے۔
کہ انا النبی لا کذب دکا افترنی انا ابن غلام مرتضیٰ"

یہ کسقدر دھوکہ ہے کہ خود حضرت مسیح موعود کا بیان کیا ہوا قاعدہ کلیہ ہم بتا
چکے ہیں کہ جہاں جہاں میں نے نبوت سے انکار کیا ہے وہاں پر شریعت والی نبوت اور
براہ راست نبوت پانے سے انکار کیا ہے نہ مطلق نبوت سے۔ پر یہ لوگ ان انکاروں
کو نقل کر کے یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ آپ نے نبوت سے انکار کیا ہے۔

پھر خود حضرت صاحب نے جو حقیقۃ الوحی میں لکھدیا کہ ایسے قول محض عام عقیدہ
کی وجہ سے میں نے لکھے ہیں جیسا کہ میں نے نزول المسیح من السماء کا قول عام عقیدہ کی
وجہ سے لکھا ہے لیکن بعد ازاں خدا کی وحی سے جب مجھ پر بات کھل گئی۔ تو میں نے
اپنے آپکو نبی کہا جیسا کہ جب خدا نے مجھ پر کھول دیا کہ مسیح فوت ہو گیا ہے اور آنیوالا
مسیح تو ہی ہے تب سے میں نے اس کے خلاف کہا لیکن باوجودیکہ اسقدر تصریح حضرت
صاحب کے کلام میں موجود ہے مگر پھر بھی باز نہیں آتے اور پھر یہ بھی نہیں سوچتے

کہ نبی کا اپنے دعوے پر قائم ہونا ضروری ہے پر اسوقت سے کہ خدا آپکو علم دیدے۔ نہ علم دینے سے پہلے۔ آنحضرت نے رجز پڑھے پر علم دینے کے بعد نہ اسوقت کہ فرشتہ کو دیکھکر اور اقراء باسم ربك الخ کی وحی نازل ہونے پر حضرت خدیجہ کے پاس کانپتے ہوئے گئے تھے اور نہ اسوقت کہ ورقہ بن نوفل کے پاس گئے تھے پھر حضرت صاحب نے جو نبوت کی حقیقت بتائی ہے اس سے کبھی بھی آپکا انکار ثابت نہیں ہاں جہاں کہیں ہے فقط اطلاق لفظ نبی کی نسبت ہے لیکن وہ بھی اس وقت کہ خداوند تعالے کی طرف سے علم نہیں دیا گیا تھا لیکن جب علم دیا گیا تو پھر رجز سے بڑھکر آپنے ساری دنیا میں اس کا شور ڈالدیا۔ رجز کی شنوائی تو چند آدمیوں تک ہی محدود ہوتی ہے۔

مسئلہ نبوّت کے متعلّق دو باتیں

بالآخر میں اس مسئلہ نبوت کے متعلق دو باتیں لکھ کر اس کو ختم کرتا ہوں۔ اوّل یہ کہ صفحہ ۸۸ پر آپ نے لکھا ہے کہ ایسے مسائل میں دلائل قطعیہ یقینیہ کی ضرورت ہے یا اگر کسی احمدی میں جرأت ہے تو وہ بذریعہ اشتہار تحدّی کرے کہ میں مرزا صاحب کو نبی کامل یقین کرتا ہوں اور حلفیہ شہادت دیتا ہوں کہ آپ نبی کامل تھے ظلّی نبی نہیں تھے نہ جزوی تھے اگر اس اعتقاد میں جھوٹا ہوں تو ہلاک ہو جاؤں اور میری موت اس مقابلہ کے ماتحت نہیں ہو۔ کیونکہ میں ۸۰ سے متجاوز موت کو نعمت غیر مترقبہ اعتقاد کرتا ہوں۔"

جب ضد وغیرہ سے سمجھ ماری جاتی ہے تو پھر ظاہر باتیں تو کیا بلکہ جو خود انسان لوگوں کے آگے پیش کیا کرتا ہے وہ بھی اسکی نظر سے پوشیدہ ہو جاتی ہیں یہاں مسئلہ نبوت پر دلائل قطعیہ مانگتے ہیں حالانکہ سب انبیاء و رسل کی نبوت و رسالت آیات بیّنات اور نشانات معجزات اور خدا کی فعلی شہادتوں ہی کے ساتھ ثابت ہوتی رہی ہیں۔ اور ان سے بڑھکر اور کوئی قطعی اور یقینی دلیل ہو ہی نہیں سکتی۔ محمد رسول اللہ فداہ ابی و امی درود کی رسالت کی نسبت بھی خداوند تعالے وکفیٰ باللہ شہیدًا ہی فرماتا ہے اور حضرت موسیٰ کی نسبت بھی ولقد اٰتینا موسیٰ

تسع آیت بینٰت ہی فرمایا ہے چنانچہ خود بدولت نے مباحثہ رامپور کے صفحہ ۶۷ پر لکھا ہے تمام قرآن مجید میں جب ہم نظر کرتے ہیں تو اثبات توحید ہستی باریتعالیٰ پر اور نیز اثبات نبوت آنحضرتؐ پر دلیل انّی سے استدلال فرمایا گیا ہے اور دلیل انّی اسے کہتے ہیں۔ کہ آثار یا معلول سے مؤثر یا علّت کا وجود ثابت کیا جائے . . . اور آنحضرت کی رسالت کا ثبوت بھی آثار رسالت سے ثابت فرمایا گیا ہے اور معجزات اسپر علاوہ ہیں نظر کرو آیات ان فی خلق السمٰوٰت الخ پر اور محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار الخ وغیرہ آیات پر۔ . . اور آیت ثانی میں آنحضرت کی رسالت کے اثبات میں آپ کے اصحاب کرام کی وہ صفات اور آثار بیان فرمائی ہیں جو بغیر صحبت ایسے رسول عظیم الشّان کے جیسے کہ آپ تھے وہ صفات۔ ان کو ہرگز حاصل نہ ہو سکتی تھیں اور نہ کفیٰ باللہ شہیداً کے آنحضرت مصداق ہوتے نعوذ باللہ منہ جس سے مراد یہ ہے کہ ہزاروں معجزات آپ کے ہاتھ پر صادر ہوئے اور اس طرح پر اللہ تعالےٰ آپ کے دعاوی کا گواہ کافی ووافی ہو گیا وغیرہ وغیرہ من الآیات الکثیرہ۔ اب جو ہم حضرت اقدس کے آثار پر نظر کرتے ہیں تو چاروناچار آپ کے مامور من اللہ ہونے کا اقرار کرنا پڑتا ہے“ اور پھر اس سے پہلے صفحہ ۶۲ پر خاتم النّبیّین اور لا نبی بعدی کی ہم معنے حدیثوں کے معانی بیان کرتے ہوئے لکھا ہے ”اور حدیث متفق علیہ . . . وہ بھی اسی مراد کے لئے مؤیّد ہے کہ کوئی نبی شارع ہو کر بعد آپ کی بعثت کے نہیں آسکتا۔ نہ یہ کہ کوئی نبی جزوی تابع اور پیرو ہو کر بھی آوے“ پھر صفحہ ۶۴ پر نبی جزوی کے معنے یوں بیان کئے ہیں ”اور ایسا معیار مظہر خداوندی بجز اس شخص کے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور اور مبعوث ہو کر آیا ہو اور اسکو حربہائے آسمانی دیئے گئے ہوں جس کو دوسرے لفظوں میں نبی جزوی ہم کہتے ہیں یعنے جس کو کثرت سے الہامات اور مکالمات ہوتے ہوں اور کوئی نہیں ہو سکتا“ اور پھر صفحہ ۷۸ پر لکھا ہے (۱) وہ نشانات آسمانی اور زمینی آپ کے (حضرت اقدس کے) لئے صادر ہوئے۔ جو سوائے اللہ تعالےٰ کے بشر کی قدرت اور طاقت کا انمیں ذرّہ بھر بھی دخل نہیں

ہو سکتا" پھر یہ کہ ( ) آپکو الہامات اور کشوف اس کثرت سے ہوتے کہ اولیاء امت محمدیہ میں سے کسی کو اس کثرت سے ثابت نہیں ہوتے ہیں" اب ناظرین غور فرماویں کہ کس طرح حضرت صاحب کی نبوت کو مانا ہے کہ آپ نبی تھے مگر شارع نہیں تھے اور نبوت کلی جزئی بمعنے نبوت شریعت والی اور نبوت بدون شریعت کی نئی اصطلاح ایجاد کرکے آپ کی نبوّت کا نام جزئی رکھا ہے مگر نفس نبوّت سے انکار نہیں کیا بلکہ خاص شریعت لانے سے انکار کیا ہے اور پھر جو ثبوت آنحضرت کی نبوت کے لئے بیان کیا ہے وہی ثبوت حضرت اقدس کے دعوٰی کے ثبوت کے لئے پیش کیا ہے پس یہ ثبوت بدلائل قطعیہ و یقینیہ نہیں تو اور کیا ہے کیا نعوذ باللہ منہ آنحضرت صلعم کی نبوت کا ثبوت بھی قطعی نہ تھا یقیناً تھا اور ہے پس جب حضرت مسیح موعود کی نبوت کا بھی وہی ثبوت ہے تو پھر اسکے قطعی اور یقینی ہونے میں کونسے شبہ کی گنجائش رہ گئی ہے۔

اور ان دلائل قطعیہ یقینیہ کے علاوہ میں حضرت مسیح موعود کی نبوّت پر بطریق مذکورہ حلف اٹھانے کے لئے بھی تیار ہوں۔ لیکن اسکے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ آپ اسکی نفی پر ویسی ہی حلف اٹھائیں۔ ہاں اگر آپ اپنی موت کو اس کے ماتحت[1] نہیں لاتے تو پھر یہ کریں کہ اپنے جوان بیٹے کو اسکے حلف میں شریک کریں اور حلف میں وہ یہ کہے کہ اگر میں اور میرا باپ اس حلف میں جھوٹے ہیں تو خدا مجھے ہلاک کردے اور آپ یہ کہیں کہ ہم دونوں اس قسم میں جھوٹے ہیں تو پھر خدا تعالٰے میرے اس جوان بیٹے کو ہلاک کردے۔

کیا النّبی آنحضرت صلعم کیلئے بمنزلہ علم ہے

صفحہ ۹۱ پر آپ لکھتے ہیں پھر ایسے لفظ مخصوص کو (یعنی النّبی) کو جو بمنزلہ علم کے ہوگیا ہے (یعنی آنحضرت صلعم کیلئے) باسم احمد ملا کر جو وہ بھی حقیقۃً آپ ہی کے لئے مخصوص ہے

---

[1] قرآن مجید نے موت کو اثر مباہلہ نہیں رکھا۔ بلکہ اس کا اثر فنجعل لعنۃ اللہ علی الظٰلمین فرمایا ہے پس اسمیں ۸۰ سالہ ہونا مباہلہ سے مانع نہیں ہوسکتا کیا حضرت صاحب نے مولوی نذیر حسین صاحب کو مباہلہ کے لئے نہیں بلایا جو کہ ۹۰ سالہ تھا۔

ہو بمنزلہ علم کے ہوگیا ہے یہ کلمہ احمد نبی اللہ احمد نبی اللہ عام بول چال اور محاورات میں استعمال کیا جائے کیا اسمیں اشتباہ واقع نہیں ہو سکتا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جبکہ اس سے کمتر ایسے مشتبہ الفاظ اور اسماء کا استعمال کرنا جس میں کسی طرح کا نقص کا شبہ پیدا ہوتا ہو بنسبت آنحضرت کے ۔ ناجائز ہے بلکہ جس الفاظ میں خلاف مقصود کسی طرف کچھ اشارہ بھی پایا جاتا ہو وہ بھی ممنوع ہے قال اللہ تعالیٰ لاتقولوا راعنا" نہایت افسوس کا مقام ہے کہ اپنا مطلب جہاں ہو وہاں پر یہ مولوی صاحبان (جو کہ خدا کے مسیح پر بھی حکم ہونے کے مدعی ہیں) زمین و آسمان کے قلابے ملا کر بھی اپنا مطلب سیدھا کر لیتے ہیں ۔ ایسے ہی مولوی صاحب ہیں جنھوں نے اسی رسالہ کے صفحہ ۱۱۲ پر نواس بن سمعان کی حدیث پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے "اصل میں نبی کی نسبت جو راوی نے اضافت اللہ کی طرف کر کے نبی اللہ کہا ہے یہ بھی کتاب اللہ و سنت کے محاورہ کے خلاف ہے کیونکہ اسلام میں صرف نبی ہی کے معنے ہیں کہ اللہ کی طرف سے وہ اخبار غیبیہ و احکام الٰہی کو بیان کرے" پھر بھی مولوی صاحب یہاں پر نبی اللہ یا احمد نبی اللہ سے آنحضرت کا اشتباہ نکال رہے ہیں ۔ جبکہ آنحضرت کیساتھ مخصوص لفظ النبی ہے اور لفظ نبی اللہ کتاب و سنت کے خلاف ہے تو پھر ایسے خلاف کتاب و سنت لفظ سے آنحضرت کا اشتباہ کسطرح ہو سکتا ہے ۔ جو لفظ اکیلا یا کسی اور لفظ کے ساتھ ملکر آنحضرت پر بولا ہی نہیں گیا اس سے اشتباہ کس طرح ہو سکتا ہے اور اگر اشتباہ ہو بھی تو پھر لا تقولوا راعنا کے ماتحت کسطرح منع ہو سکتا ہے وہاں تو لفظ خاص راعنا کے بولنے سے منع فرمایا ہے یہاں کونسا عام ہے جس کے عموم کے نیچے یہ لفظ آتا ہے اور اگر راعنا پر قیاس کرتے ہیں تو پھر شارع نے تو راعنا کی ممانعت کی علت بیان نہیں کی کہ ہم دیکھ سکیں کہ وہ علت اس لفظ میں بھی موجود ہے یا نہ اور جو مفسرین نے علت بیان کی ہے وہ لفظ نبی اللہ یا احمد نبی اللہ میں موجود نہیں ہے کیونکہ وہاں تو یہود کے نزدیک اسکے ایک اور معنے تھے جو کہ گالی کے تھے یا کسی قدر تلفظ بگاڑنے سے گالی ہو جاتا تھا اور ایک اچھے معنے تھے جنکی رُو سے

عام استعمال تھا اور یہاں پر نہ تو اس کے کوئی اور معنی ہیں جو گالی ہوں اور نہ راعنا کی طرح اس کے مخاطب آنحضرت صلعم ہیں۔ اور نہ کوئی ایسا شخص ہے جو کہ اسکے ساتھ آنحضرت کو خطاب کر کے اس کے دوسرے گالی والے معنے لیکر نعوذ باللہ منہ آنحضرت کو گالی دینا چاہتا ہے تاکہ مومنین جو کہ اسکے اچھے معنوں کے ساتھ آنحضرت صلعم کو خطاب کیا کرتے ہیں انکو بھی منع کر دیا جائے تاکہ ان گالی دینے والے شریروں کو گالی دینے کا موقعہ ہی نہ لگے۔

یہ میں نے یونہی نہیں کہا کہ جب مطلب ہو تو ایسے مولوی صاحبان سب کچھ کر لیتے ہیں اسی حدیث نواس بن سمعان کو جو صحیح مسلم کی حدیث ہے اس رسالہ میں اسکو رد کرنے کے علاوہ کہتے ہیں کہ راوی نے اپنے پاس سے یہ لفظ درج کر لیا ہے اور یہ کتاب اللہ اور سنت کے خلاف ہے مگر مباحثہ رامپور کے آخر میں حضرت مسیح موعود کی نبوت پر کچھ لکھا ہے جس کا اصل مباحثہ میں ذکر تک بھی نہیں ہوا تھا۔ اسکے صفحہ ۷۰ پر لکھتے ہیں "جس کی نسبت حدیثاً صحیح مسلم وغیرہ میں لفظ نبی اللہ متعدد مرتبہ واقع ہوا ہے دیکھو صحیح مسلم وغیرہ کتب حدیث کو"

جب اپنا مطلب تھا اسی نبی اللہ کے لفظ کو ثابت بالحدیث الصحیح قرار دیدیا اور جب مطلب یہ ہوا کہ حضرت مسیح موعود نبی نہ ثابت ہوں تو کہدیا کہ یہ حدیث ہی قابل اعتبار نہیں ہے اور لفظ نبی اللہ تو ضرور راوی کا داخل کیا ہوا ہے۔ حالانکہ جس طرح "اسلام میں صرف نبی ہی کے معنے یہی ہیں کہ اللہ تعالٰے کی طرف سے وہ اخبار غیبیہ و احکام الٰہی کو بیان کرے" جیسا کہ آپنے لکھا ہے اسی طرح اسلام میں صرف رسول ہی کے معنے یہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اصلاح خلق کے لئے بھیجا جائے۔ پس اگر اس وجہ سے نبی اللہ کہنا غلط ہوتا کہ اللہ تو اسلام کی اصطلاح میں نبی کے مفہوم ہی میں داخل ہے تو پھر اس وجہ سے رسول اللہ کہنا بھی غلط ہوتا۔ کیونکہ اسلام کی اصطلاح میں رسول کے مفہوم ہی میں اللہ داخل ہے پس آپنے جو نبی اللہ کے غلط ہونے کی وجہ لکھی ہے وہ بعینہ رسول اللہ میں بھی موجود ہے حالانکہ قرآن مجید اور احادیث کے علاوہ اذان میں بھی رسول اللہ موجود ہے

پھر اگر اسقدر دور خیال نہیں جا سکتا تھا تو یہی سوچ لیتے کہ جب نبی کے مفہوم میں اللہ داخل ہو گا۔ تو اسکی جمع جو انبیاء ہے اسمیں بھی اللہ ضرور داخل ہو گا۔ کیونکہ یہ بالکل

بدیہی اور کھلی بات ہے کہ جو مفرد میں داخل ہوگا وہ اس کی جمع میں ضرور ہی داخل ہوگا۔ اور اللہ کا نبی میں داخل ہونا جس طرح نبی کے اللہ کی طرف مضاف کر کے نبی اللہ کہنے کو غلط قرار دیتا ہے۔ اسی طرح اللہ کا اس کی جمع (یعنی انبیاء) میں داخل ہونا بھی انبیا کو اللہ کی طرف مضاف کر کے انبیاء اللہ کہنے کو ضرور غلط قرار دیگا۔ حالانکہ قرآن مجید کے پہلے ہی پارہ میں آیا ہے قل فلم تقتلون انبیاء اللہ من قبل ان کنتم مؤمنین۔ پھر خود نبی اللہ حضرت صاحب کے الہام میں آیا ہے چنانچہ ایک الہام ہے یا نبی اللہ کنت لا اعرفک تو کیا الہام بھی غلط اور اسلامی سنت اور محاورہ کے خلاف ہے پھر اگر رسول اللہ کے استعمال سے اور انبیاء اللہ کے استعمال سے اور خدا کے مسیح کے الہام میں خود نبی اللہ کے استعمال سے آنکھیں نہ کھلی تھیں تو حضور کو بڑا محدث ہونیکا دعویٰ تھا تو آپ صحیح مسلم ہی کے چند ابواب پڑھ یا سُن لیتے الہی میں آپکو نبی اللہ کا ذکر بہت سی حدیثوں میں ملجاتا۔ زیادہ مشقت برداشت نہ ہوسکتی تھی تو صحیح مسلم کی پہلی کتاب جو کتاب الایمان کے ساتھ شروع ہے تو اس کتاب الایمان کی ابتداہی میں آپ وفد عبدالقیس کی حدیث پاتے جو کہ حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا ان وفد عبدالقیس لما اتوا نبی اللہ قالوا یا نبی اللہ جعلنا اللہ فداک ماذا یصلح لنا من الاشربۃ فقال لا تشربوا علی النقیر۔ قال اللہ جعلنا اللہ فداک او تدری ما النقیر قال نعم الحدیث۔ پھر اگر صحیح مسلم کا مطالعہ مشکل تھا تو مشکوٰۃ (جو کہ حدیث کی درسی کتابوں سے ابتدائی کتاب ہے) تو اس میں کثرت سے نبی اللہ کا استعمال پاتے چنانچہ کتاب بدء الخلق وذکر الانبیاء میں ابوہریرہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں بینما نبی اللہ جالس واصحابہ اذاتی علیہم سحاب الحدیث۔ پھر اگر باقی مشکوٰۃ بھی مشکل معلوم ہوتی۔ تو اسکا ربع اوّل جو کہ اس زمانہ میں بھی طلباء کو پڑھایا جاتا تھا جبکہ ہندوستان میں صحاح ستّہ کی زیارت بھی بڑے بڑے علماء کو میسّر نہیں ہوتی تھی۔ آخر وہ تو جناب نے بھی ضرور پڑھا بلکہ کچھ عجب نہیں۔ کہ

پڑھا یا بھی ہو۔ اسکی طرف توجہ کرتے تو بہت سی حدیثیں ملتیں جن میں نبی کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتی۔ اور اگر حافظہ اسقدر بیکار ہو گیا تھا کہ مشکوۃ کے ربع اوّل کی ابتدائی حدیثوں کا خیال بھی دماغ میں نہیں آتا تھا۔ تو اس کے چند صفحے سن ہی لیتے تاکہ عجیبنا لہ والی ذلت پیش نہ آتی۔ سنئے مشکوۃ کی پہلی کتاب کتاب الایمان کی فصل ثانی کی پہلی حدیث جو کہ حضرت معاذ رض نے روایت کی ہے اسمیں ہے الا اخبرك بملاك ذٰلك كله قلت بلٰى يا نبي الله فاخذ بلسانه فقال كف عليك هٰذا فقلت يا نبي الله وانا لمواخذون بما نتكلم به الحديث۔

پھر اسی کتاب کی فصل ثالث کی چھٹی حدیث میں ہے جو کہ حضرت عثمان رض سے مروی ہے اس میں آتا ہے کہ قلت توفی الله تعالیٰ نبيه قبل ان نسئله عن نجات هٰذا الامر قال ابوبكر قد سألته عن ذٰلك الحديث۔ پھر کتاب الایمان ہی میں باب الایمان بالقدر ہے اس میں حضرت انس رض فرماتے ہیں۔ كان رسول الله يكثر ان يقول يا مقلب القلوب ثبت قلبي على دينك فقلت يا نبي الله امنا بك وبما جئت به فهل تخاف علينا الحديث۔ پھر اسی کتاب کے باب الاعتصام بالكتب والسنة میں ربيعة الجرشي سے مروی ہے اسنے کہا اتی نبی الله قيل له لتنم عينك ولتسمع اذنك وليعقل قلبك الحديث پھر اسی باب میں حضرت ابن مسعود رض سے ایک حدیث مروی ہے جسمیں وہ فرماتے ہیں اولٰئك اصحٰب محمد كانوا افضل هٰذه الامة ابرها قلوبا واعمقها علماً واقلها تكلفاً اختارهم الله لصحبة نبيه الحديث۔ اب اگر میں ایک مشکوۃ ہی سے اسکی پوری فہرست پیش کروں تو بہت طول ہو جائیگا اور نمونہ کے لئے اسقدر کافی ہے۔ سو اب ناظرین ہی خدا کے لئے غور فرمائیں کہ ایک طرف وہ علم و فضل کا دعوٰے اور خصوصاً محدث ہونیکا اور کارنامہ یہ کہ نبی کے معنوں میں چونکہ اللہ داخل ہے اسلئے اللہ کی طرف مضاف کرکے اسکو بولنا اسلامی محاورہ اور استعمال کے خلاف ہے لہذا ثابت ہوا کہ راوی نے یہ اپنی طرف سے داخل کر لیا ہے غضب خدا ہے جب اپنا مطلب

توپھر کہتے ہیں ضعیف اور موضوع حدیث بھی مفید ہے اور ان اصطلاحات محدثین کا کچھ اعتبار نہیں۔ اور الہام پر ضعیف حدیث مقدم ہے اور جب ان کے مطلب کے خلاف ہو تو صحیح مسلم جیسی اصح الکتب اور باجماع محدثین صحیح مانی ہوئی حدیث کو بھی اڑا دیں اور سوائے کسی ثبوت کے کہدیں کہ یہ راوی نے اپنے پاس سے کہدیا ہے اب آپ ہی بتائیں کہ ہم ایسے مولوی صاحبان پر اعتبار کریں تو کس طرح اور ان کو فاضل اور محدث مانیں تو کس طرح۔

ان مناقب پر نظر جو کہ المجدد میں اپنی نسبت لکھے ہیں

المجدد کے اخیر میں سید صاحب نے اپنے علم و فضل کے اظہار کے لئے بہت کچھ تو خود لکھا ہے کہ فلاں مولوی بھی میرا مقابلہ نہ کرسکا اور فلاں بھی اور کچھ اوروں کی تعریفی عبارتیں نقل کی ہیں۔ اور کچھ اور اپنے مناقب بھی ثبت فرمائے ہیں سو ان کی نسبت عرض ہے کہ جو اوروں نے یا حضرت صاحب نے آپ کو بڑا عالم و فاضل لکھا ہے۔ اسکی نسبت تو اسی قدر کہنا کافی ہے کہ مجرد بڑا عالم و فاضل ہونا تو کسی کو ایک احمدی کی نظر میں ایسا وقیع نہیں بناتا۔ کہ اسکے ہر ایک قول کی ضرور اتباع کی جاوے کیونکہ یہ بڑے اور بہت بڑے عالم و فاضل کا قول ہے۔ اسلئے کہ عرب و عجم کے اکثر بڑے بڑے عالم و فاضل مانے ہوؤں نے خدا کے موعود مسیح کی مخالفت ہی کی ہے کیا مولوی محمد حسین بٹالوی اور مولوی بشیر بھوپالوی مشہور بڑے فاضل نہ تھے یا مولوی نذیر حسین شیخ الکل مشہور نہ تھے۔ یا مولوی رشید احمد گنگوہی اور اساتذہ دیوبند و کانپور و لکھنؤ کے علماء و مجتہدین بڑے فضلاء مشہور نہ تھے ضرور تھے لیکن خدا کے مسیح کے اول الکافرین بل مکفرین یہی ہوئے۔

اسی طرح کسی کی نسبت تعریفی الفاظ اس بات کی دلیل نہیں ہوتے کہ بس اب یہ شخص نفس و شیطان کے قبضہ سے نکلکر معصوم ہوگیا ہے اور ہمیشہ اسی حالت پر قائم رہیگا۔ کیا میر عباس علی لودیانوی و ڈاکٹر عبد الحکیم کی نسبت تعریفی کلمات لکھے ہوئے نہ تھے۔ ضرور تھے۔

چنانچہ میر عباس علی کی نسبت لکھا ہے۔ حبّی فی اللہ میر عباس علی لودیانوی۔ یہ میرے وہ اوّل دوست ہیں جن کے دل میں خدا تعالےٰ نے سب سے پہلے میری محبّت ڈالی اور جو سب سے پہلے تکلیف سفر اٹھا کر ابرار اخیار کی سنت پر بقدم تجرید محض للہ قادیان میں میرے ملنے کے لئے آئے وہ بھی بزرگ ہیں۔ میں اس بات کو کبھی نہیں بھول سکتا کہ بڑے سچے جوشوں کے ساتھ انہوں نے وفاداری دکھلائی اور میرے لئے ہر ایک قسم کی تکلیفیں اٹھائیں اور قوم کے منہ سے ہر ایک قسم کی باتیں سنیں۔ میر صاحب نہایت عمدہ حالت کے آدمی اور اس عاجز سے روحانی تعلق رکھنے والے ہیں اور ان کے مرتبہ اخلاص کی بابت کہنے کے لئے یہ کافی ہے کہ ایک دفعہ اس عاجز کو ان کے حق میں الہام ہُوا تھا۔ اصلہ ثابت وفرعہ فی السماء وہ اس مسافر خانہ میں محض متوکلانہ زندگی بسر کرتے ہیں۔ اپنے اوائل ایام میں وہ بیس برس تک انگریزی دفتر میں سرکاری ملازم رہے مگر بباعث غربت و درویشی کے انکے چہرہ پر نظر ڈالنے سے ہرگز خیال نہیں آتا کہ وہ انگریزی خوان بھی ہیں لیکن در اصل وہ بڑے لائق اور مستقیم الاحوال اور دقیق الفہم ہیں۔ مگر بایں ہمہ سادہ بہت ہیں۔ اسوجہ سے بعض موسوسین کے وساوس انکے دل کو غم میں ڈال دیتے ہیں لیکن انکی قوت ایمانی جلد انکو رفع کر دیتی ہے۔

(۲۷) حبّی فی اللہ میاں عبدالحکیم خان جوان صالح ہے علامات رشد اور سعادت اسکے چہرے سے نمایاں ہیں زیرک اور فہیم آدمی ہے انگریزی زبان میں عمدہ مہارت رکھتے ہیں میں امید رکھتا ہوں کہ خدا تعالےٰ انکی خدمات اسلام ان کے ہاتھ سے پوری کرے وہ باوجود زمانہ طالب علمی اور تفرقہ کی حالت کے ایک روپیہ ماہواری بطور چندہ اس سلسلے کے لئے دیتے ہیں۔

اور یہ جو کچھ انکی نسبت لکھا تھا۔ ان کی اسوقت کی موجودہ حالت پر منطبق اور صادق تھا۔ لیکن آگے چلکر انکی جو حالت ہوئی اسکو سب جانتے ہیں۔ اور ان تعریفی الفاظ نے نہ ان کو اس سے بچایا اور نہ وہ ان کی مابعد کی حالت

کے مشاہدہ کرنیکے بعد کسی احمدی کی نظر میں انکو اچھا ثابت کر سکے پس جس طرح وہ تعریفی الفاظ انکو نہیں بچا سکے اور نہ دوسری حالت کے بعد ان کو اچھا ثابت کر سکے اسی طرح وہ سید صاحب یا کسی اور کے لئے بھی نہ بچانیکے موجب ہو سکتے ہیں اور نہ بعد از مشاہدۂ تبدیل حالت وہ اچھا ثابت کر سکتے ہیں۔ آنحضرتؐ نے بعض کو کاتب وحی اور بعض کو سید انصار مقرر فرمایا۔ تو حضور کی اس فعلی اور عملی تعریف نے (جو کہ لفظی تعریف سے بہت بڑھکر ہے) ان کے آئندہ مرتد یا باغی ہونے سے بچانے کی ضمانت نہیں کی اور نہ اسنے ان کو کچھ فائدہ دیا۔ بلکہ بعد کی حالت نے ان سے وہ سب امتیازی نشانات جو کہ صحابہ کے لئے مخصوص ہیں چھین لئے اور وہ تعریفات ان کے بچانے سے قاصر رہیں۔ اسلئے ان تعریفات پر تو کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں ہے ہاں ان کے سوا تین اور چیزیں ہیں جن پر کچھ لکھنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

تین مناقب اور ان کے جواب

ایک تو حضرت مسیح موعود کی وہ رؤیا جس کو حضرت اقدسؑ نے یا کسی اور صاحب نے نہیں بلکہ خود سید صاحب نے اور وہ بھی پہلے نہیں۔ بلکہ اب القول الممجد کے لکھتے ہوئے وہ بھی اپنے بیٹے سید محمد یعقوب کے بتانے پر اپنی ذات پر چسپاں کیا ہے اور جس سے آپنے اپنے آپکو خدا کے مسیح سے بھی بڑا ثابت کیا اور نیز اپنی بعض تصنیفات کو عظیم الشان پیشگوئی کا مصداق اور مقبول عند اللہ ثابت کیا اور بر تقدیر عدم تسلیم کے حضرت مسیح موعود کے سب الہامات و مکاشفات کا غلط اور مشکوک ہونا لازم بتایا ہے

۲۔ حضرت اقدس کا وہ خط جس کی بنا پر سید صاحب نے مسیح کے دو فرشتوں میں سے ایک ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔

۳۔ سوم حضرت اقدس کا وہ خط کہ جس کی بنا پر سید صاحب نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ حضرت جری اللہ فی حلل الانبیاء باوجودیکہ مسیح موعود مہدی معہود تھے علوم ظاہر میں خاکسار سے استفسار اور استشارہ فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ اس رؤیا کے متعلق سید صاحب نے الممجد کے صفحہ ۸۶-۸۷ پر لکھا ہے۔

یہاں پر احباب کو چاہیئے کہ حضرت اقدس کی اس رؤیا کو مطالعہ فرمائیں۔ جو براہین احمدیہ حصہ سوم صفحہ ۲۵۳ بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ا میں تحریر فرمائی ہیں وہو ہٰذا۔ اور بعد اس کے اسی مکان میں جہاں اب یہ عاجز اس حاشیہ کو لکھ رہا ہے میں اور مسیح اور ایک اور کامل اور مکمل سید آل رسول دالان میں خوشدلی سے ایک عرصہ تک کھڑے رہے۔ اور سید صاحب کے ہاتھ میں ایک کاغذ تھا۔ اس میں بعض افراد خاصہ امت محمدیہ کے نام لکھے ہوئے تھے اور حضرت خداوند تعالیٰ کی طرف سے ان کی کچھ تعریفیں لکھی ہوئی تھیں چنانچہ سید صاحب نے اس کاغذ کو پڑھنا شروع کیا جس سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ مسیح کو امت محمدیہ کے ان مراتب سے اطلاع دینا چاہتے ہیں کہ جو عند اللہ ان کے لئے مقرر ہیں اور اس کاغذ میں عبارت تعریفی تمام ایسی تھی کہ جو خالص خدا تعالیٰ کی طرف سے تھی سو جب پڑھتے پڑھتے وہ کاغذ اخیر تک پہنچ گیا اور کچھ تھوڑا ہی باقی رہا تب اس عاجز کا نام آیا جس میں خدا تعالےٰ کی طرف سے یہ عبارت تعریفی عربی زبان میں لکھی ہوئی تھی ھو منی بمنزلۃ توحیدی و تفریدی فکاد ان یعرف بین النّاس۔ یعنی وہ مجھ سے ایسا ہے جیسے میری توحید و تفرید۔ سو عنقریب لوگوں میں مشہور کیا جائیگا۔ یہ آخیر فقرہ فکاد ان یعرف بین النّاس اسی وقت بطور الہام بھی القا ہوا۔ چونکہ مجھ کو اس روحانی علم کی اشاعت کا ابتدا سے شوق ہے اسلئے یہ خواب اور یہ القا بھی کئی مسلمانوں اور کئی ہندوؤں کو جو ابتک قادیان میں موجود ہیں۔ اسی وقت بتلایا گیا۔ اب دیکھئے یہ خواب اور یہ الہام بھی کسقدر عظیم الشان اور انسانی طاقتوں سے باہر ہے اور گو ابھی تک یہ پیشگوئی کامل طور پر پوری نہیں ہوئی۔ مگر اس کا اپنے وقت میں پورا ہونا بھی انتظار کرنا چاہیئے۔ کیونکہ خدا کے وعدوں میں ممکن نہیں کہ تخلّف ہو۔ براہین احمدیہ حصہ سوم مطبوعہ ۱۸۸۲ء

اب ہمارے احباب یہ بتلائیں کہ وہ سید آل رسول کون ہیں۔ جو ایک عرصہ تک بلکہ اسوقت تک خوشدلی سے تائید کے لئے کھڑے ہیں اوسکے سوائے تحذیر المؤمنین اور کس سید آل رسول نے ایسا کاغذ لکھا ہے جس میں بعض افراد خاصہ امت محمدیہ

کے نام قریب ۶۷ یا ۶۸ کے لکھے ہوں اور حضرت خداوند تعالےٰ کی طرف سے ان کی تعریفیں لکھی ہوں اور حضرت مسیح موعودؑ کی خدمتمیں امت محمدیہؐ کے ان مراتب سے اطلاع دی ہو۔ جو عند اللہ ان کے لئے مقرر ہیں اور پھر اخیر میں حضرت مسیح موعود کو تکفیر بطالوی وغیرہ کا رد لکھا ہو جس نے بعض حضرت مسیح موعود کے الہامات پر تکفیر کی ہے خصوصاً اس الہام پر انت منی بمنزلۃ توحیدی و تفریدی اور یہ رویا ایسی بھی نہیں کہ اضغاث احلام میں سے ہوں کیونکہ حضرت اقدس فرماتے ہیں کہ یہ الہام اور خواب بھی کسقدر عظیم الشان اور انسانی طاقتوں سے باہر ہے اور حضرت صاحب اس رؤیا کی نسبت یہ بھی تحریر فرماتے ہیں کہ یہ پیشگوئی کامل طور پر ابھی تک یعنی ۱۸۹۲ء تک پوری نہیں ہوئی۔ مگر اسکا اپنے وقت پر پورا ہونا بھی انتظار کرنا چاہیئے کیونکہ خدا کے وعدوں میں ممکن نہیں کہ تخلف ہو یہ رؤیا اور کشف بذریعہ کتاب تحذیر المومنین ۱۳۱۱ھ مقدس میں پورا ہو گیا اور اگر واقع نہیں ہوا تو نعوذ باللہ منہ حضرت کے کشوف و الہامات پر احباب کے نزدیک کونسا امن باقی ہے جو اور کشوف سچے مانے جاویں اور اس کشف کی کھلی ہوئی تعبیر تخمیناً ۱۳ سال کے بعد واقع ہو گئی۔ اور ابتک واقع ہو رہی ہے پس اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ کاغذ جسکا نام تحذیر المومنین ہے وہ عند اللہ مقبول ہے اور اسکی طرف سے ہے۔

حضرت کی رؤیا اور الہام کا اصل مطلب

ناظرین اب آپ پہلے تھوڑی دیر کے لئے حضرت اقدس کی رؤیا اور الہام پر اور آپ کے ان فقرات کی نسبت جو کہ حضور نے اس کے اخیر میں تحریر فرمائے ہیں غور سے نظر کریں اور خوب غور کر کے دیکھ لیں کہ کیا اس کا یہی مطلب ہے یا کچھ اور وہ ہے کہ حضرت مسیح موعود کو جو کمالات حاصل ہوئے ہیں وہ آنحضرت صلعم کے فیض سے حاصل ہوئے ہیں اور اسی وجہ سے اکثر رؤیا اور مکاشفات میں آپ کو حضرت فاطمہ رضؓ اور دیگر اہلبیت نظر آتے اور انکی وساطت دیکھتے رہے ہیں۔ اور یہ اور اسکی وجہ خود حضرت مسیح موعود نے لکھی ہے اسی طرح اس رؤیا میں بھی کسی

کامل و مکمّل سیّد کی روحانیت نظر آئی۔ اور پھر نہ اس نے وہ کاغذ خود لکھا ہے اور نہ اسنے مسیح موعود کو اسکی خبر دی ہے۔ بلکہ وہ خدا کی طرف سے ہے اور وہ اس کو پڑھکر حضرت مسیح اسرائیلی کو مراتب امت محمدیہ اور بالخصوص مرتبۂ مسیح موعود سے خبر دیتا ہے جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اب وقت آگیا ہے کہ خدائی ہاتھ سے مسیح کی قوم کو امت محمدیہ کی شان عموماً اور مسیح موعود کی خصوصاً بتائی جائے گی۔ اور مسیح موعود کا وہ مرتبہ ہو معنی بمنزلہ توحیدی وتفریدی کے ساتھ بیان فرمایا گیا اور اسکا لوگوں پر ظاہر کرنا فکاد ان یعرف بین النّاس کے ساتھ بتایا گیا ہے اور یہی اخیر فقرہ پھر الہام بھی ہؤا۔ اور جو چیز کہ خواب میں اور الہام میں یعنی دونوں میں مذکور ہے اور جس کو الہام میں مکرر کرکے بتایا گیا ہے کہ اس خواب میں اصل مقصود وہی ہے وہ فقط فکاد ان یعرف بین الناس ہے یعنے ابھی تو یہ غیر معروف اور گمنام ہے مگر آیندہ عنقریب وہ وقت آتا ہے کہ لوگوں میں معروف ہو جائیگا۔ اور یہی ایک عظیم الشّان اور انسانی طاقت سے بالا ایک پیشگوئی ہے جس کا ابھی پوری طرح ظہور نہیں ہؤا۔ لیکن اس کے لئے جو وقت عند اللہ مقرر ہے اسمیں ضرور پوری ہو کر رہے گی۔ اور اسی کو حضرت اقدس نے ان الفاظ کے ساتھ بیان فرمایا ہے کہ "اب دیکھئے یہ خواب اور یہ الہام (یعنی فکان ان یعرف بین الناس) بھی کسقدر عظیم الشّان اور انسانی طاقتوں سے باہر ہے اور گو ابھی تک یہ پیشگوئی (یعنی فکاد ان یعرف بین الناس جو کہ خواب و الہام دونوں میں ہے اور جو عظیم الشّان پیشگوئی اور انسانی طاقتوں سے باہر ہے) کامل طور پر پوری نہیں ہوئی (کیونکہ ابھی پوری طرح معروف بین الناس نہیں ہوئے۔ کیونکہ ابھی اسکا وقت نہیں آیا۔ بلکہ وہ آیندہ عنقریب آنے والا ہے جیسا فکاد سے معلوم ہوتا ہے) مگر اس کا (یعنے فکاد ان یعرف بین الناس کا) اپنے وقت پر (جس کی خبر فکاد میں دیگئی ہے) پورا ہونا بھی ضروری ہے کیونکہ خدا کے وعدوں میں (اور ظاہر ہے کہ یہاں پر اسکے سوا خدا کا اور کوئی وعدہ ہے ہی نہیں) ممکن نہیں کہ تخلف ہو"

اب اس کھلے کھلے مطلب کو چھوڑ کر محض اپنی بڑائی ثابت کرنے کے لئے سیّد صاحب

اسکو کہاں سے کہاں لے گئے ہیں مثلاً خدا کا وعدہ اور پیشگوئی جو کہ اس رؤیا اور الہام میں ہے یہ اسکا مصداق تخذیر کو بتلاتے ہیں۔ حالانکہ الہام میں تو فقط فکادان یعرف بین الناس مذکور ہے اور اس میں کسی تخذیر اور تحریر کا ہرگز ذکر نہیں ہے پھر جو پیشگوئی اور وعدہ کہ رؤیا اور الہام میں آیا ہے حضرت صاحب اس کو انسانی طاقتوں سے باہر فرما رہے ہیں اور تخذیر ایک بوڑھے انسان کی لکھی ہوئی ہے اور انسانی طاقتوں سے ہرگز ہرگز باہر نہیں ہے سخت تعجب ہے کہ انسان جب اپنی خودسرائی اور خودستائی پر آتا ہے تو کچھ آگا پیچھا نہیں دیکھتا حضرت صاحب اس سیّد آلِ رسول کو کامل اور مکمّل فرماتے ہیں جو کہ خداوند تعالے اور حضرت مسیح ناصری کے درمیان واسطہ بنا ہے کہ خدا کی طرف سے امت محمدیہ اور مسیح موعود کی لکھی ہوئی تعریفیں حضرت مسیح ناصری کو بتا رہا ہے لیکن آپ اپنے منہ سے کامل بھی اور مکمّل بھی اور خدا اور مسیح ناصری کے درمیان واسطہ بھی (جو کہ حضرت مسیح کے لئے بجائے استاد اور پیر کے ہے) بن رہے ہیں۔ پھر خواب میں تائید کا ذکر تک نہیں۔ اور یہ خوشدلی سے تائید کے لئے کھڑا ابتلا رہے ہیں پھر خواب میں دو ورق اور تعریفیں خدا کی طرف سے لکھی ہوئی بیان کی ہیں اور یہ اپنی لکھی ہوئی کتاب کو لے بیٹھے ہیں پھر خواب میں مسیح ناصری کو سنانے کا ذکر ہے اور یہ مسیح موعود کو سنانا بیان کر رہے ہیں۔ حالانکہ جب دونوں مسیحوں کا یکجا ذکر ہے تو اس صورت میں مسیح سے مسیح موعود ہرگز نہیں لے سکتے بیشک اگر اس کھلی رؤیا اور الہام کی ایسی الٹ پلٹ تعبیر کر کے تخذیر اور اسکے مصنف پر چسپاں کیا جائے تو پھر یقیناً رؤیا اور الہامات سے بالکل امن اٹھ جائیگا جب سید کے لفظ سے سید صاحب اس کو کہاں سے کہاں لیگئے ہیں تو اگر کسی خواب میں سلطان احمد۔ حامد علی۔ غلام قادر۔ محمد صادق کی طرح محمد احسن آجاتا پھر تو معلوم نہیں کیا کچھ بنایا جاتا۔ حالانکہ محض مرئی سے اسکی خاص ذات ہی مراد نہیں ہوتی بلکہ اسکے نام اور وصف سے تعبیر کی جاتی چنانچہ حضرت اقدس سلطان احمد سے غلبہ اور غلام قادر سے قدرت نمائی

خداوند تعالیٰ کی مراد لیا کرتے تھے۔

اسکے بعد میں آپکی توجہ حضرت مسیح موعود کے اس خط کی طرف پھیرتا ہوں جس سے آپ ان دو فرشتوں میں سے ایک ہونیکا ادعا کرتے ہیں جن کے کاندھوں پر مسیح نے ہاتھ رکھا ہوا تھا اور وہ یہ ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم۔ مخدومی مکرمی اخویم مولوی سید محمد احسن صاحب سلمہ ربہ۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ عنایت نامہ پہنچکر بدریافت خیر و عافیت خوشی و خرمی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو خوش و خرم رکھے اور اپنی محبت میں دن بدن ترقی بخشے رسالہ الحق چھپکر آگیا ہے آپ نے جسقدر اس عاجز کی تائید میں لکھا ہے اسکو پڑھکر نہایت درجہ سرور و فرحت و انشراح خاطر حاصل ہوا۔ جزاکم اللہ خیراً ع اے وقت تو خوش کہ وقت ما خوش کردی۔ آپکی تالیف پر نظر ڈالنے سے بالطبع ہماری جماعت کے لوگوں کو آپ سے محبت پیدا ہو گئی ہے۔ جا بجا اسکا تذکرہ محبت اور اخلاص سے ہوتا ہے اور بلاشبہ خدا تعالیٰ نے اعلائے کلمہ حق کے لئے آپکو چن لیا ہے۔ مجھے کئی دفعہ یہ خیال دل میں گذرا ہے کہ حدیث جس میں لکھا ہے کہ مسیح موعود کو دیکھا گیا کہ دو آدمیوں کے کاندھوں پر اپنے ہاتھ رکھے ہوئے تھے وہ دو آدمی یہی ہیں (یعنی مولوی نور الدین صاحب اور دوسرے خاکسار) جو اپنے پورے جوش کے ساتھ اس راہ میں اپنے تئیں فدا کر رہے ہیں الخ صفحہ ۱۱۸-۱۱۹

اب ناظرین اس خط پر بھی غور کریں کہ حضرت مسیح موعود نے اسمیں یہ نہیں فرمایا کہ وہ دو فرشتے کہ جن کے کاندھوں پر مسیح ہاتھ رکھکر نازل ہوگا وہ یہی دو شخص فرشتہ ہیں۔ بلکہ آپنے یہ فرمایا ہے کہ وہ حدیث جس میں لکھا ہے کہ مسیح موعود کو دیکھا گیا کہ دو آدمیوں کے کاندھے پر اپنے ہاتھ رکھے ہوئے تھے وہ دو آدمی یہی ہیں۔ تو اس سے اسی قدر ثابت ہوتا ہے کہ جن دو آدمیوں کے کاندھے پر مسیح کو ہاتھ رکھے ہوئے دیکھا گیا تھا وہ یہ دو آدمی ہیں نہ کہ یہ دو فرشتہ ہیں تو یہ کوئی بہت بڑی تعریف

نہیں ہے کیونکہ نہ آدمی ہونا کوئی بڑا امتیاز ہے کیونکہ دوسرے بھی آدمی ہی ہیں۔ اور نہ مسیح موعود کے ان کے کاندھے پر ہاتھ رکھے ہوئے دیکھا جانا کوئی یقیناً بہت بڑے فخر کی بات ہے جس سے یہ لازم آئے کہ جس میں یہ وصف ہو وہ کبھی نہ غلطی کریگا اور نہ باطل کو کبھی اختیار کریگا پس فرشتوں والی حدیث کا یہاں پر بالکل ذکر نہیں ہے جسمیں مسیح موعود کے نزول کا ذکر ہے بلکہ یہاں پر دوسری حدیث کا ذکر فرمایا ہے جسمیں بیت اللہ کے ارد گرد طواف کرنیکا ذکر ہے۔ اور دجال کو بھی اسموقعہ پر طواف کرتے دیکھا تھا پھر حضرت مسیح موعود نے یہ نہیں فرمایا کہ مجھے یقین ہے یا یہ کہ میرے نزدیک وہ دو آدمی یہی ہیں۔ بلکہ فرمایا ہے "مجھے کئی دفعہ یہ خیال دل میں گذرا ہے" الخ یہ خیال اور دل میں گذرا ہے صاف صاف بتاتا ہے کہ یہ خیال کی حد تک تھا نہ رائے اور یقین کی حد تک۔

پھر باوجود محض خیال ہونے کے حضرت مسیح موعود نے ہرگز ہرگز ان دونوں کی تعیین نہیں فرمائی ہاں ان دو کی وصف بیان فرمائی ہے اور وہ بھی یہ کہ جو اپنے پورے جوش کے ساتھ اس راہ میں اپنے تئیں فدا کر رہے ہیں اور اس راہ میں فدا کرنا نہ تو مولویت کے ساتھ خاص ہے نہ تصنیف کے ساتھ اور نہ سیادت کے ساتھ اور نہ کسی بڑائی کے ساتھ بلکہ یہ وصف تو پوری پوری جناب مولانا مولوی عبداللطیف شہید رضؓ اور مکرم مولوی عبدالرحمٰن شہید پر صادق آتی ہے جنھوں نے اپنے تئیں اس راہ میں پورے جوش کے ساتھ فدا کر دیا ہے اور سوائے اس وصف کے اور کوئی تعیین آپ نے فرمائی نہیں اور یہ وصف سید صاحب کے ساتھ مخصوص نہیں۔ بلکہ اسکے تحقق میں بھی کلام ہے اور اس سے کوئی تعیین کرے کہ آپ نے یہی دو فرمایا ہے تو اسکی نسبت عرض ہے۔ کہ آپ نے ان دو کا پہلے ذکر فرمایا نہیں کہ یہی دو سے وہی دو مذکور مراد ہوتے اور حضور نے یہی ایک نہیں فرمایا کہ اکیلے سید صاحب کا پہلے ذکر کرنا کافی ہوتا۔ بلکہ یہی دو فرمایا ہے اور دو کا پہلے ذکر نہیں تاکہ یہی دو کے ذکر سے تعیین

ہوتی۔ اور جب دونوں کو ساتھ ہی دو کے ساتھ بیان فرمایا ہے تو اب دونوں کے تعیین کا طریق ایک ہی ہونا چاہئے نہ یہ کہ ایک کی تعیین ذکر سے اور دوسرے کی کسی اور طریق سے پس ایک طریق جو دونوں کے لئے ہو سکتا ہے وہ یہی وصف ہے اور بس۔ اور میں بیان کر آیا ہوں کہ وہ نہ تو مولویت کے ساتھ مخصوص ہے اور نہ سیادت وغیرہ کے ساتھ بلکہ جنہیں پوری پوری فدائیت ثابت ہو وہی اسکے مصداق معیّن ہونگے۔ مگر باوجودیکہ حضرت اقدس نے اپنے خط میں ان کا نام نہیں لیا۔ اور نہ کوئی ایسی وصف بیان فرمائی جو کہ ان دو کی تعیین کرے لیکن سید صاحب نے خط کے اندر مولویانہ یعنی لگا کر لکھدیا کہ وہ ایک مولوی نورالدین صاحب اور دوسرے خاکسار۔

یہ خاکسار بھی عجیب ہے خدا کا مسیح کہتا ہے کہ احمد جمالی اور محمد جلالی نام ہے۔ اور یہ خاکسار فرماتے ہیں کہ لغت اور قرآنی سیاق و سباق کی رُو سے احمد جلالی اور محمد جمالی محض ہو اور اسکے خلاف کہنے سے قرآنی فصاحت و بلاغت برباد ہو جاتی ہے نتیجہ یہ ہوا کہ خدا کے مسیح نے لغت اور قرآنی سیاق و سباق کے خلاف کر کے قرآنی فصاحت و بلاغت کو برباد کیا۔ پھر خدا کا مسیح آنحضرت صلعم کو مجدد اعظم لکھتا ہے اور یہ خاکسار ارشاد فرماتے ہیں کہ "آپکی نسبت مجدد کا لفظ ہرگز جائز نہیں۔ . . گو باعتبار ایک معنے بعید در بعید کے کوئی مجدد کہدے . . . مگر ایسے معنے بعید کا لینا آنحضرت صلعم کی ایک قسم کی توہین ہو کیونکہ کسی کے قول اور فعل کو جو قرآن مجید کے مخالف ہو اسکے ساتھ تمسک کرنا . . . قرآن مجید اور حدیث صحیح میں اتخاذ ارباب فرمایا گیا ہے"۔ پس عبارت میں خدا کے مسیح کو ناجائز کام کرنے والا اور آنحضرت صلعم کی ہتک کرنے والا اور قرآن مجید کے خلاف قول اور فعل کرنیوالا بیان کیا ہے کیونکہ آپ خاکسار خوب جانتے ہیں کہ خدا کے مسیح ہی نے لیکچر سیالکوٹ میں آنحضرت صلعم کو مجدد اعظم لکھا ہے۔ اور اسیوجہ سے لکھا ہے کہ ایسے قول سے تمسک کرنا اتخاذ ارباب ہے ورنہ اور کس کے قول و فعل سے تمسک کیا جاتا ہے یا اسکو حجت شرعی بنانے کا آپکو خطرہ لاحق ہوا ہے۔

پھر خداوند تعالےٰ اپنے مسیح کو حکم عدل علی الاطلاق بنائے آنحضرت آپکو حکم عدل

علی الاطلاق فرمائیں۔ اور خدا کا مسیح بھی فرمائے کہ جو مجھے دل سے قبول کرتا ہے وہ ہر بات میں میری اطاعت کرتا ہے اور ہر امر میں مجھے حکم ٹھہراتا ہے اور مستثنےٰ کیا ہے۔ تو متابعت کو کہ وہ ایسا نہیں کرتا۔ پر یہ خاکسار سب پر حکم علی الاطلاق بنکر متشابہات اور احادیث ضعاف میں مسیح کے حکم ہونے کو بند کرتے ہیں۔ پھر مسیح کو اسکے بھی قابل نہیں سمجھتے اور فرماتے ہیں کہ احادیث ضعاف بھی مسیح کے قول اور الہام پر مقدم ہیں۔ چلو حکم ہونے جواب ہی دیدیا۔

پھر خداوند تعالے اپنی وحی میں اپنے مسیح کو یا ایہا النبی اور رسول فرماتا رہا۔ صحیح حدیثوں میں آنحضرتؐ نے مسیح موعود کو نبی فرمایا اور خدا کا مسیح اپنے آپکو نبی اور رسول لکھتا اور فرماتا رہا۔ لیکن یہ خاکسار فرماتے ہیں کہ مسیح موعود کو نبی کہنے سے چونکہ آنحضرتؐ کی نسبت ایک اشتباہ نقص کا پیدا ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ لاتقولوا راعنا کے ماتحت ممنوع ہے اس خاکساری کے مظاہر تو اس رسالہ میں اسقدر کثرت سے ہیں جنکا شمار بھی تطویل کا موجب کیوں نہ ہوں۔ آخر ابھی اپنے برخوردار سید محمد یعقوب کی وساطت سے آپ ایسے کامل اور مکمل سید آل رسول بنتے ہیں جو کہ خداوند تعالے اور اسکے رسول مسیحؑ ابن مریم کے درمیان جبریل کے قائمقام اور واسطہ فیضرساں بنے ہیں۔ اسی وجہ سے فرقان حمید اگر مجید ہے تو آپکی کتاب جو کہ اس منصب عالی پر فائز ہونے کے بعد تصنیف فرمائی ہے مجید سے بڑھکر بصیغہ مبالغہ المجد ہے۔ اور یہ نام اسی وجہ سے رکھا ہے تاکہ ابتدا ہی سے خاکساری کا پتہ لگجائے اور یہ بھی نام ہی سے معلوم ہو جائے کہ یہ مظاہر خاکساری سے پر ہے۔

اور پھر اسرائیلی مسیحؑ ہی کی استاذی کا دعوےٰ نہیں۔ بلکہ محمدی مسیحؑ کی استاذی کا بھی ساتھ ہی ہے چنانچہ اسکے بعد جو حضرت مسیحؑ موعود کا خط آپنے نقل کیا ہے اسکے ابتدا میں آپ لکھتے ہیں:۔

"حضرت جری اللہ فی حلل الانبیاء باوجودیکہ مسیح موعود مہدی معہود تھے علوم ظاہر میں خاکسار سے استفسار اور استشارہ فرمایا کرتے تھے" آخر استفسار وہی

وہی کرتا ہے جس کو خود نہ آتا ہو اور جو استفسار کرنے والے کو بتاتا ہے وہی استاد اور معلم ہوتا ہے
اور ہوا یہ معلوم ہوتے ہیں ؏ دگر استاد را نامے ندانم + کہ خواندم در دبستان محمدؐ + سے معلوم ہوا
کہ دبستان محمدی میں جو علوم ظاہر مسیح موعود کے لیے حل نہ ہوئے تھے انکی نسبت خدا کا مسیح
مولانا سے استفسار کیا کرتا تھا اور شاید آپ رفیع الشانی سے مولانا صاحب کو سب
کلاموں کے معانی اور الفاظ پر اقتدار حاصل ہوا ہے کہ جس طرح چاہیں ان میں تبدیلی اور کمی
اور بیشی فرما سکتے ہیں خواہ وہ کلام خداوند تعالےٰ کا ہو۔ یا رسول کا یا کسی اور انسان کا چنانچہ
میں بتا آیا ہوں کہ مرقات کی عبارت کے معنوں میں کس کامل اقتدار سے کام لیا ہے کبھی
تو قائل لیس لہ اسم جامد (سو یقیناً آنحضرت کے لئے کوئی نام جامد نہیں۔ اصل ترجمہ)
کے معنے کئے "کیونکہ آنحضرتؐ کے تمام اسماء آپ کی صفات ہی ہیں آپکا کوئی نام ایسا نہیں ہے
جو علم ہو کر بمنزلہ جامد ہو جائے" اور کبھی ولہ صفات باقیۃ علی اصلہا (اور آپ کے
لئے صفات ہیں جو اپنی اصلیت پر باقی ہیں۔ اصل ترجمہ) کے معنے کئے جاتے ہیں "وہ اسماء
آپکے جو اسماء صفاتیہ ہیں آپ کی صفات اصلیہ پر باقی ہیں" اور کبھی یہ اقتدار دکھایا جاتا
ہے کہ مرقات والے نے اپنی اس عبارت میں دو صورتیں بیان کی ہیں پہلی صورت کو
الظاہر (ظاہر ہے اصل ترجمہ) کے ساتھ شروع کیا تھا اور دوسری صورت کو الاظہر
(بہت ظاہر ہے اصل ترجمہ) کے ساتھ شروع کر کے بتایا تھا کہ پہلی صورت چنداں مجھے
پسند نہیں اور دوسری صورت زیادہ اچھی اور پسند ہے۔ اور مولانا صاحب نے اپنی
تائید اپنے اقتدار کے ساتھ پہلی عبارت سے نکالنی تھی جس کو دوسری صورت کا الاظہر
خود ہی رد کر رہا تھا۔ تو مولانا صاحب نے یہ کیا کہ پہلی صورت میں الظاہر کے معنے
یہ کر دیئے کہ "یہ بات ظاہر تر ہے" جو کہ الظاہر کے نہیں بلکہ الاظہر کے معنے ہیں۔ اور
دوسری صورت سے والاظہر ان المراد من الاسماء ہنا
المعنی الاعم منہما کے معنے فرماتے ہیں "اور لفظ اسماء عام ہے" اور الاظہر کے معنے
ظاہر بھی نہیں کرتے۔ بلکہ بالکل اڑا کر دوسری صورت ہی نہیں رہنے دیتے۔ بلکہ دوسری
صورت کو پہلی کا تتمہ بنا دیتے ہیں۔ پھر ایک حدیث کا ٹکڑا نقل کر کے فرماتے ہیں

کہ "یہ بشارت باسم احمد مذکور ہے" حالانکہ اسمیں اسم احمد کا نام ونشان تک نہیں ہے۔
پھر قرآن مجید میں جو یا ایھا الذین آمنوا کونوا انصار اللہ الخ آیا ہے اسمیں ہرگز
صحابہ کی ایک قسم کا نام انصار نہیں رکھا گیا اور یہ بزرگ فرماتے ہیں "ان کا یہ نام صفتی انصار
رکھا گیا ہے لیکن حضرت عیسےٰ کے اصحاب کا نام انصار اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں رکھا
گیا بلکہ حوارین رکھا گیا . . . اور اس آیت میں جو مہاجرین کا ذکر نہیں فرمایا گیا۔ اس
میں یہ نکتہ ہے الخ" پھر تحریف معنوی سے تحریف لفظی بہت بڑھکر ہے یہاں تک کہ
شاہ ولی اللہ صاحب جیسے پاکدل لوگوں نے اس سے انکار ہی کر دیا ہے کہ یہود
وغیرہم نے تحریف لفظی کی ہو۔ لیکن آپکو ایسا اقتدار حاصل ہوا ہے کہ الفاظ میں بھی
کمی بیشی فرماتے رہے ہیں میں نے بتایا ہے کہ آیت فلا وربک لا یومنون حتی یحکموک والی
آیۃ میں کوئی اِنَّ تاکید مضمون جملہ کے لئے نہیں آیا۔ لیکن جناب اپنے اقتدار سے
لکھتے ہیں "پھر وہ نفی ایمان کی جو حرف اِنَّ کے ساتھ ہے جو تحقیق مضمون جملہ کے
لئے آتا ہے" پھر بائبل کا ایک حوالہ لکھتے ہیں درس ۲۶ تمہارے پاس خدا نے
اپنے بیٹے مسیح کو اٹھا کے پہلے اس نبی عظیم الشان کے زمانہ سے بھیجا" اب بائبل
کی عبارت میں یہ فقرہ ہرگز نہیں ہے کہ "پہلے اس نبی عظیم الشان کے زمانہ سے"
اور حضور نے اپنے اقتدار سے زائد کر دیا ہے یہ ہیں اس عجیب خاکساری کے مظاہر

۲ خط ص۱۱۸ اور ایک دوسرے خط میں حضرت جری اللہ فی حلل الانبیاء باوجودیکہ مسیح موعود و
مہدی معہود تھے۔ علوم ظاہر میں خاکسار سے استفسار و استشارہ فرمایا کرتے تھے
جیسا کہ اس خط سے معلوم ہوتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم۔ مخدومی مکرمی اخویم مولوی
سید محمد احسن صاحب سلمہ اللہ تعالےٰ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ایک اہم امر
کے لئے آپکو تکلیف دیتا ہوں۔ اور اگر بواپسی ڈاک جواب ممکن نہ ہو تاہم تین روز
تک جواب علیحدہ کا امیدوار ہوں کہ ایک امر میں مولوی محمد حسین صاحب سے بحث
ہو کر یہ دریافت طلب امر ہے کہ صاحب تلویح تفتازانی نے اپنی کتاب تلویح

ہیں اس عبارت کے بعد کہ لایرد خبر الواحد من معارضۃ الکتاب صحیح بخاری کا کچھ ذکر کیا ہے یا نہیں۔ وہ تمام صفحہ جو باب سنت میں ہوگا نقل کر کے بھیجدیں۔ اور نیز یہ بھی پوری تحقیق سے تحریر فرماویں کہ جس حدیث کا صاحب تلویح نے ذکر کیا ہے۔ وہ بخاری میں ہے یا نہیں اور اگر ہے تو کہاں اور کس مقام پر اور بخاری کی کس کتاب اور کس باب میں مل سکتی ہے صفحہ بخاری کونسا ہے براہ مہربانی اس میری تحریر کو ایک اشد ضرورت کی تحریر سمجھ کر پوری توجہ سے میرے پورے منشاء کے مطابق عمل کریں اور اگر آپ کے پاس تلویح نہ ہو تو کسی سے مانگ لیں اور تلویح کی عبارت مذکورہ یا لایعنی لایرد خبر الواحد بمعارضۃ الکتاب تلاش کر کے بیس سطر تک اسکو پڑھ ڈالیں اسمیں آپ بخاری کا ذکر پاوینگے وہ عبارتیں بعینہٖ لکھکر بھیجدیں۔ اور اسکے منشاء کے موافق بخاری سے نکالکر پورا پتہ تحریر کر کر ارسال فرماویں۔ والسلام

ناظرین! آپ اس خط کو بھی بخوبی ملاحظہ فرمائیں کہ اس سے فقط اسی قدر مفہوم ہوتا ہی کہ مولوی محمد حسین صاحب کے ساتھ جب مباحثہ ہوا ہے تو اس مباحثہ میں اس نے تلویح کی (جوکہ اصول فقہ کی ایک کتاب ہے) ایک عبارت اپنے مطلب کے موافق پیش کی ہے اور پھر اسی پیش کردہ عبارت کے آگے امام بخاری کی کسی حدیث کا بھی اسنے ذکر کیا ہے۔

اور آپ صاحبان جانتے ہیں کہ اس مباحثہ کا وہ زمانہ ہے جبکہ نہ ابھی حضرت مولنا مولوی نورالدین صاحب رضؓ قادیان میں ہجرت کر کے تشریف لائے تھے اور نہ جماعت کی کثرت تھی اور نہ آجکل کی طرح بہت سے مولوی صاحبان جماعت میں شریک تھے اور مولوی لوگ سخت مخالفت پر آمادہ تھے یہانتک کہ باوجود کتاب موجود ہونے کے کوئی نہ دیتا تھا اور ایسی کتابوں کی حضرت مسیح موعود کو نہ ضرورت تھی اور نہ آپ رکھا کرتے تھے۔ اور نہ بعد میں آپنے رکھیں۔ تو کتاب تلویح نہ ملنے اور نہ موجود ہونیکے باعث حضرت صاحب نے سید صاحب کو ایک مولوی خیال کر کے جنکے پاس ایسی کتابیں ہُوا کرتی ہیں۔ لکھا کہ کتاب تلویح سے فلاں عبارت نقل کر بھیجو۔ اور بخاری کی جو حدیث اس نے ذکر کی ہے اسکا پتہ بھی لکھو۔ اور یہ بھی لکھا کہ اگر اپنے پاس کتاب نہ ہو۔ تو کسی سے مانگ کے

عبارت مذکورہ لکھ بھیجو۔

تو اب آپ خدا کے لئے غور فرمائیں کہ اس سے کہاں یہ سمجھا گیا یا ثابت ہوا کہ خدا کا مسیح ظاہری علوم میں مولوی محمد احسن صاحب سے استفسار اور مشورہ طلب فرمایا کرتا تھا۔ جیسا کہ سید صاحب نے اس سے نتیجہ نکال کر اپنی کتاب میں لکھا ہے علیٰ سبیل الاستمرار اور ہمیشہ ایسا کرنا (جو کہ سید صاحب کی عبارت سے مفہوم ہوتا ہے) تو درکنار۔ اس خط سے تو اسقدر بھی ثابت نہیں ہوتا اور ہرگز نہیں ہوتا کہ خاص اس عبارت اور اس مسئلہ میں بھی خدا کے مسیح نے مولوی محمد احسن صاحب سے کچھ دریافت کیا ہے یا مشورہ طلب کیا ہے ہاں ثابت ہوتا ہے تو یہ کہ فلاں عبارت نقل کر دو۔ اگر آپ مولوی صاحب سے اس عبارت کا ترجمہ یا مطلب بھی دریافت کرتے تو بھی ایک بات تھی۔ یہاں پر تو آپ نے محض نقل اور کاپی نویسی کا کام ذمہ لگایا ہے اور اس سے بھی اگر یہ لازم آتا ہے کہ آپ نے ظاہری علوم میں مولوی صاحب سے استفسار اور استشارہ فرمایا ہے یا فرمایا کرتے تھے تو پھر قادیان کے سب کاتبوں اور کاپی نویسوں کو عموماً اور مکرمی پیر منظور محمد صاحب اور غلام محمد کاپی نویس امرتسری کو خصوصاً یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ بھی دعویٰ کریں کہ مسیح ہم سے ظاہری علوم میں استفسار اور استشارہ فرمایا کرتے تھے پھر اگر اس خط میں کوئی مسئلہ دریافت بھی ہوتا تو وہ ایک علم اصول فقہ کا ہوتا۔ تو اس سے اسیقدر ثابت ہوتا کہ خدا کے مسیح نے ایک دفعہ ایک علم ظاہری (یعنی اصول فقہ میں) مولوی صاحب سے استفسار اور استشارہ فرمایا تھا نہ یہ کہ علوم ظاہر میں اور ہمیشہ استفسار و استشارہ فرمایا کرتے تھے۔ یہ عجیب ہی استدلال ہے کہ مسیح موعود نے ایک دو دفعہ مجھ سے فلاں کتاب کی عبارت نقل کرائی تھی لہذا ثابت ہوا کہ آپ مجھ سے استفسار اور استشارہ فرمایا کرتے تھے اور سب علوم میں۔ اور باوجود ایسے طرفہ تر ین استدلالوں کے خلاصہ دعویٰ یہ ہے کہ خدا کا مسیح ان علوم سے ناواقف اور میرا محتاج تھا اور میں انکا امر اور خدا کے مسیح کا استاد خاص تھا کہ وہ مجھ سے دریافت کرتے اور میں آپکو بتایا کرتا تھا۔ حالانکہ ایسے استاد حضور کی عبارت کے سمجھنے میں بھی ٹھوکریں کھاتے پھرتے اور اگر مولانا صاحب کو ایسا ہی استاد بننے کا شوق ہے تو ہم ایک علماء کی مجلس میں حضرت اقدس کی چند عبارتیں پیش کرتے ہیں۔ ان کا آپ

ترجمہ بھی صحیح کردیں تو ہم بھی استاد مان لینگے۔ یہ تو ہوا ان مناقب کے متعلق جواب جو سید صاحب نے اپنی کتاب میں درج کئے۔ باقی اگر سید صاحب کو ان پر ناز ہے تو ہم ان کو بتا دینا چاہتے ہیں کہ ہمارے پاس بھی حضرت اقدس کے دست مبارک کی لکھی ہوئی تحریریں اور آپ کے اصحاب کبار کی شہادتیں موجود ہیں۔ جن سے آپ اپنے اصل رنگ میں پبلک کو دکھائے جا سکتے ہیں اگر سید صاحب اور ان کے دوست چاہیں تو ہم ان کو با دل ناخواستہ پیش کر سکتے ہیں فی الحال درگذر اور چشم پوشی ہی مناسب سمجھی گئی۔

صفحہ ۱۲۲ کی عربی عبارت کا ترجمہ :۔ نمبر (۱) سلیمان بن احمد نے کہا ہمارے پاس حدیث بیان کی محمد بن احمد بن براء سے نے اس نے کہا ہمارے پاس حدیث بیان کی فضل بن غانم نے اس نے کہا ہمارے پاس حدیث بیان کی سلمہ بن فضل نے اس نے کہا ہمارے پاس حدیث بیان کی محمد بن اسحاق نے یحییٰ بن عبداللہ سے اور یحییٰ بن عبداللہ نے عبدالرحمٰن بن اسعد سے اسنے کہا مجھ کو حدیث سنائی اس شخص نے جس کو میں نے چاہا اپنی قوم کے لوگوں سے اور اس نے حسان بن ثابت سے۔ (۲) یحییٰ نے کہا کچھ بھی نہیں اور دارقطنی نے کہا کہ قوی نہیں اور خطیب نے کہا ضعیف ہے (۳) ابن معین نے کہا کہ وہ ثقہ تھا ابو حاتم نے کہا اسکے ساتھ حجت نہیں پکڑی جاتی ابو ذرعہ نے کہا اہل الرائے اسمیں رغبت نہیں کرتے تھے اسلئے کہ وہ ظالم تھا (۴) نسائی نے کہا قوی نہیں اور دارقطنی نے کہا اسکے ساتھ حجت نہیں پکڑی جاتی ابو داؤد نے کہا قدری ہے معتزلہ ہے کہا سلیمان تیمی نے کذاب ہی وہیب نے کہا سنا میں نے ہشام بن عروہ سے وہ کہتا تھا کذاب ہے اور وہیب نے کہا پوچھا میں نے مالک سے ابن اسحاق کے متعلق تو اسنے اس پر تہمت لگائی عبدالرحمٰن بن مہدی نے کہا یحییٰ بن سعید انصاری اور امام مالک ابن اسحاق پر جرح کرتے تھے اور کہا یحییٰ بن آدم نے حدیث بیان کی ہمکو ابن ادریس نے کہا میں مالک کے پاس تھا۔ تو اسکو کہا گیا کہ ابن اسحاق کہتا ہے کہ مالک کا علم مجھ پر پیش کرو۔ میں اسکا طبیب ہوں پس کہا مالک نے دیکھو اس دجال کی طرف جو کہ دجالوں میں سے ہے اور کہا یحییٰ نے تعجب ہے ابن اسحاق پر حدیث بیان کرتا ہے اہل کتاب سے اور بے رغبتی کرتا ہے

شرحبیل بن سعید سے اور کہا احمد بن حنبل نے کہ یہ بیاضی فرقہ سے ہے اور کہا ابن ابی فدیک نے کہ میں نے ابن اسحٰق کو دیکھا لکھتا ہے اہل کتاب سے ایک آدمی ہے اور امام احمد نے کہا کہ وہ بہت ہی ملانے والا تھا۔ ابو قلابہ الرقاشی نے کہا ہے حدیث بیان کی ابو داؤد سلیمان بن داؤد نے کہا کہ یحییٰ بن قطان نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ابن اسحاق کذاب ہے ابو داؤد الطیالسی نے کہا کہ میرے پاس حدیث بیان کی میرے ایک دوست نے اس نے کہا کہ میں نے ابن اسحاق کو یہ کہتے سنا تھا کہ حدیث بیان کی میرے پاس مضبوط راوی نے پس کہا گیا اسکو (کس نے) اسنے کہا یعقوب الیہودی نے۔

صفحہ ۱۲۳ کی عربی عبارت کا ترجمہ:۔ (۱) کہا مجھے حدیث سنائی ابن ابی سبرہ نے اس سے عبد اللہ العبسی سے اسنے جعفر بن عبد اللہ ام الحکم سے اس نے عبد الرحمٰن بن یزید بن جاریہ سے سنا میں نے حسان سے (۲) بخاری وغیرہ نے اسکو ضعیف کہا اور روایت کی عبد اللہ اور صالح احمد کے بیٹوں نے اسنے کہا اپنے باپ سے کہ وہ کہتا تھا کہ حدیثیں خود بنا لیا کرتا تھا اور کہا نسائی نے متروک ہے اور کہا ابن معین نے اسکی حدیث کچھ بھی نہیں (۳) ابن حبان نے کہا یہ دجال ہے اپنے پاس سے حدیثیں بنایا کرتا ہے۔

صفحہ ۱۲۵ کی عربی عبارت کا ترجمہ (۱) ابی جعفر بن علی سے روایت ہے اسنے کہا آمنہ کو حکم کیا گیا اور وہ نبی کریم کیساتھ حاملہ تھیں کہ ان کا نام احمد رکھیں زید بن اسلم سے روایت ہے کہ جب حلیمہ نے نبی کریم کو لیا تو آپکی والدہ آمنہ نے اسکو کہا جان کہ تو نے لیا ہے ایک بچہ جس کی بڑی شان ہے قسم ہے اللہ کی میں نے اسکو اٹھایا۔ پس میں نہیں پاتی تھی جو عورتیں حمل سے پاتی ہیں اور میرے پاس بھیجا گیا تھا مجھے کہا گیا کہ تو ضرور ایک بچہ جنیگی اسکا نام احمد رکھنا۔ بریدہ سے روایت ہے اور وہ اپنے باپ سے روایت کرتا ہے کہ اسنے کہا آمنہ نے خواب میں دیکھا اسکو کہا گیا۔ کہ تو اٹھانے والی ہے افضل المخلوقات اور سید العالمین کو پس جب تو اسکو جنے تو اسکا نام احمد اور محمد رکھنا (۲) خبر دی ہمکو محمد بن عمر بن واقد اسلمی نے کہا حدیث بیان کی مجھکو قیس مولی عبد الواحد نے اسنے سالم سے اسنے ابی جعفر محمد بن علی سے (بن خبر دی ہمکو محمد بن عمرو نے کہا مجھے حدیث سنائی عبد اللہ بن زید بن اسلم نے اسنے اپنے باپ سے

(۲) عمر بن محمد نے کہا مجھے حدیث سنائی ابراہیم بن سندی نے اسنے کہا ہمکو حدیث سنائی نصر بن سلمۃ نے اسنے کہا ہم سے حدیث بیان کی ابو غزیہ محمد بن موسیٰ الانصاری نے اسنے ابی عثمان سعید بن زید انصاری سے اسنے ابی بریدہ سے اسنے اپنے باپ سے

صفحہ ۱۲۶ کی عربی عبارت کا ترجمہ:۔ (۱) کہا احمد بن حنبل نے وہ جھوٹا ہے حدیث کو بدلا دیتا ہے اور کہا ابن معین نے ثقہ نہیں اور مرۃ نے کہا کہ اسکی حدیث نہ لکھی جائے بخاری اور ابو حاتم اور اسی طرح نسائی نے کہا کہ اپنی طرف سے حدیثیں بنالیا کرتا ہے اور ابن عدی نے کہا اسکی حدیثیں غیر محفوظ ہیں۔ اور سنا میں نے ابن مدینی سے کہ کہا کہ واقدی خود حدیثیں بنالیا کرتا ہے اور کہا ابن راہویہ نے وہ میرے نزدیک ان لوگوں سے ہے جو از خود حدیثیں بنالیا کرتے ہیں اور اجماع و اتفاق ہو گیا ہے واقدی کے کمزور ہونے پر (۲) ابو حاتم نے کہا وہ حدیثوں کو بنا لیتا ہے جوڑ توڑ کرتا ہے) ان میں اور ابن حبان نے کہا کہ اس سے روایت نہ لیجائے مگر اعتبار کے لئے۔ (۳) ابن حبان نے کہا وہ حدیثوں کا چور ہے اور روایت کرتا ہے ثقات سے وضعی حدیثیں (۴) نہیں پہچانا جاتا۔

مولوی محمد احسن صاحب امروہوی کے دو خطوط

ان خطوط کے مطالعہ سے واضح ہوجائیگا کہ مولوی صاحب موصوف کا عقیدہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی اور اسکے بعد خلافت اولیٰ کے عہد میں کیا تہا اور اب کیا ہو گیا اور اسی میں ان لوگوں کا جواب ہے جو ہمیں کہتے ہیں کہ پہلے تم مولوی صاحب موصوف کو بزرگ اور عالم فاضل لکھتے تھے اور اب ان کے خلاف کتاب لکھی ہے ان خطوط کے ملاحظہ سے معلوم ہوجائیگا کہ مولوی صاحب نے اپنی بزرگی اور علم و فضل کو خود ہی خیر باد کہا ہے اور آپنے دیکھ لیا کہ جبتک مولوی صاحب کا علم حضرت اقدس کی تائید میں تہا ہر میدان میں انکی نصرت ہوتی مگر جونہی کہ وہ حضرت اقدس کی ہتک کے مرتکب ہوئے اور اپنے اجتہاد کو ان کے الہامات پر بھی ترجیح دی۔ ان ہی ایسی جہالت کی باتیں سرزد ہوئیں کہ ایک معمولی طالب العلم سے بھی ایسا ہونا مستبعد معلوم ہوتا ہے چنانچہ اس کتاب کے پڑھنے سے بہت سے ثبوت اسکے ملینگے۔ اب آپ

وہ خط پڑھیں جنمیں حضرت اقدس کی وفات کے بعد آپ کی نبوت کا ثبوت دینا آپ اپنا فرض قرار دیتے ہیں اور آپ کے نہ ماننے والونکو یہود عنود فرما رہے ہیں اور اہالیان امروہہ کو بھی جو خطاب دیا ہی اسمیں موجود ہی پھر حضرت خلیفہ ثانی مسیح موعود فضل عمر کو لکھتے ہیں کہ آپنے کفر و کافری تبلیغ کامل کردی ہی گویا آپ مسیح موعود کو نبی کامل اور آپکے منکرین کو ویسا ہی کافر مانتے ہیں جیسا کہ دیگر انبیاء علیہم السلام کے منکرین کو اور یہی وہ تبلیغ ہے جو مضمون حضرت فضل عمر مندرجہ تشحیذ اپریل ۱۹۱۱ء میں موجود ہے پس اسکی تائید سے صاف واضح ہی کہ اسوقت آپکا وہی مذہب تہا جو اب بھی ہمارا ہی پھر آپ اہالیان پیغام کو

اور انہیں الفتنۃ اشد من القتل کا مصداق بناتے ہیں مگر اب انہی میں شامل ہوکر ان کو گائیڈ فرما رہے ہیں یا تو وہ وقت کہ اس فتنہ کے اندفاع کے لئے مرثیے از غیب بروں آید کی دعائیں ہو رہی ہیں یا اب یہ زمانہ کہ خود ہی اس میں پیش ہیں جن کی خبر آپکو بذریعہ فراست و القاء ربانی دی گئی تھی فتفکروا یا اولی الالباب

پہلا خط

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ اشتہار تنویر الابصار آپکی خدمت عالی میں پہنچا ہوگا بلکہ پہنچا ہے علاوہ اسکے کہ یہود امرتسری کی لیاقت کو اسمیں ظاہر کیا گیا ہی مقبرہ بہشتی اور حضرت اقدس کی نبوت کا ثبوت اور آپکی وفات شریف علی منہاج النبوۃ واقع ہونا خود اسکی حدیث پیش کردہ سے اور دیگر احادیث مسلمہ خصم سے واضح کر دیگئی اسلئے مناسب معلوم ہوتا ہی کہ کل اشتہار تنویر الابصار یا صرف لیاقت یہود امرتسری کی آپ اپنی اخبار میں طبع فرما دیجیے۔ یہود عنود امروہہ پر بفضلہ تعالے فتح عظیم حاصل ہوئی ہی اور باوجودیکہ خاکسار سخت بیمار ہو گیا تہا کہ امید بچنے کی نہ رہی تھی۔ مگر محض اللہ تعالے کے فضل سے اور آپکی دعاؤں کے اثر سے خاکسار ہی ہو گیا اور یہود عنود و کنود ذلیل و خوار ہوئے خاکسار قریب تر خدمت عالیہ میں حاضر ہے انشاء اللہ تعالے از احمد اللہ خان صاحب و جملہ جماعت سلام سنت الاسلام قبول ہو۔ جناب کا خط پہنچا تہا۔ ۔ ۔ ۔ کی نسبت جو جناب نے ارشاد فرمایا کہ بڑا اچھا لائق ہی بھلا آپکی

چالاکی بمقابلہ حق کے پیش جا سکتی ہے جاء الحق وزہق الباطل ان الباطل کان زہوقا اس پر ایسا رعب طاری ہوا کہ دوسری مرتبہ بلایا گیا مگر خوف سے بدرا بہانہ بیماری وہ نہ آسکا اور بیہودہ عنود امروہہ کے سخت ذلیل و خوار ہوئے باوجودیکہ خاکسار سخت بیمار رہا والسلام خیر ختام۔ محمد احسن از امروہہ۔ ۱۰ اگست ۱۹۱۰ء

دوسرا خط

از امروہہ شاہ علی سرائے — بسم اللہ الرحمن الرحیم — مورخہ ۶ ستمبر سنہ ۱۹۱۱ء

خاکسار محمد احسن — نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ بعض احباء کے خطوط سے حالات ناگفتہ بہ معلوم ہوئے ظہر الفساد فی البر والبحر انا للہ وانا الیہ راجعون (۲) میری رائے ناقص میں کفر وکافر کی بحث میں آپ نے تبلیغ کامل کردی ہے اب آئندہ اس بحث کی طرف بالکل توجہ نہ فرماویں لا یضرکم من ضل اذا اھتدیتم خاکسار تو ابتدا سے ایسے لوگوں کو مخاطب ہی نہیں کرتا جو علوم دینی سے ایسے ناآشنا ہیں کہ قرآن مجید کے متن متین کو بھی صحیح نہیں پڑھ سکتے ہاں افسوس یہ ہے کہ جہلاء فریقین کے گمراہ ہوتے چلے جاتے ہیں مگر کجا ئیکہ ع چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی۔ لیکن یہ فتنہ چندروزہ ہے مگر بہت بڑا فتنہ ہے الفتنۃ اشد من القتل کا مصداق ہے اور افسوس پر افسوس یہ ہے کہ اسکے رفع کے لئے ابھی تک کوئی قائم نہیں ہوا میرا یہ حال ہے کہ آنکھیں تاریک ہیں اور روز بروز تاریک ہوتی چلی جاتی ہیں۔ کمر میں درد ایسا ہے کہ بیٹھا نہیں جاتا۔ بغیر امداد برخوردار سید محمد یعقوب کے کوئی کام تحریر کا نہیں ہوسکتا یہ خط بڑی دشواری کے ساتھ اپنے ہاتھ سے لکھا ہے ارواح حیوانی وطبعی ونفسانی جو مرکب روح انسانی کا ہیں بہت ضعیف ہوگئی ہیں۔ اللہ تعالی کی ذات پاک سے امید ہے کہ ع مردے از غیب بروں آید وکارے بکند آمین اللہ تعالی کا معاملہ میرے ساتھ ایک عجیب معاملہ ہے کہ ان فتنوں کی خبر پیشتر سے بذریعہ فراست والقاء ربانی مجھ کو معلوم ہوجاتی ہے برخوردار محمد یعقوب کو ہمیں وجہ ملازم نہ کرایا وغیرہ وغیرہ حالانکہ جملہ احباب مصر ہو رہے تھے تقریظا جو لکھی گئی تھی وہ باصرار مکرر حضرت خواجہ صاحب کے لکھی گئی تھی وہ اب الحکم میں طبع ہوگئی اسکے بعض فقرات اگر غور سے مطالعہ کئے جائیں تو بحکم العاقل تکفیہ الاشارۃ کے اس سے بہت سے مفاسد کا حال صریح معلوم ہوسکتا ہے حسب مثل مشہور کہ

الکنایۃ ابلغ من التصریح (۳) آپکے اور حضرت نوابصاحب کے استعفا سے سخت رنج
اگر حدیث شتیٰ مطاعا کی صحیح ہے لیکن ابھی تک وہ وقت نہیں آیا تھا جو آپ اس میدان
علیحدہ ہوگئے میںنے اس صدمہ سے نوٹس نمبر ۳۸۷ و نمبر ۳۸۸ کے جواب میں لکھ کر
روانہ کیا ہے اسکی نقل واسطے مطالعہ جناب کے ارسال ہے عنایت ناموں سے یاد شاد فرماتے
رہیں ۔ خاکسار محمد احسن

سلسلہ احمدیہ کے اخبارات

الفضل ہفتہ میں دوبار نکلتا ہے علاوہ مضامین بہ تائید اسلام و احمدیت کے حضرت خلیفہ ثانی کے خطبات جمعہ بھی بالالتزام اسمیں چھپتے ہیں ۔ قیمت سالانہ چھ روپے (لعہ)

تشحیذ الاذہان ماہوار نکلتا ہے جس میں اسلام کی خوبیاں بمقابلہ دیگر مذاہب بیان ہوتی ہیں ۔ شیعہ کی تردید میں نہایت محققانہ مضامین شائع ہوتے ہیں ۔ چندہ سالانہ دو روپے (عہ)

فاروق عہد خلافت ثانیہ کا ہفتہ وار اخبار نہایت دلاویز مضامین مذہبی کو لئے ہوئے ہفتہ وار شائع ہوتا ہے ۔ قیمت سالانہ تین روپے (سعہ)

ریویو آف ریلیجنز ماہوار رسالہ جسمیں عیسائی مذہب کے متعلق خصوصیت سے مضامین ہوتے ہیں قیمت سالانہ دو روپے (عہ)

ظہور المہدی

اگر آپ چاہتے ہیں کہ احمدی مذہب کے مسلمانوں کے عقائد آمنت باللہ سے لے کر الیوم الآخر تک اور حضرت مرزا صاحب کے مسیح موعود ہونے کا ثبوت مدلل بہ آیات قرآن و احادیث صحیحہ پڑھیں تو دو روپیہ کی ایک ہی مکمل کتاب دفتر تشحیذ الاذہان قادیان سے منگوالیں ۔